ومن یعظم شعائر اللہ فانہا من تقوی القلوب
بار سوم
مجموعہ الایقان فی حفظ الایمان
اردو
بار سوم باہتمام سید محمد شفیع الدین

سوانح عمری بطور ایجاز حضرت مؤلف علیہ الرحمۃ والغفران

آنکھیں یہاں سامنے سے کیسی کیسی گئی ہیں   روئیے کس کس کے لیے کس کس کا ماتم کیجیے

اے حضرات اس مجموعہ دین حقانی کے مؤلف فاضل اجل مولانا الجلیل نعیم مولوی الحاج حکیم محمد عبد الکریم
صاحب غفر اللہ لہ میرے استاد تھے اور یہی واسطہ اس تقریر سوانح عمری کے لکھنے کا باعث ہوا۔
دوسرے یہ بھی سبب تھا کہ اس کتاب کے دیباچہ میں حضرت مؤلف کے حال کی کم و بیش کچھ تصریح بھی
نہ تھی جس سے ناظرین کو کلی یا جزوی واقفیت حاصل ہوتی بنا بر علیہ مناسب سمجھا گیا کہ کسی قدر احوال جناب
موصوف بطور ایجاز اس نسخہ کے ضرور شامل کر دیا جائے۔

مولوی صاحب ممدوح کے والد ماجد کا نام حافظ عبد الوہاب تھا قوم سے شیخ فاروقی تھے دہلی آپکا
وطن تھا اور دہلی تھا خانم کے بازار میں آپ رہا کرتے تھے بتاریخ چہارم شعبان [illegible] ہجری چہار شنبہ کے دن مطابق
جیٹھ سدی ہشتم [illegible] بکرمی ۲۰ پل شب باقی ماندہ کو عالم ارواح سے عالم اجسام کی طرف قدم رنجہ فرمایا۔
جسم کے ہلکے پھلکے تھے گندمی رنگ تھا۔ سر پر تھوڑے تھوڑے بال تھے۔ میانہ قد تھا جب کہیں آتے جاتے
تھے تو سر پر چھوٹا سا عمامہ باندھا کرتے تھے۔ ٹانگوں میں اکثر ڈھیلا پائجامہ رہا کرتا تھا۔ گھر میں دو
پلڑی ٹوپی ململ وغیرہ کی اوڑھے رہا کرتے تھے۔

آپکی دو شادیاں ہوئیں اول دفعہ مرزا عبد اللہ بیگ صاحب مثنوی کے یہاں جو میر صاحب مرحوم کے
بڑے شاگردوں میں مشہور ہو گذرے ہیں۔ ان بیوی کے گذر جانے پر دوسری مرتبہ حکیم سید عزیز علی خان
عرف حکیم میرن صاحب دہلوی کے ہاں شادی ہوئی۔

حکیم میرن صاحب موصوف دہلی میں مشہور طبیب تھے حبش خان کے پھاٹک مسکن تھا۔ شاہی ملازم تھے۔
ان بیوی سے ایک صاحبزادے حکیم محمد عبد الرحیم صاحب جو میرے خلیفہ ہیں اللہ رکھے نوجوان ہو چکے ہیں آپ
فرمایا کرتے تھے کہ فارسی کی ابتدائی کتابیں ہم نے اپنے والد ماجد سے پڑھیں [illegible] دانی کی مشق بھی [illegible]
کی کچھ کسی قدر فیض سے طبیعت عمدہ پائی پڑھنے لکھنے پر [illegible] فرصت پا کر [illegible] حضرت شیخ سعدی [illegible]
[illegible] علوم اور فنون کی تحصیل کیطرف [illegible] بڑے بڑے [illegible]
[illegible] وقت کے مشہور عالم اور فاضلوں کی خدمت و درس میں حاضر ہو کر قرات

عہدہ طبابت پر مامور فرمائے گئے اور تخمیناً پندرہ بیس برس تک آپ اسی ریاست میں بر عہدہ کے بعد مہاراجہ شیودان سنگھ
جی بیکنٹھ باشی کے عہد میں باہر سے شہر نامور الور میں تشریف لائے اور محکمہ اجلاس خاص میں میر سررشتہ
کا کام تفویض ہوا مگر افسوس نا قدر دانی والی ریاست سے وہ عظمت کہ جو ہونی چاہئے تھی نہ ہوئی بلکہ معطل
مہاراجہ صاحب ممدوح اب بعہد مہاراجہ دھیراج سوائی منگل سنگھ جی صاحب بہادر جی سی ایس آئی آپ راج کی مفتی
گری پر مامور فرمائے گئے۔ ابتدائے تعلیم سے انتہائی عمر تک کتاب بینی کا نہایت شوق رہا ہم نے اچھی طرح دیکھا کہ
کوئی وقت خاص ہی ایسا ہوتا ہوگا کہ مولوی صاحب کے ہاتھوں سے کتاب علیحدہ رہتی ہو یا نگاہ سے دور رہتی
ہو صبح کے وقت درس کے واسطے طلبا شہر حاضر رہا کرتے تھے کوئی فارسی کی بڑی بڑی کتابیں پڑھا کرتا تھا کوئی عربی
کی صرف و نحو دیکھا کرتا تھا بعض بعض طالب العلم نے طب و منطق اور حدیث اور فقہ وغیرہ وغیرہ کی مولوی صاحب
سے پوری تکمیل و تحصیل کی؛ آپ بڑی دل نہادی کے ساتھ ہر امیر و غریب چھوٹے بڑے کو درس دیتے
تھے اور اس پر طرہ یہ کہ بے شائبہ مفاد و طمع دنیوی خالصاً و مخلصاً سرگرم افادہ رہتے ؛
بے پروائی خداداد ایسی کچھ اس سے ہو ابندی یا گرم بازاری کا نشانہ تھا اور اسی استغنا کے باعث ذرہ بھی
بھول دنی سی جھک میں تلامذہ پڑھا ساتھ ہو جایا کرتے تھے مزاج بالکل بھولا بھالا سا تھا عداوت اور بغض کی ہوا
پاس ہو کر بھی نہیں نکلی تھی گویا اس شعر کے مصداق تھے ؎ آزادہ رو ہوں اور مرا مسلک ہے صلح کل ؏ ہرگز کبھی کسی سے
عداوت نہیں مجھے ؛ زیادہ ملنا جلنا خلاف پسند نہیں کرتے تھے شہر میں صرف چند متعدد جگہ ہی آپکی آمد و رفت
تھی وہاں بھی کا بے ملا بے تعلق یا خود نمائی بالکل مزاج میں نہ تھی ؛
ہم نے آپکو علاج معالجہ کرتے ہوئے بھی دیکھا مگر مریضوں کی رجوعات خال خال رہا کرتی تھی اکثر معالجے
آپ نے اچھے کئے جو شہر میں مشہور ہیں ؛
تصنیف اور تالیف کا بھی شوق تھا مختلف علموں میں آپکی تالیفات موجود ہیں چنانچہ بحران کے بیان
میں ایک بہت بڑی کتاب لکھی چند سے میں تشکیک ناویہ علاوہ ازیں بزبان فارسی ایک رسالہ تحریر فرمایا
یہ رسالہ مطبع انصاری دہلی میں آٹھ برس کا عرصہ ہوا کہ چھپ بھی چکا ہے شائقین ملاحظہ فرماویں اور اسی
رسالہ پر کسی صاحب نے خان بہادر مولوی محمد نواز الحق صاحب میر منشی رزیڈنسی راجستان سلمہ اللہ تعالیٰ
کے ذریعہ سے دو اعتراض فرمائے تھے کہ انکے جوابات بھی حضرت مولوی صاحب نے بہت معقول دئے
اسی طور ہیئت میں تشریح الافلاک کی شرح اردو کی۔ بلاغت میں ریاض البیان اچند جزو کی کتاب

تحریر فرمائی کہ فارسی کے اضافات میں بھی ایک رسالہ یادگار ہے علاوہ اِنکے اور بہت سی تصانیف ہے
یعنی اکثر اُن تالیفات و تصنیفات کے اختتام کی تاریخیں بھی نکالکر ہر ایک نسخے پر لکھدی ہیں اور انشاء اللہ
تعالیٰ بشرط زندگی جو کتاب آپکی طبع ہوگی میں اوسکی تاریخ بھی لکھون گا۔
آخر کار بقول شاعر ؎ لائی حیات آئی قضا لیچلی چلے ؛ اپنی خوشی آئے نہ اپنی خوشی چلے ؛
جناب مولوی صاحب نے بعارضہ تپ ۶۳ سال کی عمر شریف پاکر بتاریخ ۲۳ ذی الحجہ ۱۳۰۸ ہجری
مطابق ۳۰ جولائی ۱۸۹۱ء روز پنجشنبہ وقت بارہ بجے دن کے اِس جہان ناپائدار سے عالم جاودانی
کو انتقال فرمایا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ ؎

الٰہی بر آن تربتِ نامدار	بفضلت تو باران رحمت ببار

آپ کا جسوقت یہ واقعہ ہوا ہے اور جنازہ کو لیکر چلے ہیں اسوقت ابر سیاہ محیط آسمان تہا گویا اوسنے
لباس ماتمی پہن رکہا تہا اور پہواریں پڑ رہی تھیں یعنی اشک غم اسکی آنکھون سے گر رہے تھے جنازہ کے
ساتھ دو سو آدمیوں کے قریب افسوس ہزار افسوس کا وظیفہ پڑہتے چلے جاتے تھے۔
شہر کے باہر لال دروازے کے قریب مور سرائے اور کیٹل گنج کے پاس بھونرا شاہ کے تکیہ
میں جہاں اکثر لوگ مدفون ہیں آپکو دفن کیا۔ راقم سراسیمہ حال نے آپکی تاریخ وفات کے جو چار
مصرعے موزوں کئے تھے وہ بنظر یادگار یہاں پر درج کئے جاتے ہیں۔ ؎

سدھارے وہ جب جنت الخلد کو	مرے تھے جو اُستاد عبد الکریم
اسیوقت تاریخ رحلت فصیح	یہ لکھی ہوا ہائے مرگ عظیم

میں بھی بعد اظہار افسوس و ملال اس واقعۂ و دعائے مغفرت حضرت مولٰنا و مخدومنا کے شکریہ اس
امر کا بدرگاہ جناب باری ادا کرتا ہوں کہ آپکی اسامی مفتی گری آپکے لائق فرزند و شاگرد مولوی
منشی محمد عبد الرحیم صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ اپنی خوش قسمتی کی بدولت راج سے مقرر فرمائے
گئے اور یہ عہدہ مفتی گری اونکو تفویض ہوا۔ اللھم زد فزد

محررہ احقر محمد عمر اللہم حفظہ من الشر والفر خلف الصدق
حضرت حکیم محمد یحییٰ بیگ صاحب دہلوی ملازم
قدیم راج الور فقط

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی لا شریک لہ فی الالوھیۃ وکمال صفاتہ المتعالی عن جمیع سمات النقص فی صفاتہ وذاتہ سبحان ذی الملک والملکوت الذی تنزہ عن الوالد والمولود۔ وصار بذاتہ واجب الوجود۔ تعالیٰ فی احدیتہ عن العد۔ وعز فی عظمتہ ان ینحصرہ الحد۔ تقدس ان یحیط۔ بعظمتہ العلوم۔ وان تدرک کنہ جلالہ الفھوم لا اول لاولیتہ ولا آخر لاخریتہ۔ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ المتعالی عن الحصر واحاطۃ العبارات والمقدس ان تعلم ذاتہ بالتصریح والاشارات۔ واشھد ان محمدا صلی اللہ علیہ وسلم رسولہ المعظم ونبیہ المکرم شمس العلم والھدایۃ وبدر الکمال والدرایۃ قائد المرسلین وخاتم النبیین سید الاولین والاخرین وشفیع المذنبین و المرسلین صاحب لواء الحمد والمقام المحمود مفتاح خزائن الجود والوجود قائل اوتیت جوامع الکلم واتباعہ صراط الاقوم المبعوث الی الکافۃ الامم المتبوع بالوجوب بما جاء من عند اللہ الاعظم۔ والمصدوق بما نزل بہ الروح الامین علی قلبہ الافخم صلی اللہ علیہ وعلی الہ بدر دجی واصحاب نجم الھدی وجمیع اتباعہ من الصلحاء والعلماء۔ **امابعد** جو کہ ایک عرصے ہندوستان میں حکومت اسلامی نہ رہی تھی اس سبب سے بعض لوگوں نے موقع پاکر باغوائے شیطان عقائد مذاہب باطلہ

رخوارج وغیرہ جیسے کہ ہر بدعت کو کفر کہتے ہیں اور ظاہر ہے کہ مثل قیاس نہیں اور نیچریکہ اہانت انبیاء
علیہم السلام و شعائر اللہ تقریر پلٹ کر بصورت دیگر ظاہر کرنے شروع کے عوام کو تمیز نہ تھی نہ کوئی
حاکم اسلام تھا کہ بندوبست انکا بہ ممانعت و تخرجہ کرتا خصوصاً ایک فریق کا عقیدہ ہی موافق ان
مذاہب باطلہ کے ہو کر گمراہ ہو گئے اور اسکو عین توحید و اتباع سنت جاننے لگے اور علم دین ملک
سے گم ہو گیا۔ مدار وعظ گوئی کا ترجمہ اردو بعض احادیث اور آیات قرآن اور چند مسائل رد و فقہ پر
رہ گیا۔ ان کو یہ خبر نہیں کہ علماء اہل سنت کے نزدیک اس آیت اور حدیث کے کیا معنے ہیں اور اہل
مذاہب باطلہ نے کیا سمجھے ہیں اور ہم عقیدہ کن لوگوں کا اختیار کرتے ہیں آیا ہمارا ایمان درست رہا یا
نہیں۔ اور اکثر واعظین اس زمانہ کا یہ حال ہے کہ اردو بھی اچھی طرح نہیں پڑھ سکتے اور اگر پوچھو تو فرائض
اور سنن کا کیا ذکر ہے مگر دیہات میں وعظ کہتے پھرتے ہیں اور نقصان انکی غلط بیانی اور دروغ گوئی کا یہ ہے
کہ کوئی آیت یا حدیث پڑھ کر اپنے قیاس و اجتہاد سے جو کچھ منہ میں آتا ہے اور جی چاہتا ہے کہتے ہیں حوالہ کسی تفسیر کا
نہیں دیتے کہ فلاں تفسیر میں اس آیت کے یہ معنے لکھے ہیں یا فلاں مجتہد نے فلاں کتاب میں اس حدیث سے
یہ مسئلہ بیان کیا ہے تاکہ صحت اسکی معلوم ہو بلکہ بڑی دلیل یہ ہو گی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں
ایسا نہیں ہوا یہ بدعت ضلالت ہے۔ اگرچہ یہ قول مخالف علماء اہل سنت ہے جیسا کہ آگے
آویگا مگر جو تسلیم کیا جاوے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں جو کچھ نہیں ہوا وہ سب
ضلالت ہے تو چاہیئے کہ قرآن مجید کے اعراب اور حدیث کی تدوین اور بناء مدارس سب بدعت
ضلالت ہو اور جہاد میں توپ اور بندوق سے لڑنا ضلالت ہو بلکہ جب یہ لوگ ایک وقت کسی قدر
قرآن شریف کسی طرح پر بیٹھ کر ہاتھ میں لیکر یا رحل پر رکھکر پڑھیں تو چاہیئے کہ ثابت کریں کہ اس وقت
اسی طرح بیٹھ کر اسی قدر قرآن آنحضرت صلعم اور صحابہ نے پڑھا ہے نہیں تو یہ پڑھنا بدعت
ضلالت ہے اور ظاہر ہے کہ دیکھکر پڑھنے والے تو سب بدعت ضلالت میں مبتلا ہیں
اس لیے کہ کہیں دیکھکر پڑھنا قرآن کا آنحضرت صلعم سے ثابت نہیں بلکہ لکھنا قرآن کا بھی
بعد آنحضرت صلعم کے ہوا ہے پس خدا پناہ میں رکھے ایسے مذہب اور وعظ سے
کہ جس سے حلال خدا حرام اور عبادت خدا ضلالت ہو غرض یہ طریقہ وعظ کا مثل پیرزادوں
کے معاش کا ذریعہ مقرر کر لیا ہے۔ کہ جو کوئی دعوت کرے یا کچھ نذرانہ دے تو وعظ کہتے ہیں

اپنی استعداد کو نہیں دیکھتے کہ ہم اس قابل ہیں یا نہیں اور مسائل توحید اور عقائد جو بیان
کرتے ہیں کہاں سے کرتے ہیں آیا صحیح ہیں یا غلط ہیں۔ غرض مقصود دعوت کھانی اور نذرانہ
ہوتا ہے۔ الحاصل اس زمانہ کے واعظوں نے اپنی معاش طلب کرنے کا نام وعظ رکھا ہے اور بعض نے
مسجدوں یا مدرسوں میں بیٹھ کر فتوی لکھنے کو اپنا ذریعہ معاش کا کیا اور مال زکوۃ اور خیرات کھاتے
ہیں باوجود قدرت حاصل کے اپنی محنت اور کسب سے۔

اور یہ نہیں جانتے کہ طلب حلال فرض ہے اور آیات الٰہی کو اس ثمن قلیل دنیا پر بیچنا حرام ہے
داخل ہوتے ہیں اس آیت کے حکم میں وَيَشْتَرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا غرض مزدوری
وغیرہ جو حلال ہے اسکو عیب سمجھتے ہیں اور خیرات اور صدقات کا مال یا اجرت وعظ کو کہ حرام محض
ہے اپنی معاش مقرر کی ہے اور حال استعداد یہ ہے کہ سوائے اردو کے عربی زبان مطلق نہیں
سمجھتے ہیں اور عقیدہ اہل سنت وجماعت سے خبر نہیں۔ تمام عقائد خوارج اور ظاہریہ کے بیان
کرتے ہیں اور ایسے غلط مسائل بے اصل کہتے ہیں کہ جنکا کہیں پتہ نہیں۔ مثلاً کہتے ہیں کہ فاتحہ دینے سے کھانا
حرام ہو جاتا ہے اور واسطے دعا کے جو فاتحہ میں ہاتھ اٹھاتے ہیں بدعت سیئہ ہے کہ کہیں کوئی اسکا قائل
نہیں ہے اور اسی طرح مردوں کے فاتحہ دلانے کو اور زیارت قبور والدین وغیرہ کو بروز معین بدعت سیئہ کہتے
ہیں۔ واسطے تخصیص یوم کے فاتحہ اور زیارت میں اگرچہ حدیث میں وارد ہے کہ فرمایا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے من زار قبر ابویہ او احدھما فی کل جمعۃ غفر لہ وکتب برا مگر تحقیق اور دریافت نہیں
جو کچھ جی میں آتا ہے کہتے ہیں ایک قاعدہ اپنے دل سے مقرر کیا ہے کہ جو کچھ پیغمبر خدا صلعم کے وقت میں نہیں
ہوا سب بدعت ضلالت ہے اور صدہا مسائل کو آئمہ دین کے خلاف حرام کہتے ہیں غرض ایسے کاموں کو
شرک اور بدعت کہتے ہیں کہ کہیں فقہا نے انکو حرام اور ترک اس طرح پر نہیں لکھا بلکہ فعل پر حکم شرک بے عقیدہ کے سبب
تماجینکا ہے اگرچہ بعض مسائل کو بشرط الفقہاء نے حرام اور مکروہ لکھا ہے اور بعض افعال کو بشرط اعتقاد عبادت
شرک کہا ہے مگر عموماً جیسے یہ نادان لوگ کہتے ہیں کہیں فقہ میں نہیں پایا جاتا اور اگر حوالہ فقہ دیجئے تو کہتے ہیں کہ فقہ
حدیث ہے مسائل قیاسی بے اصل ہیں یہ انکار قیاس مذہب ظاہریہ کا ہے اور موجد اسکا داود ابن علی

[illegible]

اصبہانی تہا کہ ایک رسالہ رد قیاس میں لکہا تہا اور قرآن کو مخلوق کہتا تہا آخر ہر طرف سے نفرین اور سرزنش
اسقدر ہوئی کہ نیشاپور سے نکالا گیا اور محمد بن یحییٰ اور اسحاق بن راہویہ اور دیگر علما نے نکلوا دیا اور بغداد میں جب
آیا امام احمد حنبل نے اسے اپنی مجلس میں آنے نہ دیا اور اُسکی ضلالت پر فتوے لکھے گئے سنہ دو سو ستر میں بحال
خراب مر گیا۔ بعد اسکے ابن حزم ظاہری حکومت بنی عباس میں پیدا ہوئے اور مجمع علما میں اوسکی کتابیں جلائی گئیں
اور حکم ضلالت کا اس عقیدہ پر لکہا گیا اور سنہ چار سو چھپن میں مرا اور اُس کے رد میں حافظ الحدیث قطب الدین
حلبی اور عبد الحق ابن عبد اللہ انصاری نے رسالہ لکہا اور اُسکی غلطیاں ظاہر کیں اور گستاخی جو ائمہ کبار کی نسبت
کی تھی اُسپر حکم ضلالت لکہا اور اُسکی ضلالت سے ایک یہ بھی تہا کہ مزامیر کو حلال بلکہ مستحب کہتا تہا اور اس
باب میں اوس نے اور اُس کے شاگردوں نے رسالہ لکھے ہیں بعد اُس کے سنہ سات سو پانچ میں ابن تیمیہ ظاہری
پیدا ہوا کہ خدا کو مجسم کہتا تہا اور سفر زیارت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو حرام اور تحقیر اور توہین بعض
خلفائے راشدین اور ائمہ مجتہدین طریقہ اُسکا تہا صراط مستقیم کتاب اس کے انتساب میں جو دیگر علمائے عصر
شیخ ابو داود سمان اور شیخ کمال الدین اور تقی الدین سبکی نے اُسکے عقیدہ باطل کو رد کیا اور اسے گرفتار
کر کے مدرسہ کاملیہ مصر میں لے گئے مجلس منعقد ہوئی اور تمام قاضی اور مفتی جمع ہوئے اور اُس کو
قائل کیا اور حکم سلطان تمام بلاد میں جاری ہوا کہ عقیدہ ابن تیمیہ خلاف اجماع ہے جو کوئی اُس
کی پیروی کریگا سزایاب ہوگا پہر تحقیر اولیاء اللہ اور توسل نبی الرحمۃ میں گفتگو ہوئی آخر اس مقدمہ
میں قید ہوا کہ اہانت اولیا و مشائخ و علما کفر ہے اور توسل نبی الرحمۃ متفق علیہ علمائے امت
ہے منکر اس کا گمراہ ہے چنانچہ سنہ ۷۰ دولت ناصریہ میں ابن تیمیہ نے توبہ کی اور رہائی پائی جب شام میں
آیا تو پہر ایسی باتوں سے قید خانہ دمشق میں قید ہوا اور حکم عام بادشاہی جاری ہوا کہ جو کوئی ابن تیمیہ
کے عقیدہ پر ہو اُس کا خون اور مال حلال ہے اور ابن تیمیہ قطع نظر ظاہری ہونے کے خارجی
بہی تہا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی جناب میں بے ادبی کرتا تہا
غرضکہ ایام حکومت اسلام میں جس نے خلاف دین کوئی بات کی سزایاب ہوا اور اسی طرح عبد الوہاب نجدی
اگرچہ دعوی حنبلی مذہب کا رکہتا تہا مگر جب بقبضہ حصول حکومت بے ادبی جناب رسالت مآب اور اہلبیت رسول
الثقلین اور دیگر صلحائے مومنین کی کرنی شروع کی اور گستاخی حرمین بقتل سادات اور غارت گری کرنے لگا بادشاہ
اسلام نے استیصال اسکا مع اتباع اسکے کیا اور یہاں ہندوستان میں بہ سبب

نہونے حکومت اسلام کے کوئی مانع نہیں ہر ناخواندہ اپنی فروغ معاش اور حصول جاہ کے لیے عقیدۂ
باطلہ مبتدعین سابقین سے برخلاف اہل سنت جو چاہتا ہے کہتا ہے اور عقائد عوام الناس کے خراب
کرتا ہے لہذا بیان معنی شرک و بدعت مع چند مسائل متعلقہ اسکے جیسے علماے حرمین نے تحقیق
کی ہے سن بارہ سو تراسی میں اردو زبان میں واسطے ہدایت عوام کے لکھے ہیں اگر کوئی بہتر اپنے
اتباع پر نہو اور بچشم انصاف اور طلب حق کے مطالعہ کرے تو شاید راہ یاب ہو وما علینا الا البلاغ
المبین۔ واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم صحیح بخاری میں عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی
ہے در باب نجد کے فرمایا پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ھناك الزلازل والفتن وبھا یطلع قرن
الشیطان۔ مصداق اس حدیث کا کہتے ہیں کہ عبد الوہاب نجدی ہے کہ جو سلطنت ترکی میں بدنظمی
واقع ہونے سے موقع پاکر دن جمعہ کے سنہ بارہ سو اٹھارہ ہجری میں ایک مجمع عام کیا اور سرداروں
کو جمع کرکے یہ بات کہی کہ شرع میں ہونا خلیفہ کا واجب ہے واسطے اقامت جمعہ وعیدین اور حدود
اور قصاص اور دادرسی مظلومان کے اور سلطان روم برائے نام ہے اس کا نام خطبہ میں جھوٹ
پڑھنا حرام ہے کسی کو اپنے اوپر حاکم کرو اور اسکی اطاعت کرو۔ سب نے اسی کو پسند کرکے حاکم کیا اور
اسی کا نام خطبہ میں بمقام نجد وغیرہ پڑھا گیا اور اطراف جوانب نجد میں اسکی طرف سے قاضی ونائب اور عامل
مقرر ہوئے اور وہ خود اختراع دین جدید میں مصروف ہوا بعض مسائل مذہب معتزلہ اور خوارج اور
ظاہریہ اور بعض اپنی طبیعت سے نکالکر اپنی رائے کے موافق انکو مدلل بآیات واحادیث کیا اور ایک
کتاب بنائی بعدہٗ اسکے بیٹے محمد نام نے اسمیں ایک مقدمہ اور ملایا اور اسکو مفصل اراستہ کرکے
اسکا نام کتاب التوحید رکھا اور اس میں دو باب کئے ایک رد شرک اور دوسرا رد بدعت میں اور خلاصہ
اسکا یہ کہ جو کام متعلق بتعظیم وتکریم انبیا اور اولیاء تھے یا برکت حاصل کرنیکے آثار متبرکہ ان کے سے
سب پر حکم شرک اور بدعت جاری کیا گویا فصل مقوم اس مذہب کی اہانت اور تحقیر انبیا اور اولیاء
ہے اور حضرت اقدس رسول اللہ صلعم کا نام صنم اکبر رکھا اور یہ ساری تدبیر اسلئے تھی کہ لوگوں کے دلوں
میں سے عظمت رسول الثقلین اور اہل بیت کرام اور تعظیم حرمین جاتی رہی۔ اور آمادۂ غارت گری

لہ (ترجمہ) اور نہیں ہے ہمپر لازم مگر پہونچا دینا کھولکر اور اللہ ہدایت کرتا ہے جسکو چاہتا ہے طرف راہ سیدھی کے ۱۲
لہ (ترجمہ) اور اسی جگہ زلزلے ہیں اور فتنے اور طلوع کریگا یہاں سے سینگ شیطان کا ۱۲

اور قتل اہل حرمین پر بصورت جہاد ہو جائیں پھر وہ کتاب سب نائبوں پاس واسطے دعوت
عوام الناس کے بھیجی گئی جب سب نے باغواے شیطان قبول کیا کہ حرمین قابل جہاد ہے ساتھ قتل
اور غارتگری کے حرمین میں ثواب جہاد حاصل کرنا چاہیئے۔ تب ایک شخص سعود نام سنہ ۱۲۲۱ بارہ سو اکیس
میں بنام نہاد زیارت کعبہ آخر زمانہ سلیم ثالث میں روانہ ہوا ہر چند لوگوں نے شریف سے واسطے جمعیت
لشکر کے کہا مگر شریف نے یہی کہا کہ وہ مشہور قامع شرک و بدعت ہے ہتک حرام اور غارتگری کیونکر کریگا
اسی گفتگو میں وہ قرن المنازل تک آیا اور کعبہ کو چھوڑ کر طائف گیا اور سب کو بہ بہانہ ملاقات کے بلا کر
قتل کیا اور خوب غارتگری کی اور وہاں سے مراجعت طرف مکہ معظمہ سیف زنان اور غارت کنان
کر کے جو حق غارتگری اور قتل کا تھا خاص بیت اللہ میں کیا اور تمام شریف سادات کو قتل کیا جو بھاگ
گئے وہ بچ رہے غرضکہ کوئی گھر مکہ معظمہ میں قتل اور غارتگری سے خالی نہ رہا اور بعض مساجد اور مقابر
متبرکہ اور آثار صحابہ اور اہل بیت مثل مسجد ابن مالک وغیرہ تمام منہدم کر کے ارادہ قتل و نہیب اہل ایمان
مدینہ کیا اور قصد ڈھانے روضۂ مقدسہ نبویہ کا مصمم رکھتے تھے اسلیئے کہ اسکو صنم اکبر کہتے تھے مگر سنا ہم
کہ جب لوگ اس ارادۂ ناپاک سے وہاں پہنچے اور دروازہ کھولا فوراً ایک اژدہاے عظیم نکلا
کہ اسکی گرمی سانس سے سب لوگ مر گئے اور کہتے ہیں کہ لاشیں بھی متعفن ہو گئی تھیں کہ نوبت غسل اور
کفن اور دفن کی نہ پہنچی بہزار دقت شہر کے باہر کھینچکر پھینک دیا غرض بعد طے مراتب جور و ستم
ایک سردار کو وہاں مع فوج چھوڑ کر معاودت مکہ معظمہ میں کی اور تمام اطراف ملحقہ حجاز اور نجد میں نہیب
اور قتل شروع کیا اور کچھ شہروں عراق میں بھی دست درازی کی اور کربلائے معلی کو بھی خوب لوٹا
اور قتل کیا اور جدہ پر بسبب جمعیت فوج اور توپوں کے حملہ آور نہوے تھے کہ سلطان محمود خان سنہ ۱۲۳۱
ایکہزار دوسو چھتیس میں تخت نشین ہوا اور انتظام سلطنت بخوبی اور قرار واقعی کیا اور قلع و قمع نجدیوں
کا بالکل کیا اور تمام اسباب غارت کردہ ان سے چھین کر حرمین میں اپنی اپنی جگہ پہونچایا اور
دیگر اموال تجارت مدعیان رعایا کو سپرد کیا اور باقی مال جو جہاد نجدیوں سے ہاتھ آیا تھا
نقد و جنس سے سب اہالیان حرمین پر تقسیم کیا اور واسطے ترمیم مساجد اور آثار متبرکہ کے کہ نجدیوں
نے منہدم کئے تھے حکم دیا اور کچھ شیعہ زیدیہ نے کہ مذہب وہابیہ بنا دیمن میں اختیار کیا تھا
اور غارتگری اموال مسلمانان اس طرف کرتے تھے تمام ابراہیم پاشا نے حکم واسطے استیصال

اُن کے بیچ کے بعد وفات سلطان محمود خاں عبد الحمید خاں اُنکے بیٹے نے بتاکید تمام حجاز اور یمن اور شام
سے استیصال ان نجدیوں کا کیا کہ سب مطیع حکم اسلام ہوئے اور اس سبب جلد یہ سے توبہ کی اور کچھ
لوگ سمت اطراف ہند میں آئے اور کچھ پوشیدہ وہیں رہے مثل شیعوں کے تقیہ کیا اور علمائے مکہ نے رد اس
کتاب التوحید شیخ عبد الوہاب نجدی حنبلی کا لکھا کہ مشہور بہدایہ اور لمعہ مکیہ ہے اور کہتے ہیں کہ جب
وہابیوں نے بعد تسلط مکہ معظمہ پر جب جمع کیا اُن لوگوں کو جنہوں نے پھر اُن کے کفر پہ کی تھی تو مفتی اور
شیخ مکہ حضرت عمر عبد الرسول سے سعود نے کہا کہ تم نے ہمارے کفر پر کس سبب حکم کیا انہوں نے کہا
کہ تم اپنی کتاب لاؤ میں نشان دوں سعود نے کتاب پیش کی اُسمیں لکھا تھا کہ جو کوئی اموات کو نبی ہو یا ولی
غیر وقت زیارت قبر کے پکارے شرک ہے شیخ العلماء مکہ نے فرمایا کہ یہ عجب شرک ہے کہ ہر نماز میں موجود
السلام علیک ایہا النبی[۱] اگر یہ عقیدہ مسلم ہو تو سب صحابہ اور تابعین اور ائمہ مجتہدین اور جمیع افراد
امت شرک سے نجات نہیں پاتے ہیں اور دلائل قاطعہ سے قائل کیا اور سعود غصہ میں آیا اور شیخ
العلماء نے پناہ بخدا مانگی اس عرصہ میں خبر آمد لشکر ابراہیم پاشا بندر جدہ میں مشہور ہوئی کہ وہ راہی
بندر جدہ ہوا اور شیخ محفوظ رہے۔ اب جاننا چاہیئے کہ وہابیہ ہندوستان کے اُن سے بڑھکر
ہیں کہ وہ پکارنے کو غیر وقت زیارت قبر شرک کہتے تھے یہ لوگ قبر پر بھی پکارنے کو شرک کہتے ہیں اور جب
نجدیوں کو قتل اور لوٹ حرمین کی کہ وہاں اموال کثیرہ تھے منظور نظر تھی اور اُسکے لیئے کوئی تدبیر سوا
اسکے نہ تھی کہ بزرگی اور عظمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل بیت اور صلحا کی لوگوں کے دلوں سے
کم ہوا اور بزرگی آثار متبرکہ انبیا و صلحا اور توقیر حرمین قلوب عوام میں سے نابود ہو جب آمادہ قتل اور
نہیب حرمین ہوں اسلیے بہ بہانہ کفر اور شرک ایسی باتیں کہنی شروع کیں کہ جن سے محبت اور عظمت
اُن کی کم ہو اور لوگ واسطے اجتناب کے شرک سے اُن باتوں سے پرہیز کریں اور اُن کو اپنی عقل سے
مدلل کیا اور احادیث کے ساتھ برخلاف علمائے اہل سنت کے تاکہ جلد لوگ دام تزویر میں گرفتار
ہوں اور عوام الناس کو اپنے ساتھ اس مذہب سے متفق کیا اور تعظیم محبت انبیا و صلحا اور اہلبیت
رسول اللہ صلعم کو کہ اصل ایمان اور واجبات سے تھی استیصال کرنا شروع کیا اسلیے کہ محبت آپکی دلیل محبت
الٰہی ہے اور محبت الٰہی فرض ہے جیسے حق تعالیٰ فرماتا ہے وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ یعنی جو لوگ

[۱] سلام اوپر تیرے اے نبی ۱۲

مسلمان ہیں وہ سب پر غالب رکھتے ہیں محبت خدا کو اور قُلْ اِنْ کَانَ اٰبَآؤُکُمْ وَاِخْوَانُکُمْ وَ
اَزْوَاجُکُمْ وَعَشِیْرَتُکُمْ وَاَمْوَالُ ۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ کَسَادَهَا وَ
مَسٰکِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَیْکُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ اور فرمایا پیغمبر خدا صلعم نے
کہ بندہ جب تک خدا اور رسول کو سب چیزوں سے زیادہ دوست نہ رکھے تب تک اُسکا ایمان درست
نہیں ہے۔ اور پوچھا صحابہ رضی اللہ عنہ نے رسول خدا صلعم سے ایمان کیا چیز ہے فرمایا کہ بندہ خدا اور
رسول کو سب چیزوں سے زیادہ دوست رکھے اور فرمایا پیغمبر خدا صلعم نے کہ جبتک بندہ خدا اور رسول کو اہل
اور عیال اور زر و مال اور تمام خلق سے زیادہ دوست نہ رکھے تب تک ایماندار نہیں اور ایک اعرابی نے
پوچھا رسول خدا صلعم سے کہ قیامت کب ہوگی آپنے فرمایا اُس دن کے لیئے تو نے کیا رکھا ہے اُس
نے کہا کہ نماز اور روزہ تو میں بہت رکھتا نہیں ہوں لیکن خدا اور رسول کو دوست رکھتا ہوں
فرمایا قیامت کو تو اُس کے ساتھ ہوگا جسے دوست رکھتا ہے اور یہ دعا ماثور ہے پیغمبر
خدا صلعم سے اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِیْ حُبَّکَ وحبّ من احبک وحب ما یقربنی الی حبک واجعل
حبک احب الی من الماء البارد غور کرنا چاہیئے کہ رسول صلعم طلب کرتے تھے محبت دوستان خدا کی
اور محبت اس چیز کی کہ خدا سے ملا دے اور یہ لوگ متنفر کرتے ہیں لوگوں کو محبت انبیاء اور
صلحا سے اور ظاہر کرتے ہیں اُس میں کفر اور بدعت ضلالت ناحق اور جھوٹ جیسا کہ آگے بیان
ہوگا اور ایسی ہی وارد ہیں حدیثیں صحیح محبت اور عظمت اہل بیت میں۔ اول قرآن شریف میں ہے
قُلْ لَّآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی کہ محبت رشتہ داران رسول مقبول عین مقصود ہے
اور بخاری اور مسلم میں ہے کہ جناب امام حسن رضی اللہ عنہ تھے کندھے پر رسول خدا صلعم
کے اور آپ کہتے تھے اللهم انی احبہ فاحبہ واحب من یحبہ یعنی میں دوست رکھتا
ہوں اُسکو یا الٰہی تو بھی دوست رکھ اُسکو اور دوست رکھ اُسکو جو اس سے دوستی رکھے پس جب
دعا نبی صلی اللہ علیہ وسلم مقبول ہے تو دوستان جناب امام حسنؓ محبوب خدا ہیں۔ اور فرمایا
ہے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے احبوا اللہ لما یغذوکم من نعمة فاحبونی لحب اللہ

لے کہ اے محمد صلعم اگر تمہارے باپ اور بیٹے اور بھائی اور عورتیں اور کنبا اور جو مال کہ کماتے ہیں اور سوداگری کہ جسکی بے
رواجی سے ڈرتے ہو اور مکانات کہ جنکو پسند کرتے ہو دوست زیادہ ہیں اللہ اور رسول سے اور اس کی راہ میں لڑنے سے
تو منتظر رہو جب تک اللہ حکم بھیجے ۲ سہ یا الٰہی دے مجکو محبت اپنی اور اُسکی جو دوست رکھے تجھ کو اور محبت اُس چیز کی جو قریب

واحبوا اھل بیتی لحبی یعنی اول دوست رکھو خدا کو بسبب نعمت کے اور دوست رکھو مجھکو بسبب محبت خدا کے اور دوست رکھو اہلبیت میرے کو بسبب محبت میری کی اور فرمایا کہ احبنی کان معی فی الجنة جو مجھے دوست رکھے گا ہوگا میرے ساتھ جنت میں پس محبت انکی مدار صحت ایمان ہے اور باعث دخول جنت اور اہانت اُن کی باعث کفر جیسا کہ حدیث میں ہے من اھاننی فقد اھان اللہ ومن اھان اللہ فقد کفر یعنی جس نے میری اہانت کی خدا کی اہانت کی اور جسنے خدا کی اہانت کی بیشک کافر ہوا اور یہ شعار اور وعظ ان وہابیوں کا ہے کہ کبھی آیات اور احادیث فضائل اہلبیت اور جناب رسالت مآب صلعم کے نہیں کہتے اگر بیان کریں گے تو بعض آیتیں[1] ایسی بیان ایسا کچھ کرینگے جس سے محبت اور عظمت رسول اللہ صلعم اور اہلبیت اور صحابی کی عوام کے دلوں میں سے جاتی رہے مثلاً کہتے ہیں قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اور قُلْ لَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ اور قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ اور حدیث لا ادری انا رسول اللہ ما یفعل بی ولا بکم اور حدیث یا بنی کعب انقذوا انفسکم من النار لا املک لکم من اللہ شیئا اور یا فاطمة انقذی نفسک من النار سلینی ما شئت من مالی لا اغنی عنک من اللہ شیئا اسکے پڑھکر کہتے ہیں کہ وہ کسیکی کچھ کام قیامت کو آوینگے نہ یہاں مالک نفع اور ضرر ہیں اور نہ اُن کو کچھ حال غیب معلوم ہے ایک بشر تھے مانند ہمارے ہمکو اُن کی تعظیم برابر بڑے بھائی کے کافی ہے مانند کہ رسول اور دھنڈوریوں کے احکام الٰہی جو ہمکو پہنچادئے اُن پر عمل کرنا چاہئے انکی محبت اور تعظیم کچھ ضرور نہیں اور یہ بیان انکا سراسر گمراہی ہے اسلئے کہ اس قسم کا کلام آپکا خواہ بتعلیم خدا تعالیٰ ہو یا از خود وہ الیسا ہے جیسے کوئی وزیر کمال معتمد اور مقبول القول اور مشیر بادشاہ کا کہے کہ مجھے کچھ اختیار سلطنت میں نہیں نہ مالک ہوں بادشاہ کو اختیار ہے جو چاہے کرے اس کہنے سے کوئی یہ نہیں سمجھتا کہ اسکو احکام وزارت میں جو متعلق سلطنت ہیں کچھ دخل نہیں یا اسکے کہنے کو دربار شاہی میں کچھ اثر نہیں اس سے ملاقات ترک کرنی اور رجوع معاملات میں چھوڑنی چاہئے بلکہ اسکے کہنے کو

---

[1] کہ سوا اسکے نہیں کہ میں بھی مثل تمہارے آدمی ہوں وحی آتی ہے مجھ پر ۱۲ ۔ کہ اگر مجھکو علم غیب ہوتا تو بہت سی نیکیاں جمع کر لیتا اور نہ لگتی مجھ کو برائی ۱۲ ۔ کہ نہیں ہوں مالک بھلا اپنے نفس کے نفع اور ضرر کا مگر جو کچھ چاہے اللہ نہیں جانتا میں باوجود یکہ میں اللہ کا رسول ہوں کہ کیا معاملہ ہوگا میرے اور تمہارے ساتھ ۱۲ ۔ قال فی التفسیر الاحمدی ان آیة قل ما کنت بدعا من الرسل ادری ما یفعل بی ولا بکم مکث مسلم [illegible] ثم نسخ یوم الفتح عام الحدیبیة [illegible]

[illegible] ۔ فی الکشاف ۱۲ ۔ اور بنی کعب بچاؤ اپنے نفسوں کو دوزخ سے میں نہیں مالک [illegible]

کمال علو حوصلہ اور اطاعت اس نذیر پر عمل کرکے ویسی ہی تعظیم اور توقیر اسکی کرتے ہیں اور اپنے کاموں میں اسی کی طرف رجوع رکھتے ہیں اسی جہت سے صحابہ کرام نے بعد نزول ان آیات اور فرمانے ان احادیث کے محبت اور تعظیم رسالت میں کمی نہیں کی۔ اور اہانت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باتفاق علما کفر ہے خواہ صریحاً ہو یا ضمناً اور التزاماً یا اشارتاً اور کنایۃً اور یہ مضمون ان آیات اور احادیث سے سمجھنا غلط فہمی انکی ہے علم غیب کا پیغمبر خدا صلعم کو قرآن اور احادیث سے ثابت ہے۔ قرآن میں ہے کہ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ یعنی نہیں مطلع ہوتا اوپر غیب خدا کے کوئی مگر رسول کہ راضی ہو جس سے[1] آگے بیان اس آیت کا آویگا۔ اور تفسیر عزیزی میں مفصل لکھا ہے[2] اور حدیث عُلِّمْتُ علم الاولین والاخرین یعنی دیا گیا میں علم اگلے اور پچھلوں کا وان اللہ زوی لی الارض فرأیت مشارقہا ومغاربہا یعنی پیش کی خدا نے واسطے میرے زمین پس دیکھی میں نے تمام مشارق اور مغارب اسکی گواہ صادق موجود اور کام آنا پیغمبر خدا صلعم کا قیامت میں احادیث صحیحہ سے بخوبی ثابت ہے واسطے ذوی القربیٰ کے کیا بلکہ تمامی امت کے اور جمیع بنی آدم کے جیسے صحیح مسلم میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انا اول شافع واول مشفع[3] وادم ومن دونہ تحت لوائی اور فرمایا ہے اول من اشفع من امتی اھل بیتی ثم بنو ھاشم ثم الاقرب فالاقرب[4] اور مالک ہونیکا حال یہ ہے کہ بخاری اور مسلم میں یہ حدیث موجود ہے کہ فرمایا آنحضرت صلعم نے اوتیت بمفاتیح خزائن الارض فوضعت فی یدی اور دوسری روایت میں ہے کہ اعطیت الکنزین الاحمر والابیض[5] اور معنی ان حدیثوں اور آیتوں کے آگے بیان ہوں گے کہ یہ فرمانا کمال علو حوصلہ ہے آپکا اور بیان ہے مرتبہ احکم الحاکمین کا اور جو کچھ یہ وہابیہ کہتے ہیں مراد نہیں ہے یہ فہم انکا غلط ہے بقول سعدی ؎ چشم بد اندیش کہ برکندہ باد ؛ عیب نماید ہنرش در نظر ؛ مگر جب فصل مقوم اس مذہب کے اور مذاہب کے توہین اور تحقیر انبیاء اور صلحاء ہے لہذا انکو کوئی بات سوائے اہانت کے جو اصل بے ایمانی اور ضلالت کی ہے نہیں سوجھتی ہے پس جب ثابت ہوا کہ محبت انبیاء اور اہل بیت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور جمیع صلحاء جز ایمان کی ہے اور

[1] اور اسی طرح فرمایا ہے اور مقام پر قرآن میں وما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء ۱۲ منہ مغفرلہ

[2] یعنی شاہ صاحب نے اس آیت کی تفسیر میں مفصل حال لکھا ہے اور غیب کے اقسام بھی لکھے ہیں غرض مراد التوضیح فلیرجع الیہ ۱۲ منہ

[3] یعنی میں سب سے پہلے شفاعت کرونگا اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول ہوگی اور آدم اور ان کے سوا میرے جھنڈے کے نیچے ہونگے ۱۲ منہ

[4] سب سے پہلے میں اپنی امت میں شفاعت اپنے اہل بیت کی کرونگا پھر بنی ہاشم کی پھر مرتبہ بمرتبہ جو قریب زیادہ ہے ۱۲ منہ

[5] دیا گیا مجھکو خزانے زمین کے خزانوں کی کنجیاں ... ہاتھ میں ... جنکو دو خزانے ایک سرخ اور ایک سفید ۱۲ منہ

اور سبب داخل ہونے جنت کا اور باعث حشر کا ہے ساتھ اُن لوگوں کے کہ صحیحین میں موجود ہے
المرء مع من احب یعنی حشر آدمی کا جسکو دوست رکھے اُسکے ساتھ ہوگا اسی سبب سے لحاظ رکھتے تھے
اور محبت آنحضرت صلعم کا صحابۂ کرام جیسا کہ ترمذی میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے مقرر کئے واسطے اُسامہ کے
تین ہزار پانسو درہم اور واسطے عبداللہ ابن عمر کے تین ہزار درہم پس کہا عبداللہ نے اپنے باپ سے
کیوں فضیلت دی آپ نے اُسامہ کو مجھ پر قسم خدا کی نہیں سبقت کی اُسامہ نے مجھ پر کسی مشہد میں پس فرمایا
حضرت عمرؓ نے انّ زید کان احبّ الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ابیك وکان اسامۃ
احب الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منك فاثرت حب رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم علی حبی اس جگہ سے معلوم ہوتا ہی کہ دوستان خدا اور رسول سے سلوک ہونا اپنی اولاد سے
زیادہ سنت خلفائے راشدین ہے اور اموات سے بجز ایصال ثواب اور کوئی صورت سلوک نہیں
منع کرنا اسکا قطع محبت خدا اور رسول کرنا ہے اور دیکھنے سے معلوم ہوتا ہی کہ اصحاب کبار کو کسقدر محبت
اور کس مرتبہ میں تعظیم اور تکریم رسول مقبول مد نظر تھی کہ باوجود نثار کرنے جان اور مال و زن و فرزند کے
اور چھوڑنے گھربار کے اپنے پیچھے کسقدر مودب حضور رسول اللہ صلعم میں بیٹھتے تھے کہ کانما علی رؤسنا
الطیر کتب حدیث میں موجود ہے اور بمقتضائے کمال ادب اور تعظیم کے ہر وقت چہرۂ مبارک
کو دیکھتے رہتے تھے کہ کسی بات سے کسی طرح خاطر اقدس میں ملال نہ آئے اور مبادا کسی حرکت سے
حکم آیہ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ میں نہ داخل ہو جائیں چنانچہ حدیث میں ہے
کہ حضرت عمرؓ ایک دن توریت آنحضرت صلعم پاس لائے اور پڑھنے لگے اور جناب سرور کائنات
صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ اقدس سے آثار غضب ظاہر ہوئے تو حضرت صدیق اکبرؓ نے حضرت عمرؓ
سے کہا ثکلتك الثواكل اما ترى الى وجه رسول الله صلعم اور عمرؓ نے چہرۂ مبارک غضبناک
دیکھکر کہا اعوذ باللہ من غضب اللہ وغضب رسولہ امنت باللہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد
صلعم نبیا اور فرمایا آنحضرت صلعم نے کہ اگر تم پاتے موسے کو تو چھوڑ دیتے مجھ کو اور گمراہ ہو جاتے

---

۱ تحقیق زید عزیز زیادہ تھا رسول اللہ کو تیرے باپ سے اور اسامہ عزیز زیادہ تھا تجھ سے رسول اللہ کو پس غالب رکھا میں نے محبت رسول
اللہ کو اپنی محبت پر [illegible]
[illegible]
[illegible]

ولو کان موسیٰ حیاً ما وسعہ الا اتباعی[۱] پس وہ لوگ بڑے جاہل اور ناداں ہیں کہ کلمات
متضمن اہانت نسبت ایسے جناب کے منہ سے نکالتے ہیں اور محبت اور عظمت ایسے رسول مقبول
اور اُن کے دوستداروں کی لوگوں کے دلوں میں سے گھٹاتے ہیں کہ کوئی نادان نسبت بڑے بھائی کی کہتا ہے
اور کوئی مثل ڈھنڈوریوں اور ہرکاروں کے پیغام رساں زبان پر لاتا ہے کیا نہیں پڑھتے آیہ یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ
اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا وَلِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ یعنی اے مسلمانوں
مت کہو راعنا اور کہو انظرنا اور سنتے رہو اور کافروں کو عذاب دردناک ہے۔ غور کریں اگرچہ کافر راعنا
کی جگہ راعینا بولا کرتے تھے مگر بیان واقعی تھا کچھ غلط نہ تھا اور مسلمان فقط راعنا کہتے تھے اور جو غرض کافروں
کی تھی وہ بھی مسلمانوں کے دل میں نہ تھی پھر وجہ ممانعت بجز اس کے کہ ایک شبہ اہانت کا قول
کافروں سے کہ راعنا سے راعینا مراد رکھتے تھے پیدا ہوتا تھا مسلمانوں کو ممانعت ہوئی کہ تم رعنا نہ کہو
پس جب حق تعالیٰ نے کلمہ شبہ اہانت سے بھی مسلمانوں کو اپنے نبی کی نسبت منع فرما دیا اور
کافروں کو عذاب سخت کے ساتھ تہدید کی باوجودیکہ وہ کلمہ بیان واقعی تھا پھر اُن کو ایسے کلمات[۲]
کہنے باوجود دعوی ایمان کیونکر زیبا ہیں اگر غور کریں تو در پردہ مخالفت حکم خدا اور اہانت الٰہی کرتے
ہیں کہ ضرب الغلام اہانۃ المولیٰ مشہور ہے کیا نہیں پڑھتے آیہ مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ یَاْكُلُ الطَّعَامَ
وَیَمْشِیْ فِی الْاَسْوَاقِ کیسی باتیں واقعی کہنے والوں کو گمراہ فرمایا اُنْظُرْ كَیْفَ ضَرَبُوْا لَكَ
الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا چاہیئے ہر مسلمان کو کہ اہانت صریح اور ضمناً اور اشارۃً اور التزاماً وغیرہ سب سے
پرہیز کرے کہ اہانت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی طرح پر ہو کفر لازم آتا ہے چنانچہ بعض آیات میں
توبیخ واقع ہے بے ادبی کرنے والوں پر جیسے کہ تفسیر عزیزی میں ہے کہ آدمی شرافت اور مال و[۳]
جاہ پر مغرور نہ ہو اور رسم مقربان الٰہی سے درست رکھے کہ آنحضرت صلعم نے بموجب حکم

---

[۱] اور اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو اُن کو بھی سوائے میری اطاعت کے کچھ بن نہ آتا ۱۲ منہ [۲] اور بخاری میں ہے کہ حضرت عروہ بن مسعود نے اپنے اصحاب سے کہا لقد وفدت علی الملوک ووفدت علی قیصر وکسری والنجاشی واللہ ان رأیت ملکا قط یعظمه اصحابه ما یعظم اصحاب محمد محمدا واللہ ان تنخم نخامة الا وقعت فی کف رجل منهم فدلک بها وجهه وجلده واذا امرهم ابتدروا امره واذا توضأ کادوا یقتتلون علی وضوئه واذا تکلم خفضوا اصواتهم عنده وما یحدون الیه النظر تعظیما له ۱۲ منہ [۳] مولانا شاہ عبد العزیز صاحب نے استفسار تبرکات و آثار صالحین کی تعظیم میں [illegible] کہ تبرک آثار صالحین سے [illegible] قابل استفسار نیست محبت با کسیکہ واجب التعظیم است باعث تعظیم محبت و تعظیم آثار و منسوبات او میگردد و تہاون و عدم اعتنا بآن دلیل است بر عدم محبت با [illegible] [illegible]

وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ ۔ کے کوہ صفا پر چڑھکر سب کو نام بنام بلایا اور عذاب خدا سے
ڈرایا تو ابولہب نے کہا تبا لک اسکے جواب میں سورہ تبت یدا ابی لہب نازل ہوئی اور جب کفار مکہ نے بعد
وفات حضرت طیب و طاہر صاحبزادوں کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتر کہا اسکے جواب میں فرمایا اِنَّ شَانِئَكَ
هُوَ الْأَبْتَرُ اور جب ابوجہل نے بے ادبی کی اور کہا کہ محمد صلعم جس وقت سجدہ کریں گے تو اُن کی گردن پر
پاؤں رکھوں گا اور گردن کاٹوں گا اور نماز سے مانع آیا اُس کے واسطے حق تعالی نے فرمایا لَئِنْ
لَّمْ يَنْتَهِ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ۱۲ اور جنگ بدر میں عبداللہ بن مسعود
اُس کا سر کاٹ کر بال پیشانی کے پکڑ کر کھینچے ہوئے لائے اور کان چھید کر ایک رسی باندھکر مقتل
سے کھینچتے ہوئے ایک کنوے ناپاک میں ڈالا اور جب کہا اُس جاہل نے کہ میری مجلس کے
حاضر باش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کافی ہیں تو فرمایا کہ فَلْيَدْعُ نَادِيَهُ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ
اور اسی طرح سورہ نون کی تفسیر میں لکھا ہے کہ جب ولید ابن مغیرہ نے ایک طعن کیا کہ رسول مقبول صلعم
کو مجنون کہا حق تعالی نے اُسکو دس طعنوں سے یاد فرمایا حَلَّافٍ مَّهِينٍ هَمَّازٍ مَّشَّاءٍ بِنَمِيمٍ مَّنَّاعٍ
لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ عُتُلٍّ بَعْدَ ذَٰلِكَ زَنِيمٍ اور پھر فرمایا سَنَسِمُهُ عَلَى الْخُرْطُومِ اور جنگ بدر
میں یہ فرمانا متحقق ہوا کہ اُسکی ناک پر زخم شمشیر آیا اور اچھا نہوا اُسی غم سے مکہ میں مرا پس جب
حق تعالی نے براہ عدل موذیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بدی کے بدلے دس میں پکڑا
لہذا جو لوگ کہ محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم او خدمت میں مصروف ہے ہیں ایک نیکی کا دس گنا
انعام ملیگا اسی سبب سے حدیث میں آیا ہے مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ وَاحِدَۃً صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ عَشْرًا اور اس
خاک پائے امت رسول الثقلین کو یوں القا ہوتا ہے کہ ہر بدی کا بدلہ برابر اور ہر نیکی کا دس حصہ
زیادہ ہے جَزَاءُ سَيِّئَةٍ مِثْلُهَا ۔ وَمَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا اور فرمایا
ہے مگر طعن اور تحقیر انبیا او صلحا کے باب میں ہر بدی کا بدلہ دس گنا ہے اس لیے کہ غیرت الہی

ف۱ ڈرا اپنے رشتہ داروں کے گروہ کو ۱۲ منہ ف۲ تحقیق دشمن تیرا وہی ہے دم کٹا ۱۲ منہ ف۳ اگر باز نہ آوے گا تو ہم گھسیٹینگے چوٹی پکڑ
کر جو ہے گنہگار ۱۲ ف۴ پس چاہیے کہ بلاوے اپنی مجلس کو ہم بلاتے ہیں فرشتگان عذاب کو ۱۲ ف۵ بہت قسمیں کھانیوالا حقیر طعنہ
دینا پھرتا چغلی کرتا بھلے کام سے روکنا حد سے بڑھنا بڑا گنہگار بد خو سب کے پیچھے بدنام ۱۲ منہ ف۶ جو شخص درود بھیجے مجھپر ایک دفعہ رحمت
بھیجتا ہے اللہ اسپر دس مرتبہ ۱۲ منہ ف۷ بدلا برائی کا برائی ہے ویسی ہی ۱۲ منہ ف۸ اور جو کوئی لاوے ساتھ نیک کام کے اسکے لیے اجر دس گنا ہے ۱۲ منہ

مقتضی اسکو نہیں ہے کہ کوئی اُسکے رسولوں اور دوستوں سے طعن اور اہانت پیش آئے کہ اہانت
رسولوں اور دوستوں خدا کی اہانت الٰہی ہے کہ کافر کردیتی ہے اور اس قسم کی اور بھی آیتیں ہیں گی
کہ جس سے اہانت اور تحقیر کا کلمہ منہ سے نکالا سزایاب ہوا اور اسی جگہ سے فقہا نے لکھا ہے کہ استہزاء
اور استخفاف بانبیاء علیہم السلام کفر ہے۔ مرتد اور واجب القتل ہے جو یہ حرکت کرے جیسا کہ عینی
شرح کنز اور درر غرر میں ہے من[1] سب النبی صلعم یکفر فیقتل حدا و لا یقبل توبته اصلا
اور تاتارخانیہ میں ہے من[2] عاب نبیا النبی او لم یرض بسنة نبی من مرسلین فقد کفر
حکی ان رجلا قال لرجل احلق راسك واقلم اظفارك فان هذا سنة رسول الله صلی الله علیه
وسلم فقال ذلك الرجل لا افعل وان كان سنة فقد كفر اور ایسا ہی درمختار میں ہے
یقتل[3] و لا یقبل توبته ومن شك فی كفره فقد كفر وكذلك الاستهزاء والا
ستخفاف به علیه السلام اور ایسا ہی تحفة الاخیار اور غرة الانظار اور منح الغفار اور اساس الدین
میں ہے اور شفا میں لکھا ہے کہ من[4] سب النبی صلعم او عابه او الحق به نقصا فی نفسه او
نسبه او دینه او خصلة من خصاله او عرض به او شبهه بشئ علی طریق الازراء علیه او التصغیر لشانه
فهو ساب والحكم فیه القتل اور چلپی حاشیہ شرح وقایہ میں ہے قد[5] اجتمعت الامة علی ان استخفاف
نبی من الانبیاء کفر سواء فعله فاعل ذلك استحلالا ام فعله معتقدا لحرمته لیس
بین العلماء خلاف فیه اور نوادر الفتاوی میں ہے کہ پیغامبر را بعیب و نقص یاد کند اگرچہ اندک
بود کافر شود۔ ولان تعظیمهم من اصل کبیر من الاصول فی الدین اور چلپی میں لکھا ہے من[6] عیر
علیه السلام بشئ مما اجرى الله علیه من البلاء والمحنة او استحقره علیه السلام
ببعض العوارض البشریة الجائزة والمعهودة لدیه فهو ساب له حکم القتل

[1] جس شخص نے بُرا کہا نبی صلعم کو کافر ہوا اسے قتل کیا جاوے اور نہیں قبول ہوتی توبہ اُس کی بالکل ۱۲ منہ [2] جس کسی نے عیب لگایا کسی نبی کو رسولوں میں سے بیشک کافر ہوا اس لئے کہ کہا ایک آدمی نے دوسرے آدمی سے کہ منڈوا سر اپنا اور کتروا ناخن اپنے یہ سنت رسول اللہ کی ہے اور اُس نے کہا کہ میں ایسا نہ کرونگا اگرچہ سنت ہو بیشک کافر ہوا ۱۲ منہ [3] قتل کیا جاوے اور نہیں قبول ہوتی توبہ اُسکی اور جس نے شک کیا اُسکے کفر میں وہ بھی کافر ہوا اور اسی طرح کافر کرتا ہے مذاق کرنا اور ہلکا جاننا شان رسول اللہ کو ۱۲ منہ [4] اور جس نے بُرا کہا نبی کو یا عیب لگایا آپ کو یا لگایا کوئی نقص آپکی ذات میں یا نسب میں یا دین میں یا خصلت میں یا عزت میں یا تشبیہ دی ساتھ کسی چیز کے اس طرح پر کہ اس میں آپ کے معائب نکلتے ہوں یا آپکی شان ہلکی ہوتی ہو پس اس شخص نے بُرا کہا نبی کو اور حکم اسکا یہ ہے کہ قتل کیا جاوے ۱۲ منہ [5] تحقیق جمع ہوئی ہے امت اس بات پر کہ ہلکا اور حقیر جاننا کسی نبی کا انبیا علیہم السلام سے کفر ہے برابر ہے کہ فاعل اسکا کام اس کو حلال سمجھے یا معتقد حرمت ہو اور اس میں علما کا خلاف نہیں ہے ۱۲ [6] جو کوئی عار دیوے نبی صلعم کو ساتھ کسی چیز کے ان چیزوں میں سے کہ جاری کی ہیں اللہ نے اوپر آپ کے بلا و محنت سے یا حقیر جانے آپ کو ساتھ بعض عوارض بشریہ جائزہ کے کہ آپ اسکو ہمیشہ کرتے تھے وہ شخص سب کرنیوالا ہے حکم قتل کا ہے

اور اس کے لیے توبہ نہیں اور ان سب باتوں پر اجماع ہے علماء کا اصحاب کی طرف سے اور ایسا ہی کہا ہے امام مالک رح اور لیث رح اور امام احمد رح نے اور بھی

ولا توبة له وهذا كله اجماع من العلماء من لدن الصحابة هلم جرا قال خلف مالك والليث واحمد واسحاق وهو مذهب الشافعي ومقتضى قول ابي بكر ومثله قال ابو حنيفة والثوري والاوزاعي اور کہا امام ابو یوسف نے کہ اگر بولا کوئی کہ نبی صلعم دوست رکھتے تھے کدو کو اور دوسرا بولا کہ میں دوست نہیں رکھتا پس یہ کفر ہے ومن قذف ام النبي صلعم يقتل[ف] ولا توبة له اور اسی چلپی میں ہے ومن قال هزم النبي صلعم في بعض غزواته يستتاب فان تاب فيها والا قتل لانه انتقص شانه اور اشباہ النظائر میں ہے لا تصح ردة السكران الا الردة بسبب النبي صلعم فانه يقتل ولا يعفى عنه آور اب لوگ بجز اس بات کے کہ جس میں اہانت نکلے اور محبت زائل ہو تحریف معانی آیات قرآن وحدیث کچھ نہیں بیان کرتے۔ لہذا چند آیات کلام مجید اور بعض احادیث صحیحہ کو جنسے عظمت انبیا و صلحا اور اہلبیت سب پر ظاہر ہوا اور دلوں میں عوام کے محبت پیدا ہو لکھی جاتی ہیں اگرچہ آپکی مدح وثنا اس مرتبہ نہیں کہ کوئی بشر ادا کر سکے یا کسی قلم سے تحریر ہو سکے اسلیئے کہ تمام قرآن میں آپکے صفات حمیدہ جابجا مذکور ہیں اور جسکا خدا تعالی مداح ہو دوسرے کا کیا رتبہ کہ انکی ثنا لکھ سکے مگر واسطے عوام الناس کے ذریعہ سعادت اور نجات کا سمجھ کر کچھ آئتیں اور حدیثیں لکھی جاتی ہیں۔ اول تو حق تعالی نے اپنی محبت اور اطاعت کو منحصر کیا ہے جناب رسالت مآب صلعم کی محبت اور اطاعت میں کیتنی بڑی عظمت ہے قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ اور لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ اب دیکھیں کہ یہ مرتبہ ہرکارہ اور ڈھنڈورئے کا ہوتا ہے سلطنت میں یا یہ مرتبہ کمال دوست اور معتمد کا مثل وزیر اور ولیعہد کے اور فرمایا ہے فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا یعنی قسم ہے تیرے رب کی یہ مسلمان نہوینگے جب تک حاکم نہ کریں تجھ کو اپنے جھگڑوں میں اور پھر نہ پائیں کچھ حرج اپنے دل میں تیرے فیصلہ سے اور قبول کریں اسکو بخوشی

[ف] اور جس شخص نے دشنام دی یا تہمت لگائی والدۂ نبی م کو قتل کیا جاوے اور اسکے لیئے توبہ نہیں ۱۲ منہ [ف] اور جس شخص نے کہا کہ بھاگے نبی صلعم بعض لڑائیوں میں سے تو چاہیئے کہ توبہ کرے اگر توبہ کی فبہا ورنہ قتل کیا جاوے اسلئے کہ اس نے گھٹادی شان نبی صلعم کی ۱۲ منہ [ف] نہیں جائز مرتد کہنا نشہ والوں کا مگر جائز ہے مرتد کہنا نبی صلعم کے برا کہنے والے کو پس وہ قتل کیا جاوے اور یہ قصور اس کا معاف نہوگا ۱۲ منہ [ف] کہہ اگر دوست رکھتے ہو تم اللہ کو پس اطاعت کرو میری دوست رکھیگا تم کو اللہ ۱۲ منہ [ف] اور واسطے تمہارے بیچ رسول اللہ کے پیروی ہے اچھی ۱۲ منہ

اور در باب تعلیم اور تکریم کے فرمایا ہی وَإِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ إِن كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِندِكَ فَأَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَاءِ أَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنتَ فِيهِمْ

یعنی کافر کہتے ہیں کہ اے خدا اگر یہ دین سچ ہی تو ہمپر پتھر برسا آسمان سے یا عذاب کر دردناک اور نہیں ہے اللہ کہ عذاب کرے اُنپر اور تو اُن میں موجود ہو۔ اب دیکھیں کہ کس قدر حق تعالی کو پاس خاطر اور تکریم اپنے رسول کی منظور ہے کہ اُن کے سبب کافروں پر عذاب نہیں آتا۔ یہ مرتبہ نزدیک بادشاہوں کے بڑے معتمدین اور عزت والوں کا بھی نہین ہوتا ہے کہ اُن کے پاس سے یا اون کے گھر سے کسی دشمن یا مجرم کو گرفتار عذاب نہ کریں بسبب اُن کی عزت کے ہرکاروں اور ڈھنڈوریچوں کیا رتبہ ہی اور فرمایا ہی۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُولِهِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝ اے ایمان والو نہ آگے بڑھو خدا اور رسول خدا صلعم سے چلنے میں اور مجلس میں اور ڈرو خدا سے تحقیق اللہ سنتا دیکھتا ہی اور يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَن تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ۝۔ اے ایمان والو نہ بلند کرو آواز اپنی آواز رسول اللہ صلعم اور نہ پکارو مانند پکارنے ایکدوسرے کے آپس میں مبادا نابود ہو جاویں عمل تمہارے بسبب بے ادبی کے اور تم بے خبر رہو۔ إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِندَ رَسُولِ اللّٰهِ أُولٰئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَىٰ لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ ۝ یعنی جو لوگ پست کرتے ہیں آواز اپنی نزدیک رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ لوگ ہیں کہ آزمایا اللہ نے اُنکے دلوں کو واسطے پرہیزگاری کے اور اُن کے لیے مغفرت ہی اور نیک بڑا۔ پس جو لوگ کہ واسطے تعظیم سالت اور آداب پیغمبر خدا صلعم کے سامنے پست آواز سے بولتے تھے اُنکے لئے وعدہ مغفرت اور عطائے اجر عظیم کا فرمایا۔ اور یہ

لہ بخاری میں حضرت عمر سے مروی ہی کہ کہا اُنہوں نے دو آدمیوں سے کہ طائف کے رہنے والے تھے اگر تم شہر کے رہنے والے ہوتے تو میں تم کو بہت مارتا بلند کرتے ہو آوازیں اپنی تم نے مسجد رسول اللہ صلعم میں اور حضرت ابوبکر سے مروی ہی کہ کہا اُنہوں نے نہ چاہیے بلند کرنا آواز کا نبی صلعم پر نہ زندگی میں نہ بعد ممات اور روایت ہی حضرت عائشہ رض سے کہ وہ سنتی تھیں آواز کھونٹی کی کہ گاڑی جاتی تھی اور میخ کہ ٹھونکی جاتی تھی بعض گھروں میں جو گرد مسجد نبوی کے ہیں پس بھیجا اُنہوں نے کسی کو ان کے پاس کہ نہ اذیت دو رسول صلعم کو اور حضرت علی رض نے اپنے دروازے کے کواڑ لکڑی کے نبوائی تھے اس وعید سے بچنے کے لیے اور بہ پاس ادب نبی صلعم کو اور حضرت رض کے اور جسوقت مناظرہ کیا ابو جعفر نے امام مالک رح سے مسجد نبوی میں پس کہا امام مالک رحمہ اللہ نے اے امیر المومنین نہ بلند کر آواز اپنی اس مسجد میں تحقیق اللہ تعالی نے ادب سکھایا ایک قوم کو کہ نہ بلند کرو آواز اپنی نبی کی آواز پر اور بیشک حرمت نبی کی بعد ممات کے مثل حرمت نبی کے ہی بحالت زندگی پس چپ ہوا ابو جعفر اور کہا اے ابو عبداللہ متوجہ قبلہ ہو کر ۴

تعظیم واجب ہے حیاً و میتاً فی البخاری ان عمر رض قال لرجلین من اهل الطائف لو کنتما من اهل البلد لاوجعتکما ضرباً ترفعان اصواتکما فی مسجد رسول الله صلی الله علیه وسلم وعن ابی بکر الصدیق رض قال لا ینبغی رفع الصوت علی نبی حیا ولا میتا۔ وروی عن عائشة رض انها کانت تسمع صوت وتد یوتد والمسمار یضرب فی بعض الدور المطیفة بمسجد النبی صلعم فترسل الیهم لا تؤذوا رسول الله صلی الله علیه وسلم وما عمل علی رض مصراعی بابه الا بالمناصع توقیا لذلک و زاد بامعه ولما ناظر ابو جعفر مالکا فی مسجد النبی صلعم فقال مالک یا امیر المؤمنین لا ترفع صوتک فی هذا المسجد فان الله تعالی ادب قوما لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی وان حرمته میتا کحرمته حیا فاستکان له ابو جعفر وقال یا ابا عبد الله استقبل القبلة وادعوا ام استقبل رسول الله صلعم فقال لم تصرف وجهک عنه وهو وسیلتک ووسیلة ابیک الی یوم القیمة بل استقبله واستشفع به فیشفعک الله قال الله تعالی ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاؤک الخ لہذا یہاں سے صاف ظاہر ہے کہ جو لوگ مراتب تعظیم اور آداب رسالت کا لحاظ رکھیں اس وعدے میں داخل ہیں برخلاف اُنکے جو بے ادبانہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو بولتے ہیں کہ اُنکے عمل نیک بھی حبط ہو جاتے ہیں۔ ان الذین ینادونک من وراء الحجرات اکثرهم لا یعقلون ولو انهم صبروا حتی تخرج الیهم لکان خیرا لهم۔ یعنی جو لوگ کہ پکارتے ہیں تجھکو حجروں میں سے وہ اکثر بے وقوف ہیں اگر صبر کرتے یہانتک کہ نکلتا تو اُن کی طرف از خود بہتر ہوتا واسطے اُن کے۔ یہ تعلیم ادب ہے خدا کی طرف سے کہ کوئی حاکم وقت اور بادشاہ کو محل سے اپنی غرض کیواسطے نہیں پکارتا ہے جب تک وہ اُنکے خود دربار میں نہ آوے ایسی ہی تعظیم رسالت چاہیئے اور فرماتے ہیں۔ وقالوا ما لهذا الرسول یاکل الطعام ویمشی فی الاسواق۔ لولا انزل الیه ملک

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۰) دعا مانگو متوجہ رسول صلعم ہو کر پس جو ابدیا امام مالک رح اللہ نے کیوں پھیرتا ہے منہ اپنا نبی سے وہ وسیلہ تیرا ہے اور وسیلہ باپ تیرے کا یعنی حضرت آدم ع کا قیامت تک بلکہ متوجہ ہو طرف آپ کے اور طلب شفاعت کر پس قبول شفاعت فرماویگا خدا جیسا کہ اللہ تعالی نے ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاؤک الخ یعنی جب ظلم کیا تھا اُنھوں نے اپنے نفسوں پر کیوں نہ آئے تیرے پاس ۱۲ ف واضح ہو کہ یہ قول امام مالک کا ابو جعفر سے ذکر کیا ہے اسکو قاضی عیاض نے شفا میں سند صحیح اور قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں اور علامہ ابن حجر نے جواہر منظم میں اور امام سبکی نے شفاء السقام میں ۱۲

نبیکون معه نذیرا او یلقی الیه کنز او تکون له جنه یاکل منها وقال الظلمون ان تتبعون الا رجلا مسحورا ۝ انظر کیف ضربوا لک الامثال فضلوا فلا یستطیعون سبیلا ۝ اور کہا کافروں نے کہ کیا حال ہے اس رسول کا کہ کھانا کھاتا ہے اور بازار میں پھرتا ہے۔ اسکے ساتھ فرشتے اور خزانہ کیوں نہیں ہے اور باغات کیوں نہیں ہیں کہ اُن میں سے کھاتا اور کہا ظالموں نے کہ تم پیروی نہیں کرتے مگر ایک آدمی جادو کئے ہوئے کی۔ پس دیکھ کہ کیسی مثالیں تجھ پر بیان کرتے ہیں پھر گمراہ ہوئے اور نہ پاوینگے رستہ۔ پس کھانا اور بازار میں چلنا اور باغات وغیرہ نہونا یہ بیان واقعی تھا کافروں کا مگر جب متضمن اہانت اور بے ادبی تھا اسلیئے توبیخ نازل ہوئی پس ایسا کلام کہ جس سے اہانت نبی پائی جائے ضمناً یا التزاماً عمداً ہو خواہ سہواً غیر واقعی ہو یا واقعی مستلزم ہے کفر کو۔ یا ایھا الذین امنوا اذا ناجیتم الرسول فقدموا بین یدی نجوٰیکم صدقة ۝ ذلکم خیر لکم واطہر ط فان لم تجدوا فان الله غفور رحیم ۝ یعنی اے مسلمانوں جب سرگوشی کرو پیغمبر خدا صلعم سے تو صدقہ دو پہلے اُس سے یہ بہتر ہے تمہارے لیئے اور پاکیزہ بات اور اگر نپاؤ تو خدا غفور رحیم ہے۔ یہ ہدایت واسطے تعظیم اور آداب سالت کے تھے خدا کی طرف سے اگرچہ پھر خصوصیت اسکی موقوف ہوئی۔ ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاؤک فاستغفروا الله واستغفر لھم الرسول لوجدوا الله توابا رحیما ۝ اور جب ظلم کیا تھا انھوں نے اپنے نفسوں پر کیوں نہ آئے تیرے پاس پس بخشش چاہتے خدا سے اور بخشش مانگتا واسطے اُن کے رسول تو البتہ پاتے خدا کو رجوع برحمت کرنیوالا اور رحیم اور وصل علیھم ان صلوتک سکن لھم طلب رحمت کرو واسطے اُنکے پس طلب رحمت تیری موجب تسکین ہے واسطے اُن کے اور ایسے ہی صحیحین میں ہے کہ فرمایا آنحضرت صلعم نے جب نماز پڑھی قبر امراۃ سوداپر کہ مسجد میں جاروب کشی کرتی تھی ان ھذہ القبور مملوۃ ظلمة علی اھلھا وان الله ینورھا لھم بصلوتی یعنی تاریک ہیں قبریں تمہاری اہل قبور پر اور روشن اور نورانی کرتا ہی الله انکو اہل قبور پر بسبب میری دعا اور نماز کے پس ظاہر ہے یہاں سے کہ توبہ و استغفار پیش صلحا موجب مقبولیت ہے اور سبب مغفرت کا بسبب اُن کے استغفار کے ورنہ کیا خصوصیت تھی کہ جاؤک فرماتے اور صل علیھم کہتے یہ رد ہی منکروں پر جو کہتے ہیں کہ خدا سب کی سنتا ہی نہ بزرگونکی کیا حاجت ہی

البتہ سنتا ہی مگر قبولیت جو انبیا اور صلحا کی دعا کو ہے وہ عوام گنہگاروں کو کہاں ہے اسی سبب سے
پیش بزرگان اور مشاہد متبرکہ پر امید اجابت دعا ہے کہ مقامات نزول رحمت الٰہی ہیں اور یہ لوگ مظہر
رحمت الٰہی اور جو لوگ تکبیر کرتے تھے دعا چاہنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے انکے لیئے فرمایا
واذا قیل لهم تعالوا یستغفر لكم رسول الله لووا رؤسهم ورأيتهم يصدون
وهم مستكبرون اور جب کہا جاتا ہی اُن کو آؤ طلب مغفرت کرے رسول واسطے تمہارے سر ہلاتے
ہیں اور دیکھا تو نے کہ رکتے ہیں اور تکبر کرتے ہیں اور یا ایها الذین آمنوا استجیبوا للہ
وللرسول اذا دعاكم لما يحييكم اے ایمان والو قبول کرو پکارنے خدا اور رسول کو جب پکارے
رسول تمکو تا زندہ کرے تمکو اور باتفاق علما اجابت واجب تھی جسوقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم پکارتے
یہ تعظیم رسالت نہیں تو کیا ہی یا ایها الذین امنوا لا تدخلوا بیوت النبي الا ان یؤذن
لكم الی طعام غير ناظرين اناه ولكن اذا دعيتم فادخلوا فاذا طعمتم فا
نتشروا ولا مستانسین لحديث ان ذلكم كان يؤذي النبي فيستحيي
منکم اے ایمان والو مت جاؤ نبی صلعم کے گھروں میں مگر جب اجازت ہو تم کو واسطے
کھانے کے اور نہ منتظر رہو پکنے کے مگر جب بلائے جاؤ داخل ہو اور جب کھا چلو نکل آؤ مت لو
مزے باتوں کے تحقیق یہ حرکت تمہاری ایذا دیتی ہے نبی کو پس وہ شرماتا ہی تمسے کہ کچھ نہیں کہتا اب
یہ کسقدر تعلیم اداب اور تعظیم نبوت اور کیسا لحاظ اور پاس تکلیف نبی صلعم ہے والذین یؤذون
رسول الله لهم عذاب الیم اور جو لوگ اذیت دیتے ہیں رسول خدا صلعم کو اُن کو عذاب دردناک
ہے چنانچہ آپنے ازواج مطہرات سے فرمایا کہ لا تؤذونی فی عائشۃ۔ اور اُنہوں نے پناہ مانگی خدا سے
آپکے اذیت دینے سے۔ پس معلوم ہوا کہ اذیت آپکی کچھ مخالفت حکم الٰہی پر منحصر نہیں کسی طرح پر اذیت
دے داخل اس آیت میں ہی اور کہیں فعل انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بسبب کمال قرب اور عظمت
کے جناب الٰہی میں فعل الٰہی فرمایا ہے ان الذین یبایعونك انما یبایعون اللہ
ید اللہ فوق ایدیهم یعنی تجھ سے بیعت کرتے ہیں بجز اس کے نہیں کہ وہ خدا سے بیعت
کرتے ہیں ہاتھ خدا کا اُن کے ہاتھوں پر ہے وما رمیت اذ رمیت ولكن الله رمی
اور تو نے نہیں پھینکے وہ کنکر جسوقت پھینکے تھے مگر وہ خدا تعالیٰ نے پھینکے تھے اور کہیں اظہار

عظمت رسالت فرمایا ہی ساتھ مغفرت اور عطائے درجات عالی کے دارین میں یبعثک ربک مقاما محمودا اور اٹھائیگا تجھکو تیرا رب مقام محمود میں کہ وہ یا مقام شفاعت کبرا ہے یا مقام وسیلہ کہ وہ تمام بنی آدم سے واسطے ایک آدمی کے ہوگا انا اعطینٰک الکوثر ہم نے عطا فرمایا تجھکو حوض کوثر یا کثرت امت ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ اور عنقریب عطا فرمائیگا تجھکو تیرا رب اسقدر عطا کہ تو راضی ہو جائیگا وللاٰخرۃ خیر لک من الاولیٰ اور البتہ دار آخرت اچھا ہے واسطے تیرے اس دنیا سے یا ہر حال پچھلا تیرا بہتر ہوگا پہلے سے انا فتحنا لک فتحا مبینا لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر ویتم نعمتہ علیک ویہدیک صراطا مستقیما وینصرک اللہ نصرا عزیزا یعنی فتح کردی ہمنے تجھکو فتح ظاہر تاکہ بخشینگے ہم تیرے گناہ اگلے پچھلے سب اور پوری کرینگے اپنی نعمت تجھپر اور دکھائینگے تجھکو صراط مستقیم اور مدد کرینگے تیری مدد عزت کی الم نشرح لک صدرک ورفعنا لک ذکرک کیا نہیں کھولا ہمنے سینہ تیرا واسطے علم و حکمت اور ایمان اور اسرارات الٰہی کے اور کیا نہیں بلند کیا ہمنے ذکر تیرا کہ اپنے نام کیساتھ ہر جگہ تیرا نام داخل کیا ہی حتی کہ کلمہ توحید میں بھی انک لعلیٰ خلق عظیم بیشک تو اوپر خلق بڑے کے ہے وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعٰلمین اور نہیں بھیجا ہمنے تجھکو مگر رحمت واسطے اہل جہان کے اسلیئے کہ آپکی برکت سے عذاب عام اس امت پر سے موقوف ہوا ہی پس کفار بھی بسبب اسکے عذاب سے دنیا میں محفوظ ہیں اور کہیں تسلی خاطر جناب رسالت مآب صلعم کے بزجر و توبیخ کفار فرمائی ہے ومن یعص اللہ ورسولہ فان لہ نار جہنم خالدین فیہا ابدا جو کوئی نافرمانی کریگا اللہ و رسول کی وہ دوزخ میں ہمیشہ رہیگا ان شانئک ھو الابتر تحقیق دشمن تیرا وہی ہے دم کٹا۔ وما انت بنعمۃ ربک بمجنون و ان لک لاجرا غیر ممنون یعنی کافر تجھکو دیوانہ کہتے ہیں تو اپنے رب کے فضل سے دیوانہ نہیں ہے۔ بے شک تیرے لیئے نیک بے نہایت ہیں اور کہیں احسان جتاتے ہیں آپکی رسالت سے لوگوںپر لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمومنین رؤف الرحیم یعنے آیا رسول تمہارے پاس تم میں سے گراں ہوتی ہے اس پر تکلیف تمہاری اور چاہتا ہے بھلائی تمہاری اور مسلمانوں پر مہربان اور رحم کرنیوالا ہی۔ اب دیکھو رؤف اور رحیم اسماء حسنیٰ میں سے ہے اور دونو نام الٰہی

میں موجود اور یہاں خدا تعالی نے انھیں ناموں کے ساتھ نبی صلعم کو خطاب فرمایا ہے یہ کیسا شرک
وہابیہ ہے کہ خدا اپنے ساتھ خود شریک ہے اور کہیں بزرگی اور عزت آپکی اظہار فرمائی ہے
وللہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین ولکن المنافقین لا یعلمون تحقیق عزت واسطے
اللہ کے ہے اور واسطے اسکے رسول کے اور واسطے مسلمانوں کے لیکن منافق نہیں جانتے یہاں بھی
حق تعالے عزت میں اپنے ساتھ رسول اللہ صلعم اور مسلمانونکو شریک کیا ہے یہ بات قابل سمجھنے کے
ہے کہ حق تعالی خود اپنے ساتھ اپنے بندوں کو اپنی صفت میں شریک کرتا ہے انا ارسلنا الیکم
رسولا شاہدا علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولا فعصی فرعون الرسول فاخذ
ناہ اخذا وبیلا یعنی بھیجا ہمنے طرف تمہارے رسول گواہ حال تم پر جیسا بھیجا تھا طرف فرعون
کے رسول جب نافرمانی کی فرعون نے رسول کی پکڑا ہمنے اوسکو وبال ہے پس اسیطرح اگر تم بھی
نافرمانی کروگے رسول کی اور وہ دعائی بد تم پر کریگا جیسے حضرت موسی نے کہا تھا ربنا اطمس علی اموالہم
واشدد علی قلوبہم فلا یومنوا حتی یروا العذاب الالیم۔ قال قد اجیبت دعوتکما تو تم بھی گرفتار عذاب ہوگے
چنانچہ قحط مکہ بسبب آپکی دعا کے ہمیشہ کے واقع ہوا انک لمن المرسلین علی صراط مستقیم
بے شک تو تحقیق رسولوں سے ہے سیدھی راہ پر یا ایہا النبی انا ارسلناک شاہدا ومبشرا
ونذیرا وداعیا الی اللہ باذنہ وسراجا منیرا اے نبی بھیجا ہمنے تجھکو شاہد امت
پہ کہ تیری غرض معروض ان کی نیک و بد میں مقبول ہے ہماری جناب میں اور خوشی سنانے والا اور ڈر
دلانیوالا اور بلانیوالا طرف خدا کے اور چراغ روشن اور کہیں ڈرایا ہے لوگونکو آپکی تکلیف دہی سے
واسطے تعظیم رسالت کے وما کان لکم ان تؤذوا رسول اللہ ولا ان تنکحوا ازواجہ
من بعدہ ابدا نہیں لائق ہے تمکو اذیت دو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم و یہ کہ نکاح
کرو ان کی بیویوں سے بعد اسکے کبھی فلیحذر الذین یخالفون عن امرہ ان تصیبہم
فتنۃ او یصیبہم عذاب الیم کہ خوف کریں نافرمانی کرنے والے حکم رسول کے
یہ کہ پہونچے ان کو فتنہ یا عذاب دردناک النبی اولی بالمؤمنین من انفسہم وازواجہ
امہاتہم نبی صلعم اولی تر ہیں اعتبار میں ان کے نفسوں سے اور ازواج مطہرات مائیں ہیں
ان کی غور کریں کہ یہ رتبہ ہر کا ہوؤں اور ڈھنڈوریوں کا ہو سکتا ہے کہ انکی بیویاں مائیں ہوں

مسلمانوں کی اور کہیں تسلی فرماتے ہیں پیشتر رسولوں مقبولوں کی اسطرح پر فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ
وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ یعنی مت گمان کر اللہ کو کہ خلاف کرے گا اپنا وعدہ رسولوں سے۔ اور کہیں تسکین خاطر کرتے
ہیں اسطرح وَاِنْ یُّکَذِّبُوْکَ فَقَدْ کَذَّبَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ
بِالْبَیِّنٰتِ وَبِالزُّبُرِ وَبِالْکِتٰبِ الْمُنِیْرِ یعنی اگر تجھکو جھٹلاتے ہیں تو غم نکر کہ تجھ سے پہلے رسولوں کو بھی
جھٹلا چکے ہیں۔ اور کہیں اسطرح فرماتے ہیں فَسَاَکْتُبُهَا لِلَّذِیْنَ ... الَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ
الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَکْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ ۱ یعنی عنقریب لکھینگے ہم
رحمت اور مغفرت کو واسطے تابعداروں نبی امی کے کہ پاتے ہیں اسکو لکھا ہوا توریت اور انجیل میں
اور کہیں تقویت فرماتے ہیں اپنے نبی کی اسطرح یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ حَسْبُکَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ
الْمُؤْمِنِیْنَ اے نبی کفایت کرتا ہے تجھکو خدا اور جو تابع ہیں تیرے مسلمانوں سے اب حق تعالے نے
یہاں اپنے ساتھ شریک کیا مسلمانوں کو کہ کفایت کرتا ہے اللہ اور مسلمان تجھکو وَلَا تَحْزَنْ عَلَیْهِمْ
وَلَا تَکُ فِیْ ضَیْقٍ مِّمَّا یَمْکُرُوْنَ یعنی غم نکھا اُن پر اور تنگدل ہو اُنکے فریب سے وَلَا یَحْزُنْکَ
الَّذِیْنَ یُسَارِعُوْنَ فِی الْکُفْرِ اِنَّهُمْ لَنْ یَّضُرُّوا اللّٰهَ شَیْئًا یعنی غمگین نکریں تجھکو وہ لوگ جو دوڑتے
ہیں کفر میں تحقیق وہ ضرر نہ پہنچا سکینگے تجھکو کچھ اور کہیں بندوبست فرمایا ہے امور خانگی کا اور تادیب فرمائی
ازواج مطہرات کی تو جانیں کہ کسقدر عنایت الٰہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حال پر مبذول ہے
اِنْ تَظٰهَرَا عَلَیْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَجِبْرِیْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمَلٰٓئِکَةُ بَعْدَ ذٰلِکَ
ظَهِیْرٌ عَسٰی رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَکُنَّ اَنْ یُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَیْرًا مِّنْکُنَّ یعنی اگر تم دونوں غلبہ
کرو گے اسپر پس تحقیق خدا اسکا رفیق ہے اسکا اور جبرئیل اور نیک بندے اور فرشتے بعد اسکے مددگار ہیں
اگر طلاق دیگا تمکو تو عنقریب رب اسکا بدلا دیگا بیبیاں اسکو بہتر تم سے یہاں بھی حق تعالی نے اپنے ساتھ
حضرت جبرئیل علیہ السلام و صلحاء مومنین رضی اللہ عنہم کو شریک فرمایا ہے غرضکہ اس قسم کی فضیلتوں اور
تسلیوں سے تمام قرآن بھرا ہوا ہے اسیطرح احادیث بکثرت ہیں جیسے صحیح مسلم میں ہے کہ فرمایا آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے انا اکثر الانبیاء تبعا ۱۲۹ و اول من یقرع باب الجنة انا سید
ولد آدم یوم القیمة و انا اول من ینشق عنه القبر و اول شافع و اول مشفع
یعنی میری امت سب نبیوں سے زیادہ ہوگی اور پہلے میں ہی دروازہ جنت کا کھٹکھٹاؤنگا اور میں سردار

اولاد آدم ہوں دن قیامت کے اور میں پہلے قبر سے اٹھونگا اور سب سے پہلے میں شفاعت کرونگا
اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول ہوگی ۔ اور فرمایا ہے رسول خدا صلعم نے کہ فضیلت دی گئی ہے
مجھے نبیوں میں چھ چیزوں میں اعطیت جوامع الکلم ونصرت بالرعب واحلت لی الغنائم
وجعلت لی الارض مسجدا وطہورا وارسلت الی الخلق کافۃ وختم بی النبوۃ یعنے
عطا کیا گیا ہوں میں جامع کلمات اور فتح دیا گیا ساتھ رعب کے اور حلال ہوا مال غنیمت واسطے میرے
اور کی گئی زمین مسجد اور پاک کنندہ واسطے میرے اور بھیجا گیا میں طرف تمام خلقت کے اور ختم ہوئی
مجھ پر نبوت اور بخاری اور مسلم دونوں میں ہے ۔ اعطیت الشفاعۃ وبینھا انا نائم رأیتنی
اوتیت بمفاتیح خزائن الارض فوضعت فی یدی یعنی دیا گیا میں شفاعت اور
میں سوتا تھا کہ دیکھا میں نے کہ دیا گیا میں کنجیاں خزانوں زمین کی پس رکھی گئیں میرے ساتھ میں اور
صحیح مسلم میں ہے ان اللہ زوی لی الارض فرأیت مشارقھا ومغاربھا وان امتی
سیبلغ ملکھا ما زوی لی منھا واعطیت الکنزین الاحمر والابیض تحقیق اللہ نے سمیٹ دی مجھ پر
زمین پس دیکھا میں نے مشرقوں اور مغربوں اوسکے کو اور البتہ امت میری پہونچیگی عنقریب ملکوں تک
کے کو جو سمیٹ دی گئی تھی مجھ پر اور دیا گیا میں دونوں خزانے چاندی اور سونے کے اور ترمذی میں ہے
بیدی لواء الحمد ولا فخر وما من نبی یومئذ آدم فمن سواہ الا تحت لوائی وانا
حبیب اللہ ولا فخر وانا اکرم الاولین والاخرین ولا فخر یعنی قیامت کو میرے ہاتھ میں
ہوگا جھنڈا حمد کا اور نہیں کہتا ہوں فخر سے بلکہ بیان واقعی ہے اور نہیں ہے کوئی آدم اور سوا اسکے مگر
ہوگا نیچے جھنڈے میرے کے اور میں دوست خدا ہوں اور نہیں کہتا تکبر سے اور میں بزرگ زیادہ ہوں
سب اگلوں اور پچھلوں کا اور نہیں کہتا تکبر سے اور دارمی میں ہے وانا قائد المرسلین ولا فخر
وان اللہ عطانی فی امتی واجارھم من ثلث لا یعمھم بسنۃ ولا یستاصلھم عدو ولا
یجمعھم علی الضلالۃ وانا اول الناس خروجا اذا بعثوا ومستشفعھم اذا
حبسوا وانا مبشرھم اذا ایسوا الکرامۃ والمفاتیح یومئذ بیدی ولواء الحمد
بیدی وانا اکرم ولد آدم علی ربی یطوف علی الف خادم کانھم بیض مکنون فرمایا پیغمبر خدا صلی اللہ
علیہ وسلم نے میں رہبر ہوں پیغمبروں کا اور نہیں کہتا فخر سے اور البتہ وعدہ کیا ہے اللہ نے مجھ سے

میری امت کے باب میں اونہیا ال کو تین باتوں سے ایک یہ کہ وہ ہلاک کرے گا اُن سب کو قحط سے اور
دوسرے یہ کہ نہ خوش کریگا اُنکو دشمن تیسرے یہ کہ متفق ہونگے گمراہی پر اور میں سب سے پہلے
نکلونگا جب اٹھائے جاوینگے لوگ اور طالب شفاعت کرنے والا ہونگا لوگوں کے واسطے جب بند
کئے جاوینگے اور میں خوشی سنادونگا لوگونکو جب ناامید ہونگے بخشش سے اور کنجیاں میرے
ہاتھ میں ہونگی اُس دن اور جھنڈا حمد کا میرے ہاتھ میں ہوگا اور میں بزرگتر اولاد آدم ہونگا خدا کے
نزدیک دوڑینگے ہزار خادم میرے روبرو گویا کہ وہ سفید موتی ہیں دارمی اور ترمذی میں ہے اکسی حلۃ من حلل الجنۃ
ثم اقوم عن یمین العرش لیس احد من الخلائق ذلک المقام غیری واذا کان یوم القیمۃ کنت امام النبیین صاحب شفاعتہم ولا فخر
فرمایا پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے پہنایا جاونگا میں لباس حلہ ہائے جنت سے پھر کھڑا ہونگا
میں دائیں طرف عرش کے نہوگا کوئی خلائق سے کہ کھڑا ہو اسجگہ پر سوا میرے اور جب ہوگا
دن قیامت کا ہونگا میں امام نبیوں کا اور شفاعت کرنے والا اُن کے اور نہیں کہتا ہوں
فخر کی راہ سے بلکہ بیان واقعی ہے اور ترمذی میں ہے لا تمس النار مسلما رانی او
رای من رانی یعنی نہ چھوڑے گی آگ کسی مسلمان کو کہ دیکھا اُس نے مجھکو یا دیکھا اوسکو جس نے
مجھے دیکھا تھا اور جنگ بدر میں فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ھذا مصرع فلان
ووضع یدہ علی الارض ھھنا وھھنا فما مات احدھم عن موضع ید رسول اللہ صلعم رواہ مسلم
یعنی یہ جگہ مرنے فلاں شخص کی ہے اور یہ جگہ مرنے فلاں کی اور رکھا ہاتھ اپنا زمین پر کہ اسجگہ
پس نہ مرا کوئی غیر جگہ ہاتھ رکھنے رسول خدا صلعم کے پس یہ خبر آئندہ اظہار اُسی علم اولین و آخرین
کا تھا اور ابی وقاصؓ سے روایت ہے صحیح بخاری اور مسلم میں کہ جبرئیل اور میکائیل دونوں
دائیں اور بائیں رسول خدا صلعم کے اشد قتال کرتے تھے بدر کے دن۔ غرض اس قسم کی
عظمت اور بزرگی سے تمام کتب حدیث بھری ہوئی ہیں اور معجزات آپکے حد سے زیادہ ہیں کس کو
طاقت ہے کہ تمام لکھ سکے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں ہے کہ ساڑھے تین سیر آٹا
آٹا جو کا تھا۔ اور سالن ایک ہنڈیا میں کہ تھوکا آپ نے اُس ہنڈیا میں اور
آٹے میں اور دعائے برکت کی اور کہا کہ روٹی پکاؤ اور ایک ہزار آدمی نے
خندق کی لڑائی میں کھایا پیٹ بھر کر اور بچ رہا۔ یہہ سب برکت آپ کے تھوکنے

اور دعا کی تھی جو کہا تھا۔ اللھم احی چنانچہ وہ حیوت ملک بہت بار آپ سے ہوئی ہو اور
اسیطرح نکلنا پانی کا آپکی انگلیوں سے جب ہاتھ پیالہ پانی میں رکھا کہ وہ پانی تمام لشکر کو کافی ہوا
اور ہوا اسکے حصہ معجزات بہت شعبی بار ان میں خطبہ کے وقت ایک اعرابی اٹھے کہ ہلک
المال وجاع العیال یعنی بمجرد ہاتھ اٹھانے کے واسطے دعا کے پہاڑ جیسی کے اٹھے اور جمعہ
بھر برابر مینہ برسا کہ پھر جمعہ کو اسی اعرابی نے کہا کہ مکانات منہدم ہوئے پھر آپ نے دعا کی کہ الٰہی
گرد مدینہ کے برسے پھر نہ برسے اسیوقت دھوپ نکل آئی۔ یہ حدیث صحیح بخاری اور مسلم میں موجود ہے
یہ اثر کسکی زبان کو ہے سوائے نیک بندوں کے انبیا اللہ صلی اللہ سے پھر آئے کیونکر طلب دعا کیجی
اور احد کے دن بلایا ایک درخت کو چلا آیا کہا چلا جا چلا گیا۔ اور اسی طرح درخت کیکر کو جب واسطے
ادائے شہادت کے بلایا آپ کے روبرو آکر تین مرتبہ گواہی رسالت پر دی اعرابی منکر رسالت
کے سامنے جب فرمایا چلا جا چلا گیا۔ رواہ الدارمی اور سلام علیک کہنا احجار اور اشجار کا متواتر
حدیثوں میں موجود ہے۔ اور اکثر صحابہ رضی اللہ سے بھی ایسی باتیں ہوئی ہیں جیسے روشن ہونا
عصا اسید بن حضیر اور عباد بن بشر کا اور زیادہ ہو جانا طعام حضرت ابو بکر صدیق رض کا
رواہ البخاری اور سفینہ مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھول گئے تھے رستہ لشکر کا زمین
روم میں پھر ڈھونڈھتے پھرتے تھے لشکر کو کہ شیر ملا انہیں کہا سفینہ نے کہ اے شیر میں مولا رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہوں اور حال میرا ایسا ہے پس پیش آیا شیر واسطے اُن کے دم ہلاتا ہوا اور
چاپلوسی کرتا ہوا کھڑا ہوا پہلو میں اور پہنچایا لشکر تک رواہ فی شرح السنہ اور حضرت عمر رض نے خطبہ
میں پکارا یا ساریۃ الجبل اور وہاں لشکر والوں نے سنا رواہ البیہقی۔ اور جو کوئی کسی مسلمان
سے اللہ کے واسطے محبت رکھے اسکے لئے فرمایا ہے رسول خدا صلعم نے کہ جانتے ہو تم کونسا کام
خدا کے نزدیک بہت بہتر ہے کسی نے کہا نماز کسی نے کہا جہاد کسی نے کہا زکوۃ۔ آپنے فرمایا کہ بہتر
کاموں کا محبت ہے واسطے خدا کے۔ رواہ ابو داؤد۔ اور فرمایا رسول خدا صلعم نے کہ نہیں کوئی
دوست رکھتا کسی بندے کو واسطے خدا کے مگر بزرگی دیتا ہے اُس کو اللہ رواہ احمد اور فرمایا
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بندے ہیں اللہ کے کہ نہ نبی ہیں نہ شہید اور رشک کرینگے اُن پر
انبیا اور شہدا قیامت میں کہا صحابہ رضی اللہ نے خبر دیجئے ہم کو کون ہیں وہ فرمایا محبت رکھنے والے

بسبب محبت خدا کے بیچ رشتہ داری اور بیچ مال بیچ کے منہ ان کے نورانی ہونگے اور
نور کے منبروں پر ہونگے اور نہ خوف کرینگے جب خوف کرینگے لوگ اور نہ غم کھاوینگے اور پڑھا یہ آیت
رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ کوئی دوست آوینا یاں کی ہم نظیر کیا کفعل اور وسعت دار اور فرمایا
دوستی رکھنی واسطے اللہ کے۔ اور روایت ہے ابو ہریرہ رض سے کہ فرمایا آنحضرت صلعم نے جنت میں ستون
ہیں یاقوت کے اور اوپر ان کے بالاخانے زبرجد کے اور دروازے کشادہ روشن مانند ستاروں درخشاں کے
پس پوچھا کون رہینگے ان میں فرمایا دوستی کرنے والے واسطے خدا کے یہ حال ہے تو دوستی انبیا
اور صلحا سے واسطے خدا کے کونسا عمل بہتر ہوگا اس سے پس لازم ہے ہر مسلمان کو کہ دوستان خدا سے
محبت پیدا کرے اور اسپر مضبوط رہے نہ یہ کہ قطع کرے محبت خدا اور رسول سے اور دوستان خدا سے
اور داخل ہوا اس آیت میں وَیَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰہُ بِہٖٓ اَنْ یُّوْصَلَ چنانچہ تفسیر عزیزی میں ہے کہ
ایک قطع تعلق روح کا ہے کہ عالم ملکوت وجبروت سے بسبب غرق ہونے کے محبت اور شہوت دنیا میں
دوسرے قطع تعلق انبیا اور مرشدوں اور واعظوں سے ہے بسبب مصاحبت کفا اور منافقین
اور مبتدعین کے اور سماعت ان کے شک اور شبہوں کی اور صحابہ اور اہل بیت کی اور محبت اور تعظیم
انہیں کے حکم میں جیسے فرمایا ہے لا تسبوا اصحابی۔ متفق علیہ یعنی میرے اصحاب
کو برا نکہو اصحابی امنة لامتی اور نسائی میں ہے اکرموا اصحابی فانہم خیارکم
یعنی تعظیم اور توقیر کرو میرے اصحاب کی زندگی میں اور بعد موت کے کہ وہ برگزیدہ امت ہیں۔ اور
ترمذی میں ہے کہ جس نے دوست رکھا انکو پس میری محبت سے دوست رکھا اور جس نے بغض
کیا ان سے مجھ سے بغض کیا اور جس نے اذیت دی انکو مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت
دی خدا کو ایذا دی اور جس نے خدا کو ایذا دی پکڑا جاویگا کہ فرمایا ہے حق تعالے نے
اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَہُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَہُمْ عَذَابًا
مُّہِیْنًا یعنی جو لوگ ایذا دیتے ہیں خدا اور رسول اسکے کو لعنت کی ہے اللہ نے انپر دنیا اور آخرت میں

---

[1] اور آثار محبت سے ہیں تعظیم سے نام لینا اور ذکر خیر احوال عبادت اور امانت وفا انہی کا لوگوں میں کرنا اور منقبت
اور خیرات ان کی طرف سے کرنا الیسب ہا عز اعمال میں سے ۔ ۱۲ منہ

دوستوں کی اور اس چیز کی جو قریب کرے تیری محبت سے اور احب الاعمال الی اللہ الحب فی اللہ
یعنی بہت دوست کاموں کا خدا کے نزدیک محبت کرنی ہے واسطے اللہ کے اور مولوی رفیع الدین
صاحب نے اپنے رسالہ اسرار المحبۃ میں لکھا ہے المحبۃ مع الاحیاء الحاضرین نافعۃ عاجلا و اجلا
واما مع الاموات فنافعۃ فی الآجل بشرط الاھلیۃ والایمان واما فی العاجل فبشرط
دوام التوجہ وتخلیۃ القلب معہ فی الخلوات وعند اومۃ ذکرہ وکثرۃ الدعاء لہ والبر
معہ بارسال الثواب الیہ والاحسان الی اھلہ فتلک کثیرا ما نفتح باب الاولیسیۃ ویعطی منفعۃ[1]
اور ظاہر ہے کہ علماء اور صلحاء سے کچھ محبت انکی صورت اور مالداری سے نہیں ہوتی فقط اللہ واسطے تعظیم اور ادب
خدا کے ہوتی ہے اور جب کوئی کسی کو دوست رکھتا ہے تو اسکے گھر والوں اور غلام اور اسکے ملنے والوں کو اور جس کسی
اسکو دوستی ہو سب کو دوست رکھتا ہے اور سلوک کرتا ہے اور ہدیہ اور تحفہ بھیجتا ہے اور یہ سب دلیل اسکی محبت کی
ہوتی ہے نہ ان کی تعظیم اور توقیر اور سلوک باعث خفگی ہو بلکہ خوش ہوتا ہے چنانچہ جس کسی پر کہ عنایت
بادشاہ اور حاکم ہوتی ہے سب اس کے پاس جاتے ہیں اور سلام کرتے ہیں اور تحفے تحائف بھیجتے
اور عظمت اور توقیر کرتے ہیں اور یہ امر موجب رضامندی بادشاہ ہوتا ہے اور اس بات کو بادشاہ اپنی عظمت
اور توقیر تصور کرتا ہے کبھی یہ نہیں کہتا کہ اسکو کیوں سلام کیا اور کیوں ہدیہ بھیجا اور کیوں اسکے پاس گئے
تمنے اسکو میرے برابر کر دیا بلکہ جو چیز اس کے ساتھ منسوب ہو اسکی تعظیم داخل اسی کی تعظیم کے ہے
جیسا کہ مشہور ہے کہ مجنوں سگ کوچہ لیلی کی کیسی عظمت کرتا تھا بسبب لیلی کے کہ اس کی گلی میں رہنے
والا ہے اب دیکھیے آدمی کہ اپنی اولاد اور بیویوں سے کہ فقط محبت طبعی ہے کس قدر کھلانے پہنانے
میں ایثار کرتا ہے کہ اچھا کپڑا اور میوہ اور کھانا بے انکے کھلائے پہنائے نہیں کھاتا پہنتا ہے
اور اگر موجود نہیں ہوتے انتظار کرتا ہے یا رکھ چھوڑتا ہے یا بسبیل ڈاک بھجواتا ہے اسی طرح
بعض دوستوں سے یہی حال ہوتا ہے اور اسی طرح بعض امراء سے کہ محبت دنیا فقط نوکری یا سعی
کی ہوتی ہے کس قدر حاضر باشی اور سلام اور بھیجنا تحائف کا اور اطاعت ان کی کرتا ہے محبت
اور اطاعت انبیاء اور اولیاء اللہ اور اہل بیت کہ باعث دخول جنت اور سعادت ابدی کی ہے

[1] محبت زندوں سے نافع ہوتی ہے دنیا و آخرت میں اور مردوں سے آخرت میں نفع کرتی ہے بشرط اہلیت اور ایمان کے یعنی نفع محبت مردوں کا اس شرط سے ہے کہ ہمیشہ اس مردے کی طرف متوجہ رہے اور خلوت میں دل کو ساتھ اسکے خالی رکھے اور اسکو بہت یاد کرے اور اسکے واسطے نیکی کیا کرے ثواب پہنچانے سے اور اسکے اہل کے ساتھ احسان کرے پس یہ بات اکثر کھولتی ہے دروازہ اویسیہ کا اور عطا کرتی ہے منفعت صحبت کی ۱۲

موجب حشر کا ہے اُنکے ساتھ جیسا کہ بخاری اور مسلم میں ہے اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ اور حبیب کہا ایک آدمی نے کہ میں اللہ و رسول کو دوست رکھتا ہوں تو فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ اور مسلم میں ہے اَیْنَ الْمُتَحَابُّوْنَ بِجَلَالِیْ اَلْیَوْمَ اُظِلُّهُمْ فِیْ ظِلِّیْ کہ کہاں ہیں دوستی کرنے والے آپس میں بسبب میری بزرگی کے آج کے دن تو کہ جگہ دوں میں اُنکو اپنے سایہ میں کس طرح چھوڑنی چاہیئے - اور بعض نادان کہتے ہیں کہ محبت غیر خدا شرک ہے پس اول تو محبت انبیاء اور صلحاء واسطے خدا ہی کے ہوتی ہے نہ واسطے مال اور رشتہ داری کے اور یہ قول اُنکا رد ہے حدیث صحیح سے کہ فرمایا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لَاِنِّیْ لَارْجُوْ لِاُمَّتِیْ فِیْ حُبِّهِمْ لِاَبِیْ بَکْرٍ وَّ عُمَرَ مَا اَرْجُوْ لَهُمْ اور حب محبت اور تعظیم اور اتباع انبیاء و صلحاء جزو ایمان اور باعث حشر کا ہو اُن کے ساتھ تو لازم ہے ہر مسلمان کو کہ پیدا کرے محبت اُن لوگوں کی اور زیادہ طلب کرے اُس کو اور قطع نہ کرے اور طریقہ ازدیاد محبت کا حدیث شریف میں یہ ہے تَهَادَوْا تَحَابُّوْا یعنی ہدیہ اور تحائف بھیجو اور محبت پیدا کرو اور جب اموات سے ظاہر ہے یہ عمل نہیں ہو سکتا کہ اُن کو تحائف اور اموال سے نفع پہنچائے جیسا تفسیر عزیزی میں لکھا ہے کہ چوں مردہ ہا بعد از مفارقت ایں جہان قابل انتفاع بعین المال نماندہ اند طریق نفع رسانیدن بایشاں در شرع چنیں قرار یافت کہ ثواب اموال را کہ بمستحقان میرسانند بایشاں عائد سازند پس ثواب اُس کا بعد دیگر اُن کو پہنچانا ممکن ہے اور بعد شہید ہیں پہنچنا ثواب ہر عمل نیک کا ثابت ہے جسکی طرف سے کرے اُس کو پہنچتا ہے اور اُسی کو عرف ہندوستان میں نذر اور نیاز بزرگوں کی کہتے ہیں اگرچہ اصطلاح شرع میں نذر بمعنی ایجاب غیر واجب تقرّباً الی اللہ ہے جیسے کہ مولوی رفیع الدین صاحب مرحوم نے رسالہ نذر مزارات میں لکھا ہے کہ جو کچھ بزرگوں کے سامنے لیجاتے ہیں اُس کو عرف میں نذر اور نیاز کہتے ہیں اور نذر لغت میں بمعنی عہد اور پیمان کے ہے پس نذر اولیاء کے معنے اقرار اور پیمان کے اولیاء سے ہوئے کہ اس قدر ثواب یا اُس چیز کا ثواب اس طرح پر اُن کو پہنچائینگے اور کچھ کھٹکا اس لفظ مشترک سے حرمت وغیرہ لازم نہیں آتی کہ صبا نا بجائے اسلمنا شاہد اس کا موجود ہے اور یہ

سلہ یعنی حشر آدمی کا اُس کے ساتھ ہوگا جس کو دوست رکھتا ہے ۱۲ سلہ تو ساتھ اُس کے ہوگا جس کو دوست رکھتا ہے ۱۲

سلہ امید ہے کہ مجھ کو اپنی اُمت سے ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ محبت کرنے میں وہ امید ہے کہ لا الہ الا اللہ کہنے میں وہ امید نہیں ۱۲ سلہ محبت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کی ایمان ہے اور بغض ان کا کفر ہے ۱۲

من قول لا اله الا الله او در حدیث دیگر حب ابی بکر و عمر ایمان و بغضهما کفر

طریقۂ علما اور مشائخین سلف نے واسطے پیدا کرنے محبت صلحا اور بڑھانے محبت کے ساتھ صلحا کے تاکہ
حشر اُن کے ساتھ ہو اور اگر وہ دعا کریں تو باعث مغفرت اور تسکین ہو دونوں جہان میں بحکم اِنَّ صَلٰوتَكَ
سَكَنٌ لَّهُمْ اور پہنچانے نفع کے فقرا مسلمین کو طعام وغیرہ سے اور حاصل کرنے منفعت کے اُن سے
مقرر کیا ہے اور برکات اس عمل کی بہت ہوتی ہیں کہ انفع ہے سب طرح سے زندوں کو اور مردوں
کو ثواب اور طعام اور دعا سے اور زیادہ ہوتی ہے عظمت اور محبت خدا کی بسبب محبت اور
تکریم انبیا اور صلحا کے اور توقع مضبوط ہوتی ہے حشر کی اُن کے ساتھ۔ پس جب دیکھا شیطان نے
اُس کو ایسا عمل خیر کہ سب طرح مفید ہے اور وہ دشمن قدیمی بنی آدم ہے پس ڈالے اُس میں وسوسے
طرح طرح کے اول یہ کہ اس عمل کو شرک قرار دیا حالانکہ ایمان اور شرک نام اعتقاد کا ہے کوئی فعل بے اعتقاد
اور نیت کے شرک نہیں ہوتا ہے اہل سنت کے ہاں جیسے کہ آگے بیان ہوگا دوسرا لفظ نذر میں کہ
مشترک ا[illegible] لغوی اور اصطلاحی میں) وسوسہ ڈالا کہ نذر لغیر اللہ حرام ہے اور نہیں دیکھتے قرآن میں کہ لفظ
کا شرع میں گمراہی کفر پر بولا گیا ہے جیسے کہ یُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا اور مثل اس کے بہت
جگہ ہے اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی نسبت کہا ہے اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ اور یہاں
گمراہی کفر مراد نہیں ہے اور ایسا ہی لفظ سید ہے کہ خدا تعالیٰ کو کہتے ہیں حدیث ہے اَلسَّيِّدُ هُوَ اللّٰهُ
اور سید القوم سردار کو بھی کہتے ہیں اور اسی طرح لفظ صلوٰۃ کے معنے صلوٰۃ الناس نماز اور نیاز کے ہیں
اور صلوٰۃ اللہ بمعنی رحمت خدا ہے اسی طرح نذر کے شرعی معنے نذر اولیا میں مراد نہیں ہیں اور بعض کے
دل میں اس طرح وسوسہ آیا کہ نذر اور نیاز بزرگوں کی لوگ یہ جان کر کرتے ہیں کہ اُن کو ادراک اور شعور ہے
اور قدرت اور تصرف رکھتے ہیں مثل زندوں کے نفع اور نقصان پہنچانے میں اور یہ شرک ہے اول تو
ایصال ثواب واسطے نفع رسانی کے ہے شرع میں اموات کو اور نفع بے ادراک شعور ممکن نہیں اور زندے
اور مُردے غیر خدا ہونے میں برابر ہیں جب زندوں کو ہدیہ اور تحفہ نذر کرنا شرک نہیں با وجود نفع و نقصان
کے تو مردوں کو شرک کہاں سے ہوا اور مردہ یعنی بے ادراک اور شعور کے او جسم ہے روح کو فنا نہیں عذاب
قبر کا منکر اُس کا ملحد ہے۔ عین دلیل ادراک شعور ہے واسطے مردوں کے ورنہ عذاب کس پر ہوا اور روح
مثل فرشتوں کے ہے جیسے حدیث ابن ماجہ میں فرمایا آں حضرت صلعم نے اِنَّ اَرْوَاحَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِيْ طَيْرٍ خُضْرٍ

سلہ ارواح مومنوں کی شکل جانور ہائے پرند کہ سبز رنگ کے ہے

اور حضرت جعفر کے لئے فرمایا ہے یَطِیرُ مَعَ المَلائِکَۃِ[1] اور حضرت جبرئیل کو روح القدس و روح الامین کہتے ہیں اور ملائکہ قدرت افعال پر رکھتے ہیں زندہ آدمیوں سے زیادہ سو ایسے ہی روح کو قدرت افعال پر ہے چنانچہ بیان اسکا مع دلائل اور اقوال ائمہ سلف کے ویگا آئندہ اس رسالہ میں اور بعض کو یہ وسوسہ ہوا کہ فاتحہ اور نذر بزرگوں میں سقدر اہتمام ہوتا ہے کہ دن ناغہ نہوگا یا اُس دن کو مثل اوقات نماز کے فرض سمجھتے ہیں اس سبب سے یہ معذور ہے پس کچھ تعیین وقت شرع میں حرام نہیں ہے چنانچہ اکثر شادیوں میں دن مقرر کرکے اطلاع دیتے ہیں پھر اس دن کا کمال اہتمام رہتا ہے کہ ناغہ نہو کوئی اس تعیین کو منع نہیں کرتا اور تعیین یوم سوم سبب کتنے فائدوں کے ہے ایک یہ بھی ہے کہ نیک آدمی بہت سے جمع ہوں اور ثواب تلاوت اور ذکر زیادہ ہو اور بھی فائدے ہیں اور اہتمام نہ ناغہ ہونے دن سے یہ بات نہیں لازم آتی ہے کہ اُس کو رکن یا شرط اسلام کا سمجھتے ہیں چنانچہ بہت نفلیں اور سنتیں ہیں کہ اکثر لوگ اسکا کمال اہتمام رکھتے ہیں اور فرض نہیں سمجھتے ہیں نہ کوئی فرض کا اہتمام سمجھکر منع کرتا ہے کہ اُن کو ناغہ کرو فرض کے ساتھ نہ پڑھو اور وظائف شبانہ روز کے لیے حدیثوں میں بہت بیان ہی شرح آگے آویگا اور بعض کو یہ وسوسہ دل میں آیا کہ زائرین بوسہ لیتے ہیں اور طواف وغیرہ کرتے ہیں اور یہ فعل حرام اور شرک ہیں پس کہتے ہیں ہم کہ کوئی فعل بے اعتقاد الوہیت شرک نہیں ہے یہ غلط فہمی ہے ہاں علمائے سلف کو ان کاموں میں اختلاف ہے بعض مباح کہتے ہیں اور بعض مکروہ نہایت کار یاسہ ہے کہ ان افعال سے منع کیا جاوے نہ یہ کہ ہدایت ترک فاتحہ کی کی جاوے اگر کوئی شخص نماز اس طرح پڑھے کہ تعدیل ارکان نہوتی ہو یا کوئی عمل کثیر نماز میں کرتا ہو اُس کو ہدایت کرنا چاہیئے کہ تعدیل ارکان کرے اور عمل کثیر سے باز رہے کہ اس سے نماز نہیں ہوتی نہ یہ کہ اُسے ہدایت کی جاوے کہ تو ایسی نماز پڑھنے سے نماز پڑھنا ہے موقوف کر یہ کام اہل ہدایت اور ارشاد کا نہیں ہے اور بیان بوسہ اور طواف کا آگے آویگا۔ غرض شیطان بہرحال دشمن انسان ہے بعضوں کو یہانتک تعظیم انبیا اور اولیا میں گرفتار کیا کہ قائل الوہیت کے ہوکر گمراہ ہوئے اور بعضوں کو اسقدر منکر اُنکی بزرگی اور قرب الٰہی سے کیا کہ درپے اہانت اور تحقیر اُنکے ہوکر ضلالت

[1] اُڑتے پھرتے ہیں فرشتوں کے ساتھ ۱۲

میں پڑے ہیں عجب اگاہ کرنا امر نیک و بد پر فرض کفایہ تھا لہٰذا تحقیق معنی شرک و بدعت اور بعض مسئلے متعلق اس کے کہ جن میں فی زماننا ان لوگوں کو التباس اور اشتباہ پڑا ہے قرآن و حدیث سے موافق اقوال اہل سنت کے واسطے ہدایت عوام کے لکھے ہیں۔ واللہ یہدی من یشاء الی صراط المستقیم

اول عقائد باطلہ نجدیہ سے یہ ہے کہ افعال و اعمال کو داخل حقیقت ایمان مثل تصدیق کے سمجھتے ہیں جیسے کہ معتزلہ اور خوارج افعال کو رکن ایمان جانتے ہیں اور مذہب جمہور اہل سنت یہ ہے کہ رکن ایمان کا تصدیق قلبی ہے اور اقرار شرط اجرائے احکام ہے دنیا میں اور بعض کہتے ہیں کہ ایمان عبارت ہے تصدیق اور اقرار سے مگر اقرار محتمل سقوط ہے جیسے گونگے اور مکرہ میں چنانکہ شرح عقائد نسفی میں ہے هٰذا الذی ذکر من ان الایمان هو التصدیق والاقرار مذهب بعض العلماء وجمهور المحققین الی انه التصدیق بالقلب وان الاقرار شرط لاجراء الاحکام فی الدنیا لان التصدیق بالقلب امر باطن ولا بد له من علامة فمن صدق بقلبه ولم یقر بلسانه فهو مومن عند الله وان لم یکن مومنا فی احکام الدنیا ومن اقر بلسانه ولم یصدق بقلبه کالمنافق فهو بالعکس فقط اور ایسا ہی ثابت ہوتا ہے قرآن سے کہ ایمان نام تصدیق قلبی کا ہے نہ اقرار زبانی کا جیسے فرمایا ہے اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَاللّٰهُ یَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَكٰذِبُوْنَ یعنی منافق اقرار جھوٹا کرتے ہیں تصدیق قلبی نہیں کہ ایمان ثابت ہو پس عمل رکن حقیقت ایمان کا نہیں ہے مگر مجازاً اطلاق ہوتا ہے جیسے بال اور ناخن کہ جزو بدن کہتے ہیں اور ان کے معدوم ہونے سے بدن معدوم نہیں ہوتا ہے پس مرتکب کبیرہ مذہب اہل سنت میں مومن ہے اور خوارج کافر جانتے ہیں اور معتزلہ نہ مومن نہ کافر جیسا شرح عقائد نسفی

---

[1] یہ جو ذکر کیا گیا کہ ایمان تصدیق اور اقرار ہے یہ مذہب ہے بعض علماء کا اور تمام محققین اس طرف ہیں کہ ایمان تصدیق قلبی کا نام ہے اور اقرار زبانی شرط ہے اجرائے احکام کے لیے دنیا میں اس لئے کہ تصدیق قلبی امر باطنی ہے اس کے لئے کوئی علامت ہونا ضرور ہے پس جس نے دل سے تصدیق کی اور زبان سے اقرار نہ کیا وہ عند اللہ مسلمان ہے اگرچہ نہ ہوگا مومن احکام دنیوی میں اور جس نے زبان سے اقرار کیا اور دل سے تصدیق نہ کی جیسے منافق وہ احکام دنیا میں مومن ہے اور عند اللہ کافر ہے۔ جس وقت آتے ہیں تیرے پاس منافق کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ بیشک اللہ کے رسول ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ بیشک تو اس کا رسول ہے اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ بیشک منافق جھوٹے ہیں ۱۲

میں ہے والکبیرۃ لا تخرج المومن من الایمان خلافاً للمعتزلہ حیث زعموا ان مرتکب الکبیرۃ لیس بمؤمن ولا کافر ھذا ھو المنزلۃ بین المنزلتین بناء علے ان الاعمال عندھم جزء من حقیقۃ الایمان ولا یدخل فی الکفر خلافاً للخوارج فانھم ذھبوا الی ان مرتکب الکبیرۃ بل الصغیرۃ ایضا کافر وانہ لا واسطۃ بین الایمان والکفر[1] اور معتزلہ ابطال مذہب اہل سنت پر اٹھارہ دلیلیں آیات اور حدیث سے ذکر کرتے ہیں اور اہل سنت اسکا جواب دیتے ہیں چنانچہ یہ تمام سوال و جواب شرح مواقف میں موجود ہیں اُسی میں سے یہ آیت ہے وَمَا یُؤْمِنُ اَکْثَرُھُمْ بِاللّٰہِ اِلَّا وَھُمْ مُشْرِکُوْنَ اور جواب یہ ہے کہ یہاں ایمان بمعنی لغوی مراد ہے نہ ایمان مصطلح وعن ابن عباس فی تفسیر ھذہ الآیۃ ان سألتھم من خلق السموات والارض لیقولن اللّٰہ فذلک ایمانھم وھم یعبدون غیرہ فذلک شرکھم اخرجہ البخاری وغیرہ اور یہ بیان ہے حال مشرکین عرب کا نہ وعدہ آئندہ کے لیے اور تمام آیت یہ ہے وَمَا اَکْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِیْنَ وَمَا تَسْأَلُھُمْ عَلَیْہِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ ھُوَ اِلَّا ذِکْرٌ لِّلْعَالَمِیْنَ وَکَاَیِّنْ مِّنْ اٰیَۃٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یَمُرُّوْنَ عَلَیْھَا وَھُمْ عَنْھَا مُعْرِضُوْنَ وَمَا یُؤْمِنُ اَکْثَرُھُمْ بِاللّٰہِ اِلَّا وَھُمْ مُشْرِکُوْنَ اور دوسری آیت یہ ہے وَمَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکَافِرُوْنَ اور جواب یہ ہے کہ نہ حکم کرے تمام حکم الٰہی کے موافق یعنی جو کچھ خدا نے نازل کیا ہے کسی پر حکم نہ کرے یا مراد انزل اللہ سے توریت ہے بقرینہ ماقبل پس یہ آیت مخصوص ہے ساتھ یہود کے غرض اکابر اہل سنت نے جواب معتزلہ اور خوارج انواع طرح سے دیا ہے اور کہیں استدلال بمعارض قوی کیا ہے پس جن آیتوں میں خوارج اور معتزلہ سند پکڑتے ہیں وہی یہ نجدیہ بیان کرتے ہیں اسی سبب سے ہر فعل کو حرام ہو یا مکروہ شرک اور کفر کہتے ہیں اور اکثر افعال پر حکم شرک اور کفر کا کرتے ہیں

---

[1] اور کبیرہ نہیں خارج کرتا مسلمان کو ایمان سے برخلاف معتزلہ کے کہ وہ کہتے ہیں کہ مرتکب کبیرہ نہ مومن ہے نہ کافر اور یہی منزلت ہے دونوں منزلوں میں اس بنا پر کہ اعمال معتزلہ کے نزدیک جزء ہیں حقیقت ایمان کا اور نہیں داخل ہوتا وہ کفر میں برخلاف خوارج کے کہ مرتکب کبیرہ بلکہ صغیرہ بھی اُن کے نزدیک کافر اور ایمان اور کفر میں واسطہ نہیں ۱۲ منہ ؎ اور حضرت ابن عباسؓ سے ہے بیچ تفسیر اس آیت کے کہ اگر پوچھے تو اُن سے کہ کس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو تو کہتے ہیں اللہ نے پس یہ ایمان اُن کا ہے اور وہ پوجتے ہیں غیر خدا کو پس یہ شرک اُن کا ہے روایت کیا ہے اسکو بخاری نے ۱۲ منہ ؎ اور تو نہیں مانگتا اُن سے اس پر کچھ مزدوری نہیں ہے یہ مگر نصیحت سارے عالم کو اور بہت سے نشان ہیں آسمان اور زمین میں جن پر گذرتے ہیں اور اُن پر دھیان نہیں کرتے اور نہیں یقین لاتے بہت لوگ اللہ پر مگر وہ شرک کرتے ہیں ۱۲ منہ

بے شرط تصدیق مثل خوارج کے کہ ہر مکروہ اور حرام کو کفر کہتے ہیں جیسا کہ شرح مواقف میں ہے وقالت
الخوارج کل معصیۃ کفر وقد ابطلناہ اور حکم بکفر اہل قبلہ ہرگز جائز نہیں اور نسبت بکفر نہیں کرنا احتیاطاً لازم ہے جیسا
کہ بحر الرائق میں ہے الماہر روی الطحاوی عن اصحابنا لا یخرج الرجل من الایمان الا جحود ما ادخلہ فیہ ثم
ما یتیقن انہ ردۃ یحکم لہا وما یشک انہ ردۃ لا یحکم لہا اذ الاسلام الثابت لا یزول بالشک
مع ان الاسلام یعلو ولا یعلیٰ اور خلاصہ وغیرہ میں ہے جب ایک مسئلہ میں کئی وجہ تکفیر ہوں اور ایک وجہ مانع تکفیر پس لازم
ہے مفتی کو کہ اختیار کرے وجہ منع تکفیر کو بسبب حسن ظن کے ساتھ مسلم کے اور تاتارخانیہ میں ہے
کہ نہ تکفیر کیجاوے کلام محتمل سے اور قابل پرہیز کے ہے کہ فتوے دیا جائے مسلمان ساتھ
کفر کے اور ممکن ہو کہ حمل کیا جائے کلام اس کا محل نیک پر یا اُسکے کفر میں اختلاف اگرچہ کوئی روایت
ضعیف ہی ہو اسی سبب سے اکثر الفاظ تکفیر کے ہیں کہ نہیں فتوی دیا جاتا ساتھ تکفیر کے اُن سے اور
فتح القدیر میں ہے کہ مجتہدین مسلم الثبوت میں حکم کرتے ساتھ تکفیر خوارج کے جو کہ اہل مذاہب تکفیر اکثر کی
کرتے ہیں وہ نہیں ہے کلام فقہا مجتہدین کا اور نہیں اعتبار غیر فقہا کے کلام پر اور ایسا ہی کچھ شرح
مواقف اور در مختار اور اشباہ وغیرہ میں ہے اور ایسا ہی لکھا ہے ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر
میں کہ خوارج کافر کہتے ہیں مرتکب ہر گناہ کو اور خاص لوگ اہل کلام اور فقہ اور حدیث سے نہیں تکفیر
کرتے ساتھ اعمال کے مگر بیچ عقائد بدعیہ کے تیج فعل کے پس جو لوگ تکفیر کرتے ہیں ہر مبتدع کے
پس یہ مذہب قریب ہے مذہب خوارج اور معتزلہ سے اور بڑا عیب اہل بدعت کا یہ ہے کہ تکفیر کرتا ہے
بعض بعض کی اور کمال خوبی اہل سنت جماعت کی ہے کہ تکفیر نہیں کرتے خطاوار کہتے ہیں فقط۔
اب ظاہر ہے کہ قول وہابیوں کا مثل قول خوارج اور معتزلہ کے ہے کہ ہر فعل مکروہ اور حرام کو بدعت
سے کفر اور شرک کہتے ہیں اور کچھ شرط اعتقاد حلیہ بدعت سیہ اُسی میں نہیں کرتے اور وہی آیہ وما یومن
اکثرہم باللہ الا وہم مشرکون جو خوارج دلیل پکڑتے ہیں یہ بھی سند لاتے ہیں غرضکہ فقط افعال اور
اعمال معصیت پر حکم شرک کرنا مذہب خوارج اور معتزلہ ہے بے شرط اعتقاد اور تصدیق کے
اب جاننا چاہیئے کہ ایمان نام ہے تصدیق تام حیز کا کہ لائے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
خدا کی طرف سے توحید اور رسالت اور معاد اور احکام عبادات وغیرہ سے اور توحید

سلہ کہا خوارج نے ہر معصیت کفر ہے اور تحقیق باطل کیا ہے مصنف اس کو ۱۲ منہ

جاننا اس امر کا ہے کہ اللہ تعالی اپنی ذات اور صفات سے ایک ہے کوئی شریک اسکا نہیں ہے نہ
الوہیت میں نہ کمال صفات میں کہ مختص بالوہیت ہیں اور وہ کمال ذاتی ہونا ہی صفات کا کہ اس کو
مستقل بھی کہتے ہیں اور عموم ہے کہ اس کو اطلاق بھی کہتے ہیں یعنی جمیع صفات کمال مثل سمع اور بصر
اور کلام اور قدرت اور علم اور حیات اور ارادہ اور حکمت وغیرہ اسکو ثابت ہیں بالذات یعنی کسی کی
دی ہوئی نہیں اپنی ذات سے حاصل ہیں اور تمام ممکنات میں اسکی دی ہوئی ہیں جب چاہے
لے بالاستقلال نہیں اور سب صفات اس کے کامل ہیں اس درجہ میں کہ اس کمال کو نہایت
نہیں اور اسی کو عموم اور اطلاق کہتے ہیں مثلاً مطلق علم اور عموم علم یہ ہے علم ماضی اور حال اور
استقبال اس کو برابر ہر وقت ازل سے ابد تک عموماً اور مطلقاً حاصل ہے کہ ازل میں کیا ہوا
اور اب کیا ہو رہا ہے اور آئندہ کو کیا ہوگا اور بعد قیامت کیا ہوگا غرضکہ اس کے علم کو نہایت نہیں
کہ کوئی بیان کر سکے اور جو کچھ بیان میں آتا ہے وہ متناہی ہو جاتا ہے اور اسکا علم غیر متناہی ہے
جو کچھ مشکل سے مشکل معلومات تصور کیجئے اس شے اس کا علم بالاتر ہے یعنی عام اور مطلق ہے
اور اسی طرح قدرت کا حال ہے کہ ہر چیز پر اور ہر شخص پر اور ہر کام پر کیسا ہی مشکل ہو قدرت رکھتا ہے کوئی
مرتبہ نہیں کہ وہاں اس کی قدرت کو مقید اور محصور کریں بلکہ مطلق اور عام ہے جو کام مشکل سے مشکل ذہن میں
تصور کیا جائے قدرت اس کی اس سے بالا ہے اگر چاہے مثل ان آسمانوں کے اور زمین کے
الی غیر النہایۃ پیدا کر سکتا ہے غرض کسی مرتبہ میں نہایت اس کی قدرت کو نہیں کہ اس سے زیادہ نہو اور
ایسا ہی حال ہے سمع اور بصر کا کہ کوئی چیز کہیں کسی قدر پوشیدہ ہو دیکھتا ہے کوئی مرتبہ پوشیدگی
ایسا نہیں کہ وہ اسے دیکھ سکتا ہو اور کوئی کلام اور آواز کیسی ہی باریک اور خفیہ ہو سب کو سنتا ہے
اگر تمام مخلوقات ایک آن واحد میں عرض کریں سب کی عرض جدا جدا سنتا ہے غرض کوئی مرتبہ سماعت اور
بصارت میں ایسا نہیں کہ اس سے آگے اس کی سمع اور بصر اس سے زیادہ ہے غرض تمام صفات
ثبوتیہ اللہ تعالی کی غیر متناہی ہیں کمالات میں کسی مرتبہ میں محصور نہیں کہ اس سے آگے نہ بڑھیں اور
یہی مراد ہے اطلاق اور عموم صفات سے کہ کسی مرتبہ میں مقید اور محصور نہیں اور یہ کمال مختص
بالوہیت ہے کسی مخلوق میں جاننی شرک ہے علم ہو یا قدرت وغیرہ اور یہ تو ا

ان صفات خدا کا انسان اور دیگر مخلوقات میں بھی ہے کہ آدمی بھی سنتا اور دیکھتا اور کلام کرتا ہی اور علم
اور قدرت اور ارادہ اور حیات وغیرہ رکھتا ہے جیسا کہ تمام آدمیوں میں مشاہد اور محسوس ہے
ایسا کہ کچھ خفا نہیں اور شرع سے بھی معلوم ہوتا ہی کہ یہ صفات حق تعالی نے انسان کو بھی عطا فرمائیں
ہیں جیسے فرمایا ہے فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا - عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ وَعَلَّمْنٰهُ
مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا اور ارادہ میں فرمایا ہی وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ
فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ وَاِنِّيْ اُرِيْدُ اَنْ تَبُوْٓءَ بِاِثْمِيْ اور زندگی میں فرمایا ہے اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ
فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا - وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا اور قدرت کسب افعال
جوارح اور انواع افعال پر ثابت ہے قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ وَتَتَّخِذُوْنَ مِنَ
الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَتَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهُوْلِهَا قُصُوْرًا - اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لِلَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا
صَغَارٌ پس یہ صفات انسان میں اور دیگر مخلوقات میں بھی مثل جنات اور ملائکہ اور ارواح مجردہ کہ
مثل فرشتوں کے ہیں اور اسی سبب سے فرشتوں کو بھی روح کہتے ہیں جیسے کہ جبرئیل علیہ السلام
کو روح القدس اور روح الامین کہتے ہیں پائی جاتی ہیں مثلاً کہتے ہیں فلاں شخص اندھا بہرا نہیں
سب کچھ سنتا دیکھتا ہے یا فلاں ہرکارہ بیس کوس چلنے کی قدرت رکھتا ہی یا فلاں پہلوان
اگر ارادہ کرے پانچ من بوجھ اٹھا سکتا ہے اور یہ قدرت افعال فرشتوں میں بنی آدم سے زیادہ
معلوم ہوتی ہے شریعت سے - جیسے چیخ حضرت جبرئیل علیہ السلام سے ہلاک ہونا بعض
بستی کفار کا حدیث میں وارد ہے اور اشد قتال کرنا جبرئیل اور میکائیل کا بدر کے دن آں
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور بعض حدیثوں میں مع اسلحہ بھی وارد ہے یا جیسے قرآن میں
ہے اِذْ يُوْحِيْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّيْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا - یعنی ثابت
رکھواے فرشتو مسلمانوں کو مقابلہ کفار میں یا کہنا حضرت جبرئیل کا مریم سے لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا

لہ پس کیا ہمنے اُس کو سنتا دیکھتا ۱۲ ؎ علم سکھایا قلم سے سکھایا آدمی کو جو نہ جانتا تھا ۱۲ ؎ اور سکھایا ہمنے اُس کو اپنے پاس سے علم
۱۲ ؎ اور نہیں چاہتے تم مگر جو چاہے اللہ ۱۲ ؎ اور جو کوئی چاہے ایمان لاوے اور جو کوئی چاہے پس کفر کرے ؎ اور میں چاہتا ہوں
کہ تو حاصل کرلے میرا گناہ ۱۲ ؎ یہ وہ لوگ ہیں کہ گم ہوئی سعی اُن کی زندگانی دنیا میں ۱۲ ؎ اور بیان کرو واسطے اُن کے مثال
زندگانی کی ۱۲ ؎ تحقیق خسارہ میں ہیں وہ لوگ جنہوں نے قتل کیا اولاد اپنی کو ۱۲ ؎ اور تراشتے ہو تم پہاڑوں کے گھر اور ملائم
زمین نرم میں بناتے ہو محل ۱۲ ؎ جو لوگ ایمان لائے اور کام کئے نیک ۱۲ ؎ تاکہ دوں میں تجھ کو لڑکا پاکیزہ ۱۲

اور اسی طرح بولتے ہیں فلاں شخص اپنا نفع وضرر خوب جانتا ہے اور امام اعظم فقہ میں بڑے عالم
ہیں اور بکلام اور علم فرشتوں کو بھی ثابت ہے جیسے حضرت آدم علیہ السلام کے باب میں کہا
اور ہونا علم لوح محفوظ کا حضرت اسرافیل کو احادیث صحیحہ سے
ثابت ہے اور جبرئیل سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اکثر باتیں پوچھی ہیں اور انھوں نے
بتائیں ہیں پس یہ صفات بنی آدم سب ایک دوسرے کو ثابت کرتی اور بولتے ہیں اور آج تک
ہا ہم اسی طرح گفتگو کرنے کو کسی نے شرک نہیں کہا اور نہ منع کیا اسی سبب سے کہ کوئی صفات انسان
وغیرہ مخلوق کو بالذات اور عام مثل صفات حق تعالی کے نہیں جانتا اور اسی طرح بادشاہ کے حکم کو
بھی کہتے ہیں اور اس کے ماتحت لوگوں کے فیصلہ کو بھی حکم کہتے ہیں کہ فوجدار نے فلاں مقدمہ میں یہ
حکم دیا اور دیوان نے یہ حکم لکھا اور تحصیلدار نے یہ حکم کیا اور کمشنر نے یہ حکم جڑ دیا اور ہر چند بادشاہ
جانتا ہے مگر کبھی ممانعت نہیں کرتا کہ ان کے حکم کو حکم نہ کہو میری حکم کی طرح بلکہ اسکو اپنا ہی حکم سمجھتا ہے
کہ وہ سب حکومتیں پر تو اسی حکومت کا ہے ان کی رونق اور عزت اسی حکومت کی رونق ہے اور سب لوگ
بھی سمجھتے ہیں کوئی حکم تحصیلدار وغیرہ کو برابر مرتبہ میں حکم بادشاہ کے نہیں جانتا اسلیے کہ حکومت بادشاہ
ان کی دی ہوئی نہیں ہے بالذات ہے اور حکومت تھانہ اور تحصیل ناقص ہے کما وکیفا اسی طرح صفات ممکنات
سب عارضی ہیں خدا کے دئے ہوئے جب چاہے سلب کرلے اور صفات الہی سب بالذات اور مستقل
ہیں کسی کی دی ہوئی نہیں دوسری صفات ممکنات سب ناقص متناہی ہیں مثلا سمع اور بصر انسان
کی کیسی ہے کامل ہو مگر چیونٹی کے پاؤں کی آواز نہیں سن سکتا اور ساتویں زمین کے نیچے جو کچھ
ہے نہیں دیکھ سکتا یہی حال قدرت کا ہے کہ کیسا ہی پہلوان زبردست ہو پہاڑ نہیں اٹھا سکتا نہ
زمین کو چیر ڈالنے کی قدرت رکھتا ہے اور ایسا ہی حال علم کا ہے کہ جو چیز حواس ظاہری اور باطنی سے نہیں
معلوم ہو سکتی ہرگز نہیں جان سکتا اور اہل علم کامل جانتے ہیں کہ کیسا ہی کمال ہو مگر مجہولات
اس علم کے بہ نسبت معلومات زیادہ ہوں گے مثلا کیسا ہی طبیب ہو ہزار ہا چیزوں سے خواص
مجہول ہوں گے اور ہزار اسباب اور علامات امراض غیر معلوم اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے
بہت جگہ لا ادری فرمایا ہے۔ غرض صفات انسان سب محدود ہیں ایک حد تک کہ اس سے زیادہ

نہیں ہو سکتی ہیں اور ایسا ہی حال ملائکہ وغیرہ ممکنات کا ہے جیسے بھوک پیاس کی کیفیت فرشتوں کو
نہیں معلوم نہ قیام قیامت کا علم ہے اور اللہ تعالیٰ کی سب صفات کامل ہیں بکمال غیر متناہی
یعنی کسی مرتبہ اور کسی حد پر محصور نہیں پس ناقص کو برابر کامل اکمل اور عرضی کو برابر ذاتی مستقل کے
کون سمجھتا ہے اگرچہ بولنے میں ایک لفظ دونوں جگہ بولا جاوے پس حق تعالیٰ کو صاحب علم اور صاحب
قدرت کہنا یہ معنے ہیں کہ اس کی قدرت اور علم ذاتی ہیں اور کامل حد سے زیادہ اور انسان اور جنات اور
ملائکہ اور ارواح کو ذی علم اور قدرت کہنا یہ معنے ہیں کہ ان کا علم اور قدرت عرض ہیں غیر مستقل اور ناقص
بقدر استعداد محصور اور محدود پس ظاہر ہوا کہ بولنے الفاظ مشترکہ سے بلحاظ تفاوت معنی خدا اور مخلوق
میں شرک لازم نہیں آتا جیسے مولوی اسمٰعیل صاحب مرحوم نے بھی تقویۃ الایمان میں لکھا ہے کہ السید
ھواللہ حدیث ہے سید خدا کو بھی کہتے ہیں اور سردار قوم کو بھی بتفاوت معنی پس جیسے صفات
الٰہی تمام انسان باہم ایک دوسرے پر بولتے ہیں کوئی شرک نہیں کہتا ایسے ہی اطلاق ان
صفات کا ملائکہ اور ارواح اموات پر اسی معنی میں شرک نہیں ہو سکتا کہ باقی رہنا ارواح کا بعد
مفارقت شرع سے ثابت ہے اور تمام علماء اور صلحاء اس کے قائل ہیں چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب
اور شاہ عبدالعزیز صاحب اور شیخ عبدالحق صاحب رحمہما اللہ اور ملا علی قاری وغیرہ متقدمین علماء نے بخوبی
مشرح لکھا ہے کہ روح بعد مفارقت بدن کے مع اوصاف باقی رہتی ہے بلکہ روح صلحاء کو ترقی ہوتی ہے اور
شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر عزیزی میں لکھتے ہیں کہ روح کو بعد مانع ادراک نہیں جیسے قوۃ بعض زندوں
میں ساتویں آسمان کے تارے دیکھتی ہے چنانچہ یہ سب اقوال علماء کے اور حدیثیں جو اس باب میں وارد ہوئی
ہیں آگے مذکور ہوں گی مگر چونکہ زندوں میں عارضی اور ناقص ہونا ان صفات کا محسوس ہر خاص و عام ہے
اور ارواح اموات میں عوام کو کچھ معلوم نہیں ہوتا تو وہم ہوتا ہے کہ شاید اموات میں ان صفات کو
ذاتی اور مستقل اور غیر متناہی مانند صفات الٰہی کے سمجھیں اور گرفتار ضلالت ہوں لہٰذا بنظر حفظ ایمان
عوام اور دفع توہم کے اطلاق ان صفات کا روح اموات پر مصلحتاً بہتر نہیں ہے واسطے عوام کے
نہ کہ اطلاق ان صفات کا روح پر عموماً شرک ہے بلکہ جیسے زندوں میں یہ صفات ہیں روح اموات
میں بھی ہیں اگر شرک ہو تو دونوں جگہ برابر ہے اور نہیں تو دونوں جگہ نہیں ہے جیسے زندوں
میں غیر ذاتی اور ناقص ہیں ویسے ہی روح اموات میں بھی اگر کوئی کسی غیر خدا میں صفات ذاتی اور کامل

اور غیر متناہی سمجھے شرک ہے زندہ ہو یا مردہ فرشتہ ہو یا جن وغیرہ جو اکثر اس مقام میں دھوکا
تھا لہذا تشریح کی گئی ہے اور انسلاخ انسانی کو یہ صفات اس دنیا میں بھی بے وساطت حواس جسمانی
حاصل ہیں مثلاً سوتے میں کہ حواس خمسہ معطل ہوتے ہیں خواب میں آدمی دیکھتا ہے کسی زندے یا مردے
کو اور اس کو پہچانتا ہے کہ فلاں شخص ہے اور سبز یا سفید کپڑے ہیں اور جو کچھ کہتا ہے اُن سے یا جو کچھ
وہ کہتے ہیں سنتا ہے اور سمجھتا ہے اور شاہ ولی اللہ صاحب اور اُن کے والد نے اپنے خواب میں
لکھے ہیں اس میں بیعت کرنا خواب اور دریافت کرنا بعض مسائل کا حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اور
اور دیگر اولیا سے ذکر کیا ہے اور افعال بھی روح اموات سے مثل زندوں کے ہوتے ہیں کہ اولیا
سے تبواتر منقول ہیں اسلیے کہ مردہ جسم ہے بسبب مفارقت روح کے اور روح باقی ہے شعور اور
جیسے قرآن مجید میں ہے قَالَ یَا لَیْتَ قَوْمِی یَعْلَمُوْنَ بِمَا غَفَرَ لِی رَبِّی وَجَعَلَنِی مِنَ الْمُکْرَمِیْنَ[1]
اور حدیث میں ہے کہ جب اٹھاتے ہیں جنازہ لوگ پس اگر ہوتا ہے نیک کہتا ہے آگے لیچلو مجکو اور
اور اگر ہوتا ہے بدکار کہتا ہے افسوس کہاں لیچلے مجکو سنتے ہیں صوت اُسکا کل شی الا الانسان ولو سمع
الانسان لصعق اور ابن ماجہ میں ہے کہ کہا محمد بن منکدر نے جابر بن عبداللہ سے وقت موت
اُن کی کے کہ اقرأ علے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم السلام اور ابن ماجہ میں ہے کہ کہا
ام بشر نے کعب سے وقت موت اُن کی کے کہ اگر ملاقات ہو فلاں سے میرا سلام کہنا اور جب کہا
کعب نے کہ ہم حال میں مشغول ہونگے تو کہا ام بشر نے کہ اے کعب کیا نہیں سنا تو نے نبی صلی اللہ
علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے ان ارواح المومنین فی طیر خضر تعلق بشجرۃ الجنۃ تعالی بلی تعالیٰ خود اُن
اور والنازعات غرقاً کی تفسیر میں صاحب کشاف نے لکھا ہے کہ ارواح دوستان خدا بعد موت کے
مدبرات امر میں داخل ہوتی ہیں یہ انفس کی قسم ہے غرض بہت آیتیں اور حدیثیں لعلائے ارواح پر دلالت
کرتی ہیں اور بڑی دلیل ثبوت عذاب قبر ہے کہ منکر اسکا ملحد ہے مگر اہانت کرنے والے دوستان خدا کے

---

[1] کاش کہ میری قوم معلوم کریں کہ بخشا مجکو میری رب نے اور کیا مجکو عزت والوں میں سے - ف یہ قول حبیب نجاری کا ہے جس کا ذکر اس سورہ کی آیات میں
ہوتا چلا آتا ہے - اور قوم نے اُن کو شہید کر ڈالا اور بعد مرنے کے انھوں نے ایسا کہا - مطلب مصنف کا اس آیت کے بیان سے ثابت کرنا اس امر کا ہے کہ روح کو
بعد مفارقت جسم کے بھی ادراک اور شعور باقی رہتا ہے [2] سنتے ہیں ہر آواز کو سوائے انسان کے تمام مخلوق اور اگر سنے انسان تو بیشک بیہوش ہو جاوے [3] کہ رسول
صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرنا [4] تحقیق ارواح مومنوں کی شکل پرندہ ہائے سبز کے جنت کے درختوں سے معلق ہونگی کہا کعب نے کہاں تو کہا ام بشر نے کہ ایسا ہی ہے

کہ وہ یہ دو باتیں خیالی کرتے ہیں انکا بیجا نہیں سمجھتے ہیں نہ اقوال علماء سلف سنتے ہیں اب بعض نادان کہتے ہیں کہ خدا دور نزدیک سے برابر سنتا ہے اور دیکھتا ہے ایسا کسی کو سمجھنا شرک ہے وہ لوگ غافل ہیں معرفت الٰہی سے اور مطالب آیات قرآن سے اسلئے کہ خدا تعالیٰ جسم نہیں کہ بظاہر دور نزدیک کسی سے ہو دور و نزدیک ہونا اعتبارات سے اس طرح پر خاصہ جسم کا ہے حق تعالیٰ سے قرب اور بعد باعتبار مرتبہ کے ہے بسبب ظاہر اور آیہ قرآن شریف کہ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ [1] اور اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ [2] سے حق تعالیٰ کو ہر فرد بشر کے ساتھ کمال قرب ہے اور ہر چیز کے ساتھ احاطہ بعد کسی اعتبار اور کسی معنے سے نہیں ہے پھر دور نزدیک کو کہنا اور نزدیک کہنا جسم ثابت کرنا ہے یا انکار کرنا ہے آیہ قرب سے اور یہ دونوں باتیں کفر ہیں قائل اس کلام کا پہلے اپنی جہالت کفر سے توبہ کرلے پھر اوروں کو ہدایت کا مضائقہ نہیں اور جاننا چاہیئے کہ بعض آدمی ایسے تیز سماعت اور بصارت ہوتے ہیں کہ سو دو سو قدم کے فاصلے سے بات سن لیتے ہیں اور کتنی دور سے کسی کو آتے دیکھیں پہچان لیتے ہیں کہ فلاں شخص ہے اور بعض کی سماعت اور بصارت ایسی نہیں ہوتی کہ دور کی بات سنیں یا دور کے آدمی کو پہچانیں پس پہلے آدمی کو کہتے ہیں کہ یہ دور اور نزدیک سے برابر سنتا دیکھتا ہے اور دوسرے کو کہتے ہیں کہ یہ پاس سے سنتا دیکھتا ہے دور سے نہیں سنتا دیکھتا اور قائل اس کلام کا مشرک نہیں اور اگر کہیں کہ یہ کچھ بعد نہیں مراد بعد آسمان و زمین سے ہے تو بہت حدیثوں میں آیا ہے کہ بنی آدم کے حال سے فرشتے مطلع ہوتے ہیں جیسے حدیث بخاری اور مسلم میں ہے کہ جب طلب کرتا ہے شوہر اپنی بیوی کو بستر پر اور وہ انکار کرتی ہے پس وہ ہوتا ہے غصہ میں پس لعنت کرتے ہیں اس عورت پر فرشتے صبح تک اور ترمذی اور ابن ماجہ میں ہے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہیں تکلیف دیتی کوئی عورت اپنے خاوند کو دنیا میں مگر کہتی ہے بیوی اسکی حوروں سے کہ نہ اذیت دے اس کو لعنت کرے تجھکو خدا یہ مہمان ہے تیرے پاس عنقریب آویگا ہماری طرف پس یہاں سے صاف ظاہر ہے کہ فرشتے مطلع ہوتے ہیں احوال بنی آدم پر جیسا علماء نے استدلال کیا ہے ان حدیثوں سے اور مثل اس کے بہت سی حدیثیں ہیں انسے اطلاع فرشتوں کی احوال بنی آدم پر معلوم ہوتی ہے اب چاہیئے کا وہ کوئی حد بعد مقرر کریں کہ حق تعالیٰ اس قدر دور سے

---

[1] ہم قریب تر اس سے ہیں رگ جان سے ۱۲ [2] اور اللہ تعالیٰ ہر شئے پر محیط ہے ۱۲

سنتا دیکھتا اور مطلع ہوتا ہے اور سوا اُس کے کوئی اسقدر دور سے مطلع نہیں ہوتا اور ثابت کریں
اُس بُعد کو شرع سے جیسے ثابت ہے قرب نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ سے اور اسی طرح
بعض جہلا کہتے ہیں کہ زندہ کرنا موتی کا اور اچھا کرنا مریض کا اور خبر غیب کی دینا خاصہ خدا کا ہے
دوسرے کسی میں یہ صفتیں ہمجنی شرک ہے اور نہیں دیکھتے حال حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا کہ کہا ہے
وَاُبْرِئُ الْاَکْمَہَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْیِ الْمَوْتٰی بِاِذْنِ اللّٰہِ وَاُنَبِّئُکُمْ بِمَا تَاْکُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِیْ
بُیُوْتِکُمْ اور نہیں دیکھتے حال خاتم المرسلین کا کہ واقعہ بدر میں ہاتھ رکھ رکھ کر زمین پر فرمایا کہ فلاں
شخص اس جگہ مرے گا اور فلاں اسجگہ اور ایسا ہی وقوع میں آیا اور جنکو شہید فرمایا وہ شہید
ہوکر مرے اور صحاب خلافت کے جو مدت فرمائی تھی وہی ظہور میں کی اور علامات قیامت میں
کیسی خبریں آئندہ کی دی ہیں وہ جو خبر دی ہیں ویسی واقع ہوئیں اور باقی ہونگی اور جنگ خیبر میں جناب
ولایت مآب حضرت علی مرتضٰی کرم اللہ وجہہ کو واسطے علم دینے کے بلایا تو اُن کی آنکھیں دکھتی تھیں پھر
فوراً اچھی ہوگئیں آپ کی برکت سے اور اسی طرح خبر دی یہود کو نام باپوں اُن کے سے خیبر میں اور
سلمہ بن اکوع کی پنڈلی میں جب ضرب آئی ایسی کہ لوگوں نے جانا کہ مرگیا پھر پھونکا آں حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ اسی وقت اچھا ہوگیا جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے اور غزوہ موتہ میں خبر
دی آپ نے موت زید اور جعفر اور ابن رواحہ کی پہلے آنے خبر شہادت اُن کی سے اور خندق کھودنے میں
عمار سے فرمایا تقتلک الفئۃ الباغیۃ اور جب عبد اللہ بن عتیک بہرے ابو رافع یہودی کو قتل کرکے
اور ٹوٹ گئی ٹانگ اُن کی اور عمامے سے باندھ کر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور بیان کیا
پس آپ نے ہاتھ پھیرا فوراً اچھے ہوگئے بخاری میں موجود ہے اور اسی طرح سننا اور معلوم کرنا عذاب قبر کا
آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے غرض صدہا ایسی اس قسم کی احادیث ہیں لیکن مگر جن کے
دلوں میں اہانت انبیا اور اولیا اللہ ہے وہ ایسی حدیثیں نہیں سنتے دیکھتے اور ناحق لوگوں کو مشرک
بناتے ہیں اور اس بہانہ سے عوام کے دلوں میں محبت اور عظمت اُن کی جو دلیل ایمان ہے
کھوتے ہیں اگر یہ کہیں کہ یہ مخصوص انبیا سے ہے تو دیکھیں کہ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل

ؔ اور اچھا کرتا ہوں اندھے مادر زاد کو اور کوڑھی کو اور جلاتا ہوں مردے کو اللہ کے حکم سے اور بتادیتا ہوں تمکو کہ کھا کر جو کچھ تم آؤ اور جو
کچھ ذخیرہ رکھو اپنے گھروں میں ۱۲ ؔ قتل کریگا تجھکو لشکر باغی ۱۲ ؔ میری امت کے عالم مثل انبیا بنی اسرائیل کے ہیں ۰

حدیث موجود ہے اور کرامات صلحا سے مومنین برحق ہے منکر اُس کا فر جیسا کہ کتب عقائد میں لکھا ہے
اور حدیث سے ثابت ہے بلکہ استدراج کفار سے بھی ہوتا ہے جیسے دجال سے زندہ کرنا مردے کا اور
مثل اس کے بہت سی باتیں حدیثوں میں موجود ہیں پس قدرت ان کاموں کی مخلوق کو بھی ثابت ہے
اور ورا اس کے اور طرح طرح کی قدرت مخلوق کو ثابت ہے جیسے اٹھانا گائے کا تمام زمین کو سینگ پر یا ایک
فرشتہ کا ہاتھوں پر حدیث وارد ہے اور قبض ارواح کرنا عزرائیل علیہ السلام کا ہزار ہا بنی آدم سے ہر وقت
اور رزق پہنچانا میکائیل علیہ السلام کا اور ہونا علم لوح محفوظ کا اسرافیل علیہ السلام کو احادیث صحیحہ سے
ثابت ہے اور ہلاک کرنا چیخ سے بعض فرشتوں کا بعض شہر کفار کو اور اسی طرح انواع تاثیرات اشیا کی
جیسے جلانا آگ کا اور تبرید پانی کی اور تاثیر اشیا سمی اور نفاذ زہر کی شبانہ روز محسوس اور شاہد ہیں
اگر کہیں کہ یہ باتیں تمام مخلوق اور ممکنات کو حق تعالی کی دی ہوئی ہیں ان اپنی ذات سے حاصل
نہیں جب چاہے لے لے تو بیشک یہ بات درست ہے مگر یہ سمجھنا تمہارا مسلمانوں کی نسبت کہ یہ
ان صفات کو مخلوق میں بالذات سمجھتے ہیں بن کہے اُن کے کیونکر معلوم ہوا اگر وحی ہے تو جھوٹ ہے
کیونکہ نبوت ختم ہو چکی اور اگر گمان ہے تو ظن المومنین خیرا چاہیے اگر قیاس ہے تو غلط ہے اسلیئے کہ مسلمان
سب کو مخلوق اور محتاج حق تعالی سمجھتے ہیں اور جب خود ہر شئے کو بنفسہ مخلوق سمجھا تو اس کی صفات کو
کس طرح غیر مخلوق اور بالذات سمجھیں گے بلکہ اگر کوئی کسی ملازم بادشاہ مثل تھانہ دار یا تحصیلدار یا
فوجدار وغیرہ کے انتظام اور حکومت کی تعریف کرے کہ اس کا حکم مثل نادر کے ہے اور عدل مثل
نوشیرواں کے اور انتظام اور سیاست اس درجہ میں کہ اس سے زیادہ کوئی نہیں کر سکتا ہے
پس وہ بادشاہ اُس کی تعریف سنکر خوش ہوتا ہے کہ فی الحقیقت تعریف اُس بادشاہ کی ہے اسلیئے کہ وہ
حکومت اسی کی دی ہوئی ہے ایک شعبہ ہے اُس کی حکومت سے اس تعریف کو کوئی شرکت نہیں کہتا ہے
نہ تعریف کرنے والا شرکت سمجھتا ہے بلکہ اُس کی حکومت کی تعریف کو تعریف حکومت بادشاہ سمجھتے ہیں اسلیئے کہ
حکومت تھانہ دار وغیرہ کی اُس کی دی ہوئی ہے اور قلیل ہے برابر بادشاہ کے کیونکر ہو سکتی ہے کبھی کسی کے خیال
اور وہم میں بھی شرکت نہیں آتی ہر چند کہ جو سیاست وغیرہ حکومت ہر بادشاہ میں ہے وہ حکومت تھانہ
تھانہ دار وغیرہ میں بھی ہوتی ہے مگر کوئی تھانہ دار کو برابر بادشاہ کے نہیں جانتا اور اگر کوئی یہ سمجھے
کہ اسنے حکومت تھانہ اور تحصیل کو برابر حکومت بادشاہ کے کر دیا تو وہ شخص نادان ہے

اپنی بے وقوفی کا علاج کرے کہ غلط سمجھنا وہ کہ اس تعریف کرنے کو منع کرے بلکہ وہ حکومت سلطانی کو
نہیں سمجھا کہ کیا چیز ہے اور کس عظمت کیساتھ ہے اور حکومت تھانہ کیا ہی اگرچہ حکومت دونوں کو برابر کہتے
ہیں جیسے حرارت آفتاب اور حرارت چراغ دونوں کو حرارت کہتے ہیں مگر حرارت چراغ کو کیا نسبت عظمت
حرارت آفتاب سے یہی لوگ کہ اس قسم کی ہر ایک بات کو شرک کہتے ہیں وہ عظمت اور قدرت صفات الٰہی کو نہیں
جانتے کہ کس مرتبہ میں ہی اور کیا چیز ہے اگر جانتے تو کبھی صفات محدودہ اور محصورہ غیر مستقلہ میں شرکت
نہ کہتے ان لوگوں کو چاہیئے کہ معرفت صفات الٰہی پیدا کریں جب خود بھی صاحب ایمان ہونگے اور دوسروں
کو بھی شرک سے بچائینگے اور جبتک کہ خود ہی عظمت اور مرتبہ صفات الٰہی نہیں جانتے تو اوروں کو کیا ہدایت کریں
گے اب اکثر صفات الٰہی سوائے الوہیت کے اس کی مخلوق میں بھی اُسی کی عطا کی پائی جاتی ہیں مگر وہ فقط مشارکت
اسمی ہی جیسے حکومت تھانہ اور حکومت شاہی حکومت تھانہ کیسی ہی عالی مرتبہ دارگیر میں ہو حکومت شاہی
سے کیا نسبت اور مبالغہ سیاست حکومت تھانہ میں عین تعریف حکومت شاہی ہی نہ شرکت بلکہ سب تابعین
حکومت سلطانی کی حکومت میں مبالغہ کرنا اور اطاعت کرنی اور عظمت بیان کرنی ظاہر کرنا عظمت
حکومت شاہی ہی نہ شرکت اور تحقیر اور اہانت کرنی اُن کی اور عدم اطاعت دلیل صریح ہے توہین
حکومت شاہی کی۔ اسی سبب سے جو کوئی تعظیم اور تکریم گورنر کی اور اُس کی اطاعت نہیں کرتا
باغی تصور کیا جاتا ہی اور جو کوئی تعظیم گورنر کی کرتا ہی بسلام اور نذرانہ اور تعمیل حکم وہ مقربین اور
مخلصین اس دولت سے ہوتا ہی پس سمع و بصر و علم و کلام اور حیاۃ اور ارادہ وغیرہ انسان
اور فرشتوں اور ارواحوں میں کہ وہ بھی مثل فرشتوں کے مجرد سے ہیں موجود ہیں اگرچہ ذاتی اور
عام نہیں پس اگر کسی کی نسبت اموات سے ان صفات کو مثل زندوں کے جانے تو شرک نہیں
ہو سکتا اسلیئے کہ روح کو شرع میں فنا اور موت نہیں۔ فانی اور مردہ جسم ہی بسبب جدا ہونے
تعلق روح کے اس جسم سے اور روح باقی ہے ؛

اب چند افعال کہ نجدیہ اُن کو شرک کہتے ہیں بلا شبہ ان کا حال لکھا جاتا ہی کہ مجتہدین اور
معتمدین علمائے سنت کے نزدیک اُن کا کیا حکم ہے **اول** سجدہ ہے کہ جس کو
غیر خدا کے واسطے عموماً شرک کہتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ شرک سے ممانعت
اور توحید کا حکم سب شریعتوں میں حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے برابر ہے اور آیہ

وما ارسلنا من قبلك من رسول الا نوحی الیه انه لا اله الا انا فاعبدون ۵
سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمیشہ توحید سب نبی بیان کرتے رہے ہیں اور فرشتوں نے حضرت
آدم کو اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف کو سجدہ کیا اگر مطلقاً سجدہ شرک ہوتا تو
فرشتے اور نبی مشرک ہوتے جو معصوم ہیں شرعاً پس مطلقاً شرک ہونا سجدہ کا یہ دعوی انکا غلط ہے جیسا
تفسیر عزیزی میں لکھا ہے کہ پیشانی بر زمین نہادن بطور تواضع میشود و یکے برائے عبادت حق سبحانہ
و قسم اول در ہیچ ادیان و ملل برائے غیر خدا حرام گشت و ہیچگاہ جائز نشدہ زیرا کہ از محرمات
عقلیہ است محرمات عقلیہ و تبدیل ادیان و ملل متبدل نمیشوند و دلیلش آنکہ این تعظیم مشعر بغایت
تذلل است و غایت تذلل برائے کسی سزاوار کہ در غایت عظمت باشد و غایت عظمت آنست کہ
ذاتی باشد و عظمت ذاتی خاص بحضرت حق است در ہیچ مخلوق یافتہ نمی شود دوم آنکہ برائے تکریم و تحیہ
باشد مانند سلام و تعظیم کردن و این معنی باختلاف رسوم و عادات و تبدل ازمنہ متبدل میشود گاہے جائز
و گاہے حرام و در شریعتہائے سابقہ جائز بود چنانکہ در قصہ یوسفؑ و خروا لہ سجدا واقع و در شریعت ما
این تعظیمات حرام و ممنوع و سجود فرشتگان برائے حضرت آدمؑ ہمین طریق بود۔ اور فتاوائے ابنیہ
میں لکھا ہے کہ سجدہ بوجہ تکریم پانچ جگہ جائز ہے رعیت بادشاہ کو بیٹا باپ کو مرید شیخ کو قوم نبی کو
اور فتاوی سراجی اور فتاوی خانی میں لکھا ہے اذا سجد الانسان سجدة التحية لا يكفر واذا
سجد الرجل لسلطان وكان قصده التعظيم والتحية دون الصلوة لا يكفر اور
فتاوی کافی میں ہے کہ کہا صدر شہید نے من سجد لغير الله ويريد به التحية دون
العبادة لا يكفر یعنی جو سجدہ کہ بہ نیت عبادت نہو تحیہ ہو کسی غیر کے واسطے کفر نہیں باتفاق علما
کے اور حدیث معاذ میں بھی مسئلہ مختلف ہیں پس اور افعال بے نیت اور عقیدہ کے کیونکر
شرک ہو سکتے ہیں یہ غلط فہمی اور غلط بیانی وہابی مشربوں کی ہے کہ شکل ظاہر فعل پر حکم کرتے
ہیں [illegible] مخالفت علما سلف کے اور ایسا ہی مطلقاً [illegible] کو کوئی کہہ سکتا ہے [illegible]
عمل [illegible] لکھا ہے جیسا کہ انتباہ فی سلاسل اولیاء میں لکھا ہے شاہ ولی اللہ صاحب نے کہ [illegible] قبر [illegible]

[illegible]

دوگانہ بروح آن بزرگوار ادا کند اگر سورہ فتحہ یاد باشد در اول رکعت بخواند و در دوم اخلاص و الا در
ہر رکعت سورہ اخلاص چہار بار بخواند بعدہ قبلہ را پشت دادہ بنشیند و یکبار آیۃ الکرسی و بعض سورتہا
بخواند و ختم کند و تکبیر گوید بعدہ ہفت کرت طواف کند و در ان تکبیر بخواند و آغاز از راست کند
بعدہ طرف پایان رخسارہ نہد و بیاید نزدیک روے میت بنشیند و بگوید یا رب ہست و یکبار بعدہ
اول طرف شمال بگوید یا روح و در دل ضرب کند یا روح الروح تا دامیکہ انشراح پیدا بہم رسد کشف قبور
و ارواح او را حاصل آید اور اسیطرح اگر کوئی بطور ریاضت کے کسی چیز کے گرد گھومے جیسے پہلوان کرتے
ہیں تو سب مباح کہتے ہیں اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ فعل بد اور شرک بے اعتقاد الوہیت
نہیں ہے اور اسی طرح کہتے ہیں کہ وقت تکلیف کے غیر خدا کسی کو یاد کرنا شرک ہے اور نہیں دیکھتے اس حدیث
کو کہ حصن حصین میں موجود ہے۔ اذا خدرت رجلہ فلیذکر احب الناس الیہ اسی جگہ سے
لوگ نام لیتے ہیں امیر المومنین علی مرتضیٰ رض کا یا جناب سید الشہدا امام حسین رض کا جس وقت
پاؤں پھیلے یا اکڑنے لگیں[1] اور جو کوئی بچہ نادان کرنے لگتا ہے تو متعلق اس کے اسیطرح کہتے ہیں
اس سبب سے کہ دوستی اہلبیت کا حکم ہے۔ قُلْ لَّا اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی
اور حدیثوں میں کمال تاکید محبت اہل بیت کی ہے اور مثل کشتی نوح فرمایا ہے اور خصوصاً محبت امیر
المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ اور جناب حسنین رضی اللہ عنہما میں زیادہ تاکید ہے جیسے
کہ آغاز کتاب میں مذکور ہو چکا ہے پس جب ہر مسلمان کو لازم اور شعار ایمان ان کی محبت کا حکم ہو
حکم ہوا کہ گرتے وقت نام لے احب الناس کا اور مسلمان کو اہلبیت نبوی سے زیادہ کوئی دوست نہیں
اس سبب سے بموجب حدیث لوگ نام ان حضرات کا لیتے تھے مگر وہابیہ کہ دشمن صلحا اور اہلبیت ہیں اور
اہانت ان حضرات کی مذہب انکا ہے اس کام نیک کو بہ بہانہ شرک منع کیا اور نہ دیکھا کہ جب پیغمبر خدا نے
حکم فرمایا ہے احب الناس کا پھر شرک کیونکر ہوا اس لیے کہ نبی شرک سے مانع ہیں نہ یہ کہ حکم
کریں واسطے شرک کے مگر جب کسی کو خدا گمراہ کرتا ہے تو عقل سلب کر لیتا ہے عیاذاً باللہ من ذلک
ہا یہ کہ وہابیت ایک شریعت جدید ہے اس شریعت وہابیہ میں شرک ہے جو شریعت محمدیہ

[1] اور جب سن ہو جاوے پیر تو جس سے محبت ہو اسکا نام لے ۱۲ منہ چنانچہ شفاء قاضی عیاض میں لکھا ہے کہ حضرت
عبداللہ ابن عمر رض کا ایک دفعہ پاؤں بیٹھ گیا تھا تو انہوں نے وا محمداہ کہا ۱۲ منہ

علی صاحبہا السلام میں اور اسیطرح بوسہ حجر اسود کو کوئی چیز ہو قبر ہو یا آستانہ کسی بزرگ کا یا مثل غیرہ
کوئی اگر بوسہ لیتا ہے کوئی مکروہ بیان کرتا ہے اور تفسیر آیہ کو فواقستروا خاسئین میں شاہ عبد العزیز
صاحب نے لکھا ہے کہ حضرت ابن عباس نے کھڑے ہوکر عکرمہ کے ہاتھ پر بوسہ دیا۔ اور بغل میں
لیا اور برابر اپنے بٹھایا جب انہوں نے ناجی ہونا باکین کا اصحاب سبت سے بحسب قاعدہ
شرع بیان کیا اور تفسیر آیہ یَعرِفونَہٗ کما یعرِفونَ اَبناءَھُم میں لکھا ہے کہ حضرت
عمر رض نے عبد اللہ بن سلام کو آفرین کی اور پیشانی پر بوسہ دیا جب انہوں نے کہا کہ میں رسالت محمد صلی اللہ
علیہ وسلم کو اپنے فرزند سے زیادہ جانتا ہوں گو اُس کی فرزندی کا مجھے اقرار ہے مگر احتمال ہے کہ اُسکی
ماں نے کسی اور کا نطفہ لیکر یا کسی اور کا ولد لیکر میرے ساتھ منسوب کیا ہو اور آپکی رسالت میں کچھ
شک نہیں ہے اور ابو داود میں روایت ہے زارع سے کہ جب آئے ہم مدینہ میں پس جلدی کی ہم نے
اترنے میں فنقبل ید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ورجلہ اور روایت ہے عائشہ رض
سے کہ نہیں دیکھا میں نے کسی کو اشبہ وقار اور خلق میں ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فاطمہ زہرہ رض
سے کانت اذا دخل علیہا قامت الیہ فاخذت بیدہ فقبلہ واجلستہ فی مجلسہا
اور ترمذی میں حضرت عائشہ رضی اللہ سے روایت ہے کہ زید ابن حارثہ جب آئے مدینہ میں تو آئے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم پاس اور دروازہ کھٹکھٹایا فقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عریانا
یجر ثوبہ فاعتنقہ وقبلہ اور ترمذی و ابن ماجہ میں ہے حضرت عائشہ رض سے ان ابا بکر
قبل النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو میت اور روایت ہے ترمذی اور ابو داود
ابن ماجہ میں حضرت عائشہ رض سے ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبل عثمان ابن مظعون
وھو میت وھو یبکی حتی سال دموع النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی وجہ عثمان اور
یہ بلینا جبیان کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے صحاح میں شاہ عبد العزیز صاحب نے
بالکل [illegible] حضرت خواجہ باقی باللہ صاحب قدس سرہ کی قبر [illegible] حضرت [illegible] سلطان نظام الدین [illegible] لیا

یہ [illegible] مبارک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] مبارک آپ کے [illegible]
[illegible] کے پاس [illegible] دست مبارک [illegible]
[illegible] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]
[illegible] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] رسول اللہ صلعم [illegible] حضرت عثمان
[illegible] حضرت عثمان کے [illegible]

روفی مناسک الفارسی وشرح المختار) انه قریبة من الواجب لمن له سعة رواخرج الدارقطنی[1] من حج وزار قبری بعد موتی کان کمن زارنی فی حیاتی اور مواہب لدنیہ میں لکھا ہے وقد[2] من زار الزیارة وجبت علیہ اور حدیث لا تشد الرحال نسبت بمساجد ہے نہ بمشاہد بلکہ زیارت قبور سنت ہی اور زیارت قبر والدین اور استاد اور مرشد کا حکم والدین ہی میں ہے جیسے مزید ثواب اور مغفرت ہر ہمیشہ جمعہ کو بموجب حدیث کے کہ روایت ہی محمد بن نعمان سے کہ فرمایا آنحضرت صلعم نے من زار قبر ابویہ او احدھما فی کل جمعة غفر له وکتب برا رواہ البیہقی فی شعب الایمان اور اس حدیث سے مردود ہے قول انکا جو کہتے ہیں کہ زیارت قبور محض واسطے یاد کرنے موت کے ہے اور استغفار میت کے اور کچھ فائدہ زیارت کرنے والے کو نہیں ہی اور اسی طرح مراد مانگنے کو مزار صلحا پر مطلقاً شرک کہتے ہیں پس دعا زیارت کرنے والے کے واسطے اپنی اور میت کی شرع میں ماثور ہے اور اگر کہے کہ الہی بحرمت اس نبی اور ولی کے حاجت میری روا کریا اس طرح سے کہ یارسول اللہ اور یا ولی اللہ جناب الہی میں دعا کرو کہ حاجت میری بر آوے درست ہی باتفاق اور اقوال ائمہ دین سے بخوبی ثابت ہی جیسا لکھا ہی شیخ عبدالحق محدث اور مولوی رفیع الدین صاحب نے چنانچہ آگے وہ عبارتیں نقل ہونگی[3] اور خصوصیت دعا کی بمشاہد متبرکہ یہ ہے کہ وہ محل نزول رحمت ہے وہاں امید قبولیت دعا زیادہ ہے اور افادہ اور استفادہ موجود ہے جیسا کہ تفسیر عزیزی میں زیر بیان آیہ ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ کے لکھا ہے کہ دفن کرو گرد ول گویا ساکنے برائے روح ساختن است بنابر اینست کہ از اولیاء مدفون نیز انتفاع واستفادہ جاری ست وآنہا افادہ واعانت نیز متصور او رجب ادراک اور شعور اموات بدلیل عذاب قبر ثابت ہے اور سماعت بحدیث قرع نعال ہے بدا اور قدر نفس ناطقہ کو بعد تجرد و عقلاً وشرعاً زیادہ ہے پس کہنا مردہ سے ایسا ہوا کہ جیسا کچھ طلب کرنا زندہ سے اور سب آدمی اپنی حاجات ایک دوسرے سے طلب کرتے ہیں بے اعتقاد الوہیت شرک نہیں ہوتا ہی۔ اور تفسیر عزیزی میں زیر آیہ لا تجعلوا للہ اندادا واقسام

---

[1] جس کسی نے حج کیا اور میری قبر کی زیارت کی تو ایسا ہے کہ گویا مجھکو زندگی میں دیکھا ۱۲ منہ اور حدیث میں ہے من حج البیت و لم یزرنی فقد جفانی رواہ ابن عدی وعد قطنی وغیرہما اور دارقطنی میں ہے کہ من زار قبری وجبت له شفاعتی وفی روایة حلت له شفاعتی ۱۲ منہ [2] جس نے قصد زیارت قبر کی ہی اس پر واجب ہی [illegible] ۱۲ منہ [3] [illegible] رضی نے حضرت امیر المومنین عثمان غنی رضی سے کہا انا اشتق لک الباب من الجانب الآخر واخرج الی الشام فان فیہم معاویة فقال لن افارق مجاورة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نصبر حتی قتل [illegible] ۱۲

شرک میں لکھا ہے کہ بعضے واسطے دفع بلا اور حصول منفعت کے دوسروں کی طرف رجوع کرتے ہیں اس سمجھ کر ناسطرح کہ توسل دوسروں سے کریں یہ شرک نہیں ہے اور منت ماننی اور نذر و نیاز کرنی صلحا کے جو حرام اور شرک کہتے ہیں وہ آگے مسئلہ نذر میں بیان ہوگا اور اسی طرح کسی کو پکارنا اور مراد مانگنی مطلقا شرک نہیں ہے بے اعتقاد والوہیت کے کہ حصن حصین میں ہے معجم طبرانی کبیر سے . اذا[1] اراد عونا فلیناد یا عباد الله اعینونی اور مسند بزار اور مصنف ابن ابی شیبہ سے لکھا ہے اذا انفلتت دابة فلیناد اعینونی یا عباد الله رحمکم الله اور صلوة الضرورة لکھی ہے ترمذی ابن ماجہ اور نسائی اور مستدرک حاکم سے . فلیتوضأ[2] ولیصل رکعتین ثم لیقل اللهم انی اسئلك واتوجه الیك بنبیك محمد نبی الرحمة یا محمد انی اتوجه بك الی ربی فی حاجتی هذه لتقضی لی اللهم فشفعه فی[3] اور تفسیر عزیزی میں بیچ سورۂ انشقت کے ہے کہ بعضی از خواص اولیاء الله را کہ جارحہ تکمیل وارشاد بنی نوع خود کردہ اند دریں حالت تصرف در دنیا دادہ و استغراق آنہا بجہت کمال وسعت مدارک آنہا مانع توجہ بایں سمت نمیشود و اویسیان تحصیل کمالات باطنی از آنہا مے نمایند و ارباب حاجات حل مشکلات خود از آنہا میطلبند و زبان حال آنہا در آنوقت مترنم بایں مقالات است مصرعہ من آیم بجان گر تو آئی بہ تن . اور نذر و نیاز بزرگوں کی کرنی بمعنی ہدیہ پیش کرنے بزرگوں کے ہے . نہ بمعنی نذر مصطلح شرع کہ وہ ایجاب غیر واجب

---

[1] جس وقت کسی سے مدد چاہے پس چاہیے کہ پکارے کہ اے بندو اللہ کے مدد کرو میری ۱۲ منہ [2] پس چاہیے کہ وضو کرے اور دو رکعت نماز پڑھے اور پھر یہ دعا پڑھے ۱۲ [3] اور حضرت عمر رض سے مروی ہے کہ جب بعد انتقال آنحضرت صلعم آنکو تحقیق ہوگئی تو روتے تھے

آپ کے خلاف امر کرنے اصحاب اس طرح کہتے تھے بابی انت وامی یا رسول اللہ صلعم لقد کان لك جذع تخطب الناس علیه فلما کثروا اتخذت منبرا لتسمعهم فحن الجذع لفراقك حتی جعلت یدك علیه فسکن فامتك اولی بالحنین علیك حین فارقتهم بابی انت وامی یا رسول الله صلعم لقد بلغ من فضیلتك عنده ان جعل طاعتك طاعته فقال من یطع الرسول فقد اطاع الله بابی انت وامی یا رسول الله لقد بلغ من فضیلتك عنده ان بعثك اخر الانبیاء وذکرك فی اولهم واذ اخذنا من النبیین میثاقهم ومنك ومن نوح وابراهیم وموسی وعیسی بابی انت وامی یا رسول الله لقد بلغ من فضیلتك عنده ان اهل النار یودون ان اطاعوك وهم بین اطباقها یعذبون یقولون یا لیتنا اطعنا الله واطعنا الرسولا بابی انت وامی یا رسول الله لقد اتبعك فی قصر عمرك ما لم یتبع نوحا فی کبر سنه وطول عمره .

روایت کیا ہے اس کو بہت سے ائمہ حدیث نے اور قاضی عیاض نے شفا میں اور قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں اور امام غزالی نے احیاء العلوم میں اور ابن حاج نے مدخل میں اور اسی طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے بعد انتقال آنحضرت صلعم کو بوسہ دیا اور روتے ہوئے یوں کہا بابی انت وامی طبت حیا اذکرنا یا محمد عند ربك ولنکن من بالك وفی روایة للامام احمد بن حنبل ثم قال وانبیاه ثم قبلها ثانیا وقال واصفیاه ثم قبل ثالثا وقال واخلیلاه اور بخاری میں انس رض سے مروی ہے کہ حضرت سیدة النساء فاطمہ زہرا نے بعد وفات آپ کے اس طرح کہتی تھیں یا ابتاه اجاب ربا دعاه یا ابتاه جنة الفردوس ماواه یا ابتاه الی جبریل ننعاه . یہ سب ندا اور خطاب ہے بعد وفات آنحضرت صلعم کے وروی البیہقی وابن ابی شیبہ باسناد صحیح ان الناس اصابهم قحط فی خلافة عمر فجاء رجل ابن حارث الی قبر النبی صلی الله علیه وسلم فقال یا رسول الله استسق لامتك فانهم قد هلکوا [illegible] اور یہ رجل بلال ابن حارث کا کہ جو صحابی ہیں اس طرح قبر پر آنا [illegible] جائز ہے اور [illegible] سے بہت [illegible] اور [illegible] صحابہ کرام سے کتب احادیث [illegible] تک [illegible] ہے .

امرنا الی اللہ میں نذر شرک ہی دو معنوں میں ایک عرفی معنی پیش کرنے کو دوسرے شرعی جیسا
مولوی رفیع الدین صاحب نے اپنے رسالہ نذور میں لکھا ہی نذر تین صورت سی ہی نذر اولیا درست
نہیں سمجھنا چنانچہ آخر کتاب میں بیان اسکا ہوگا اور لفظ نذر مشترک سی کچھ حرمت نہیں پیدا ہوتی
ہے اسلیے کہ بعضا اسلافوں نے بجائے استنا کہا ہی اور شاہ عبد العزیز صاحب نے تحفہ اثنا
عشریہ میں لکھا ہی ازین است کہ حضرت امیر و ذریۂ اتمام است بر مثال پیران و مرشدان می پرستند و
امور تکوینیہ را وابستہ بایشان میدانند و فاتحہ و درود و نذر و منت بنام ایشان رائج و معمول گردیده
چنانچہ با جمیع اولیاء اللہ مرسوم است جاننا چاہیے کہ ان لوگوں کو اشتباہ معنی شرک میں
ہوا ہی کہتے ہیں کہ مشرکین عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی بتوں کو الٰہ اعتقاد نہیں کرتے تھے
یہی افعال سجدہ و طواف اور بوسہ اور سفر زیارت اور نذر اور قربانی اور یاد کرنا وقت مصیبت کے
اور پکارنا اور تعظیم مکان انکے کے اور مانند اسکے کرتے تھے اب جو کوئی یہ فعل کسی نبی یا ولی یا اہل بیت
یا شہید یا فرشتے یا خبیث وغیرہ کے ساتھ کرے مشرک ہی گو اعتقاد الوہیت اسکا نہ رکھتا ہو اور
یہ عقیدہ سراسر غلط ہے قرآن اور حدیث سے اور مخالف ہی تحقیق ائمہ دین کے اول ترجمہ مقصد
حاشیہ کا جو رد نجدیہ میں علماء مکہ نے لکھی ہے مختصرا اور ملتقطا لکھا جاتا ہی بعدہ آیات اور اقوال دیگر علماء
ذکر کیے جاوینگے پوشیدہ نرہے کہ ہر چیز کا ایک رکن ہی کہ مدار وجود و عدم اسکا موقوف اسپر
ہوتا ہے اور دیگر فروعات اور عوارض ہیں کہ وجود و عدم اس چیز کا اسکے وجود و عدم پر موقوف نہیں ہے
ایمان کا رکن توحید کا اعتقاد حصر الوہیت ہی بیچ ایک کے اور اقرار شرط ہی نہ رکن اور اعمال نماز روزہ حج زکوۃ
وغیرہ فروع اور عوارض ہیں کہ بغیر ان سب کے توحید حاصل اور بے توحید یعنی بے اعتقاد حصر
الوہیت کے بیچ ذات کے یہ سب افعال اور اعمال بے اعتبار ہیں یعنی ادا کرنے والا ان افعال کا
بے اعتقاد اور اقرار موحد نہیں ہی جیسے یہود و نصاری وغیرہ منافقین عہد رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کہ نماز روزہ جہاد وغیرہ سب کاموں میں شریک تھے اور مومن نہ تھے اسیطرح رکن شرک اعتقاد
شرکت ہے بیچ الوہیت کے اور اقرار شرط ہے اور سجدہ اور طواف اور نذر اور قربانی وغیرہ فروع
اور عوارض ہیں کہ بغیر ان سب کے شرک موجود اور بے اعتقاد الوہیت ان اعمال اور افعال کو کچھ
اعتبار نہیں یعنی مرتکب ان افعال کا بے اعتقاد اور اقرار مشرک نہیں ہی اور مشرکین

عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بتوں کو الٰہ اعتقاد کرتے تھے اور اقرار کرتے تھے یہی تنہا شرک
انکا اسی کے رد کیواسطے قرآن مجید نازل ہوا اگرچہ بتوں کو مالک علی الاطلاق اور موجد کل نہیں
جانتے تھے مگر صفت الوہیت ثابت کرتے تھے اپنی غلط فہمی سے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے اوپر قیاس
کرتے تھے کہ ایک بادشاہ خبر گیری شہروں دور کی بے اعوان اور شرکا نہیں کر سکتا ہے اسی سبب
سے اللہ کے لئے شریک مقرر کرتے تھے۔ عزی واسطے عزت دینے کے اور ود واسطے محبت
لانے کے اور یعوق واسطے مخالفت کے دشمنوں سے اور مانند اس کے۔ اور غلطی انکی یہ تھی
کہ خاص کو عام کیا یعنی صفت الوہیت کہ خاص واسطے اللہ کے تھی عام سمجھتے تھے اور تصرف اولیاء
اور انبیاء کو کہ عام ہے اور مشابہ بتصرف خدا تاثیر قدسی ہیں کہ باسباب ظاہری کچھ تعلق نہیں ہے
ور اپنے نفس میں اور دیگر بادشاہوں میں نہیں پاتے شک میں پڑے کہ اس قسم کا تصرف خاص
ہے واسطے خدا کے جو کوئی ایسا تصرف کسی غیر کیواسطے بزرگوں سے اعتقاد کرے مشرک
ہو جاتا ہے پس دونوں فرقے مشرکین سابقین اور لاحقین غلط فہمی میں برابر ہیں اور سبب غلطی
دونوں فرقوں کا قیاس غائب کا ہے حاضر پر۔ اور جیسا کہ شرک واجب ہے پرہیز اس سے اسیطرح
ظلم شرک بھی برخلاف شرع واجب الاجتناب ہے انہوں نے برخلاف کتاب سنت اور جمہور علما
بعض آیات میں مثل وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِن دُونِهِ أَوْلِيَاءَ کے لفظ من دون اللہ کا پایا اُس کے
معنے اکثر خدا سمجھے اور کہنے لگے کہ مشرکین عہد رسالت بتوں کو برابر خدا کے نہیں جانتے تھے
اکثر سمجھتے تھے فقط یہی افعال سجدہ اور طواف اور نذر وغیرہ کرتے تھے جو کوئی یہ افعال کسی
کے ساتھ کرے مشرک ہے اور معنی لفظ من دون کے غیر اور سوا کے ہیں جیسے جمہور مفسرین
نے لکھا ہے۔ اور قطع نظر مفسرین کے یہ مطلب کہ مشرک اپنے معبود بتوں وغیرہ کو برابر
خدا کے جانتے تھے بہت آیات قرآنی سے بے لفظ دون بھی ثابت ہے اور ابطال قول
ان فرقہ میں کچھ شک نہیں۔ قُلْ لَّوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ كَمَا يَقُولُونَ إِذًا لَّابْتَغَوْا إِلَىٰ ذِي
الْعَرْشِ سَبِيلًا۔ اور لَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ فَتَكُونَ مِنَ الْمُعَذَّبِينَ اور وَلَا
تَقُولُوا ثَلَاثَةٌ اور وَلَا تَتَّخِذُوا إِلَٰهَيْنِ اثْنَيْنِ اور أَمْ لَهُمْ إِلَٰهٌ غَيْرُ اللَّهِ سُبْحَانَ
اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ اور أَإِلَٰهٌ مَّعَ اللَّهِ تَعَالَى اللَّهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ اور أَإِلَٰهٌ مَّعَ اللَّهِ

قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ ۔ اَمِ اتَّخَذُوْا اٰلِهَةً مِّنَ الْاَرْضِ هُمْ يُنْشِرُ
وْنَ اور لَوْ كَانَ فِيْهِمَا اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا
يَصِفُوْنَ اور اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۖ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ وَانْطَلَقَ
الْمَلَاُ مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا وَاصْبِرُوْا عَلٰۤى اٰلِهَتِكُمْ ۖ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ يُّرَادُ ط
غرض جو کچھ ذکر کیا ہمنے اس سے بخوبی ثابت ہے کہ شرعاً معتبر توحید اور شرک میں وہی صفت الوہیت
ہے اور بسبکہ وہ صفت سوائے ذات خدا کے کسی طرح کسی میں نہیں پائی جاتی نہ بالذات نہ
لعطائے حق تعالیٰ نہ بوجہ کمال نہ نقصان۔ اور اسی سبب سے شرک اخبث الخبائث ہے کہ مستلزم تعمیم
صفت خاص ہے بخلاف تمام صفات اور افعال کے کہ اُن میں مخلوقات کو بھی حسب المراتب شرکت
عطا فرمائی ہے۔ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ۔ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ وَهُوَ الَّذِيْ
اَحْيَاكُمْ ۔ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ۔ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ ۔ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا
وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ط لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا الخ
آیات محکمات سے شرکت صفات ذاتیہ ثبوتیہ میں کہ عبارت حیات اور علم اور سمع اور بصر اور کلام اور
مشیت اور قدرت اور ارادہ ہے۔ بخوبی واضح ہے اور شرکت شریعت میں باعتبار ان صفات
کے غیر ممکن اور اسی طرح اضافیہ اور افعال ہیں کہ ان صفات ذاتیہ سے پیدا ہوتے ہیں اور متعلق
ہیں انہی صفاتِ ذاتیہ سے جیسا تصرف بقدرت اور غیب دانی بعلم اور مانند اسکے اسلئے کہ یہ چیزیں
مخلوق کو بھی عطا فرمائی ہیں اور جو صفت کہ منشاء شرک ہے یعنے الوہیت وہ اصلا اور مطلقاً قابل
عطا نہیں ہے اور یہ صفات اور افعال یعنے قدرت اور علم اور حیات اور سمع اور بصر کہ خدا
تعالیٰ کے واسطے ہیں غیر کے واسطے ثابت کرنی مدار شرک شرعاً نہیں ہیں اسلئے کہ نبص
قرآن و سنت ثابت ہے کہ مشرکین اپنے بتوں کو مانند حق تعالیٰ کے صفات میں نہیں جانتے
تھے اور مشرک تھے۔ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ
اللّٰهُ ط فَاِذَا رَكِبُوْا فِى الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۝ اور مثل
اسکے بہت سی آیتیں ہیں پس ثابت ہوا کہ شرع میں شرک باعتبار صفات اور افعال کے
نہیں ہے بلکہ مدار اسکا صفت الوہیت ہی پر ہے کہ اعتقاد الوہیت سے بیچ مخلوق کے صفات

ذاتیہ میں بھی شرک ہوجاتا ہے اور بے اعتقاد الوہیت اثبات جمیع صفات ذاتیہ سے شریعت
میں شرک لازم نہیں آتا مگر نجدیہ نے اصل مطلب فرو گذاشت کر کے مدار شرک چار چیز پر رکھا
علم اور تصرف اور افعال عبادت اور افعال عادت اور یہ احکام توفیقی ہیں چاہیے کہ اپنے
دعوی کو کلام شارع سے ثابت کریں اور وہ حاصل نہیں پس ایجاد نئی شریعت کا کیا ہے حالانکہ
کلام شارع سے بخوبی ثابت ہے اور کتب عقائد میں موجود اور سب اہل اسلام پر ہویدا ہے کہ شرک
نہیں ہے مگر صفت الوہیت میں اور تمام صفات ثبوتیہ میں ذاتیہ اور اضافیہ کو شرک میں دخل نہیں ہے
اس قرن شیطان نے تمام صفات سے صفت علم کو اختیار کیا نہ اور صفات کو اور یہ خلاف معقول اور منقول
ہے خلاف معقول واسطے لزوم ترجیح بلا مرجح کے اور تخصیص بلا مخصص کے ہے کہ تمام صفات احکام
ثبوت میں واسطے ذات کے یکساں اور برابر ہیں اور خلاف منقول یہ کہ مخالف ہے اسکے جو شارع سے
منقول ہے جیسا کہ گذرا اور آویگا اور جو فعل کہ اس مقدمہ میں منعقد کی ہے اس میں آیتیں اور حدیثیں نقل
کی ہیں کہ دلالت کرتی ہیں اوپر خصوصیت علم غیب کے ساتھ خدا تعالےٰ کے نہ دلالت کرتی ہیں
اس پر کہ یہ صفت غیر میں سمجھنی شرک ہیں نہایت یہ کہ غیب خاصہ خدا کو اگر کوئی کسی مخلوق کے لیے ثابت
کرے یہ اعتقاد باطل اور مخالف شرع ہے نہ یہ کہ شرک ہوا اسلیے کہ ہر باطل اور مخالف شرع شرک
نہیں ہے اور عادت اس قرن شیطان کی یہ ہے کہ ایک لفظ ایک جگہ سے لیتے ہیں اور اطراف پر کچھ خیال
نہیں کرتے اور نہ اصولِ دین پر نظر رکھتے ہیں بلکہ اپنی سمجھ کے موافق بیہودہ گوئی کرتے ہیں چنانچہ اسی بحث
میں کہ علم غیب کو بغیر خدا شرک کہتے ہیں اور حال یہ ہے کہ آیہ کریمہ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا
اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ[1] میں استثنا بھی موجود ہے اگر غیب مدار شرک ہوتا اظہار دوسرے
کا غیب پر ممکن نہ تھا اور جمہور مفسرین اور اکابروں نے تطبیق کی ہے ساتھ جدا کرنے غیب کے دو
قسم پر کہ غیب خاصہ خدا غیب مطلق ہے۔ اور جو غیب کہ عطا کیا جاتا ہے غیب اضافی ہے غیب
مطلق کہ خاصہ خدا ہے وہ ہے کہ بہ نسبت سب مخلوق کے غائب ہو اور غیب اضافی یہ کہ غائب
ہے فرشتوں سے اور حاضر ہے نزدیک انسان کے مانند کیفیات جسمانی کے یا عکس اسکے جیسے عالم
برزخ اور بہشت اور دوزخ اور جو کچھ کہ متعلق ہے ساتھ ملکوت کے حاضر ہے۔ نزدیک

[1] اور نہیں ظاہر کرتا غیب اپنا کسی پر جو پسند کر لیا کسی رسول کو ۱۲

فرشتوں کے اور غائب ہے انسان سے بن اطلاع فرد بشر کی اوپر تمام ملکوت کے اور اطلاع روح
کسی کامل کی برزخ میں اپنے تمام احوال زندوں کے بالکل نہ اور توجہ اپنی پر بلکہ تمام عالم تعلق غیب
مطلق نہیں ہی جو خاص بخدا ہے کہ احادیث صحیح ہیں واسطے حضرت اسرافیل کے ثابت ہی اور واسطے
بعض اولیا اللہ کے متواتر منقول ـ نظر قرآن میں نہیں کرتے وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا پس جو
کہتے ہیں کہ من زعم ان ارواح الانبیاء والاولیاء حاضرة وناظرة صار مشرکا کمال جہالت ہی اس لئے
کہ اسماء الٰہی توقیفی نہیں اور کہیں اسماء حسنے میں حاضر او ناظر نہیں ہے اور نہ تمام فصل میں کہیں
ذکر کیا ہے مگر ظاہر اہل عجم بجائے شہید کے یہ لفظ بولتے ہیں اور قرآن شریف میں موجود ہے
فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا[1] اور فرمایا پیغمبر
خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے عرضت علی اعمال امتی فوجدت فی محاسن اعمالها
الاذی یماط عن الطریق ووجدت فی مساوی اعمالها النخامة تکون فی المسجد
لا تدفن رواہ مسلم[2] اور صلوا علی فان صلوتکم تبلغنی حیث کنتم[3] اسی طرح تصرف کو افعال الٰہی سے
مدار شرک کہتے ہیں اور تمام آیات اور احادیث مذکورہ فصل میں ایک جگہ بھی یہ لفظ نہیں ہے اور
ایسا ہی دو قسموں باقیوں میں کہ افعال عبادت اور افعال عادت پر مدار شرک رکھا ہی بے اصل ہے
اصل مسئلہ افعال کو یاد رکھنا چاہیئے کہ بہت جگہ بکار آمد ہے اور وہ یہ ہی کہ بہ نسبت جن افعال کی
خصوصیت مع الطلب وارد ہوئی ہے یعنی جن افعال کو بندوں سے خاص واسطے اپنے طلب
فرمایا ہی وہ افعال بھی دوسرے کے لئے کرنے شرک نہیں ہیں جب تک کہ اعتقاد الوہیت نہو
اگرچہ ممنوع ہوں اور قید طلب باختصاص کی اسلیئے ہے کہ بعض صفات و افعال خاص ہیں
واسطے خدا کے مگر طلب نہیں ہے جیسے اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ کہ اختصاص حکم بخدا ہی مگر یہ بات نہیں
کہ خاص مجھی کو حاکم کہو اور کو نہیں اسلیئے کہ خصوصیت طلب کی بے منع طلب کے غیر سے نہیں
ہوتی ہی اور مثل اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ کہ خصوصیت استعانت بخدا ہی مگر طلب نہیں یعنی خاص
مجھ ہی سے طلب کرو دوسرے سے نہیں اسلئے کہ خصوصیت طلب بے منع طلب غیر سے

---

[1] پس کیا حال ہوگا جب بلاوینگے ہم ہر امت میں سے گواہ اور بلاوینگے تجھکو ان لوگوں پر گواہ ۱۲ [2] پیش کیے گئے مجھ پر میری
امت کے اعمال پس پایا میں نے اچھے نیک عملوں سے تکلیف کہ دور کی جاتی ہے راستہ سے (یعنی پتھر کنکر وغیرہ راستہ سے دور کرو
تا کہ [illegible] کرنے لگے) اور پایا میں نے برے کاموں سے تھوک کہ مسجد میں کہ دفن نہ کیا جاوے ۱۲ منہ [3] اور درود بھیجو مجھ پر پس تمہارا درود پہنچتا ہی مجھ کو
جہاں ہو [illegible]

نہیں ہوتی تمام ہوا ترجمہ مقدمہ ہدایہ مکیہ کا اور شاہ ولی اللہ صاحب نے فوز الکبیر مین لکھا ہے مشرک
آنست کہ غیر خدا را صفات مختصہ بخدا اثبات نماید مثل تصرف بارادہ کہ تعبیر ازاں بکن فیکون می شود
یا علم ذاتی غیر از اکتساب بحواس و دلیل و منام و الہام و مانند آں یا ایجاد یا شفا ر مریض یا لعنت کردن
شخصے و ناخوش بودن از و تا بسبب آں کراہیت تنگ دست یا بیمار یا شقی گردد یا رحمت فرستادن بر
شخصے تا بسبب آن رحمت فراخ نعمت و صحیح بدن و سعید باشد ایں مشرکان در خلق جواہر و تدبیر امور عظیم
ہیچ کسے را شریک نمیداشتند و چوں خدا تعالی برائے کارے ابرام فرماید ہیچ کس را قدرت منع آں
اثبات نمیکردند بلکہ شرک ایشاں در امور خاصہ بعضے بندگان بود گمان میکردند مانند آنکہ پادشاہ
عظیم بندگان خاص خود را باطراف ملک مے فرستد و ایشان را در امور جزئیہ تا وقتیکہ صریح حکم بادشاہ
نرسد مختار و متصرف میدارد و خود بامور جزئیہ بندگان نمی پردازد و حوالہ سائر بندگان بتہا ر مہ میکند و
شفاعت تہا رمہ در باب خادمان و متوسلان ایشاں قبول مینماید ہمچنیں حق تعالی بعض بندگان را خلعت
الوہیت دادہ و رضا و سخط ایشاں در سائر بندگان اثر میکند پس واجب میدانستند تقرب بآن
بندگان خاص تا شائستگی قبول ملک مطلق حاصل شود و شفاعت برائے ایشاں در مجاری امور درجہ
پذیرائی یابد و بملاحظہ ایں امور سجدہ و ذبح برائے ایشاں و استعانت در امور ضروریہ بقدرت
کن فیکون ایشاں می نمودند و صورتہا از سنگ و صفر و روئیں برای ایشاں تراشیدہ قبلہ توجہ بآن ارواح
ساختند و جاہلان رفتہ رفتہ آں سنگہا را بذاتہ خود خدا انگاشتند فقط اور مانند اسی کی ہے حجۃ اللہ البالغہ
میں بیچ حال مشرکوں کے ذہبوا ان الصالحین من قبلہم عبدوا اللہ و تقربوا الیہ فاعطاہم
اللہ الالوہیۃ فاستحقوا العبادۃ من سائر خلق اللہ الخ فنصبوا علے اسمائہم احجارا و جعلوہا
قبلۃ عند توجہہم الی ہؤلاء فخلف من بعدہم خلف فلم یفطنوا الفرق بین الاصنام
و بین من ہی علی صورتہ فظنوہا معبودات بعینہا و لذلک رد اللہ تعالی علیہم

ے گئے ہیں وہ اس طرف کہ جو نیک لوگ ان سے پہلے تھے انہوں نے عبادت کی اللہ کی اور چاہا قرب الہی پس دی اُن کو اللہ نے
الوہیت پس مستحق ہوئے وہ عبادت کے تمام خلق اللہ سے الخ پس نصب کئے انہوں نے اُن کے ناموں کے پتھر اور اُن لوگوں کی توجہ کے
لیے اُن کو قبلہ گردانا پس آئے ناخلف ان کے بعد انہوں نے نہ سمجھا فرق بتوں میں اور جو کوئی اوکی صورت پر ہیں پس گمان کیا انکو معبود بعینہ اور کیا
رد اللہ نے کبھی اسبات کی تنبیہ پر کہ حکم اور ملک اللہ کے لیے خاص کر اور اس بات کے بیان پر کہ وہ پتھر ہیں کیا اُن کے لئے پاؤں ہیں کہ
چلتے ہیں ان سے کیا اُن کے لیے ہاتھ ہیں کہ پکڑتے ہیں اُنسے کیا اُن کے لیے آنکھیں ہیں کہ دیکھتے ہیں ان سے کیا انکے لیے کان ہیں کہ اُنسے سنتے ہیں

تارۃ بالتنبیہ علی ان الحکم والملک للہ خاصۃ وتارۃ ببیان انہا جمادات اَلَهُمْ اَرْجُلٌ
یَّمْشُوْنَ بِهَا اَمْ لَهُمْ اَیْدٍ یَّبْطِشُوْنَ بِهَا اَمْ لَهُمْ اَعْیُنٌ یُّبْصِرُوْنَ بِهَا اَمْ لَهُمْ اٰذَانٌ یَّسْمَعُوْنَ
بِهَا الخ اور اسیطرح شاہ عبد العزیز صاحب نے بیچ فتح العزیز کے لکھا ہے کہ استعانت بچیزیکہ توہم
استقلال آنچیز در وہم وفہم ہیچکس از مشرکین وموحدین نباشد بلا کراہت جائز است الخ اور بیچ اقسام
استعانت کے لکھا ہے کہ ملائکہ وارواح انبیا را در پردہ صور وتماثیل قبور وتعزیہ ہا معبود سازد
وزن وفرزند وخدمت وصحت از ایشان باستقلال درخواست وشفاعت وعرض ایشان در جناب
او تعالی واجب القبول داند گو مکروہ الجناب باشد فقط وفیہ از انجملہ کسانیکہ در دفع بلا دیگرا را میخواہند
وہمچنیں در تحصیل منافع بدیگران رجوع نمایند بالاستقلال نہ اینکہ توسل باسم دیگران نمایند وفیہ
بخشیدن فرزند وتوسیع رزق وشفا از امراض ومانند آں را مشرکان نسبت بارواح خبیثہ واصنام
می نمایند وکافر می شوند وموحدان از تاثیر اسمار الٰہی یا خواص مخلوقات او میدانند از ادویہ وعقاقیر
ویا دعائے صلحائے بندگان او کہ ہم از جناب او درخواستہ انجاح مطالب می کنانند می فہمند و
در ایمان شان خلل نمی افتد اور تفسیر آیہ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّا
سَ السِّحْرَ میں لکھا ہے کہ علمار امت محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے شرک اور کفر کو سحر سے دور کرکے
استعمال کیا ہے۔ اصلاح پہلی قسم کی دعوت علوی ہے کہ ملائکہ علویہ کو باستعانت اسمار الٰہی
اور آیات قرآنی مسخر کرتے ہیں اور اصلاح قسم دوم عزیمت اور دعوت سفلی ہے کہ موکلان زمین
اور جنات کو باستعانت اسمار اور آیات بے شائبہ کفر وشرک اور تعظیم غیر خدا بحکومت اور غلبہ
مسخر کرتے ہیں اور اصلاح تیسری قسم کی حاصل کرنا ربط کا ہے ساتھ ارواح پاک صلحا اور اولیا
کے کہ اکثر اسی مذہب کے عمل میں لاتے ہیں اور حاجتوں میں اپنی اور دیگر خلق اللہ کے منتفع ہوتے
ہیں اور طریقہ اسکی تحصیل کا طہارت اور تلاوت اور پہونچانا ثواب صدقات واسطے ارواح کے متلو
رکھتے ہیں اور اصلاح پانچویں قسم کی عقد ہمت ہے کہ مشائخ عظام سے واسطے حل مشکلات کے
واقع ہوا ہے اور وہ بسبب استغراق کے بیچ ملاحظہ کسی نام کے اسمائے الٰہی سے حاصل ہوتا ہے
کہ سراسر مبنی اوپر پاکیزگی روح کے ناپاکیوں دنیا سے ہے اور اصلاح چھٹی قسم کی غور ہے
بیچ خواص آیات اور اسمار الٰہی کے اور رقموں اور عددوں اسکی اور ترکیب دینے بعض کو

ساتھ بعض کے اور پڑھنے اوقات مبارک کو کاغذوں مختلف اور تختیوں متفاوتۃ الخواص کے
تاکو فی مطلب نیک حاصل کریں جیساکہ کتب تعویزات اور خواص اسما اور سورۃ قرآن میں ساتھ
قید اور شرطوں کے ہے اور کتب تکسیر میں مشرح اور بہ تبعیت اس علم کے بیچ خواص اور چیزوں کے
عنصریات سے اور خواص بروج اور درجات شرف وبال سے بھی نظر کرتے ہیں اور ذکر اللہ بھی اسکے
ساتھ ملاتے ہیں خلاصہ یہ کہ وجہ بُرے ہونے سحر کی یہ ہے کہ منجر بکفر اور شرک ہوتا ہے اعتقاد تاثیر
کواکب اور ارواح مدبرہ اور خبیثہ شیاطین سے اور یہ سبب التجا کے طرف غیر خدا کے اور منہمک ہوتے
اسباب میں اسطرح پر کہ خدا سے غافل ہو جاویں جب یہ برائی جاتی رہے پس مدار حلت اور حرمت
غرض پر ہے اور اسی تفسیر میں ہے وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَتَّخِذُ مِنْ دُونِ اللَّهِ یعنی مقرر کرتے ہیں سوا خدا کی کہ منعم حقیقی
اور محبوب بالذات سوائے اسکی دونوں جہان میں کوئی نہیں أَنْدَادًا شریک حالانکہ اسقدر
دلائل روشن مانع اسکے ہیں کہ کوئی برابر اسکے نہیں ہو سکتا اگرچہ ایک کوئی ہو نہ کہ اس قدر انبوہ
معبودوں کا پھر فقط اعتقاد ہونے پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ ہر چیز میں برابر خدا کے کرتے ہیں یہانتک
کہ يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ دوست رکھتے ہیں اُن کو مانند دوستی خدا کے اور حق تعالے کو
بالذات اور بالاصالہ دوست رکھنا چاہئے اور جو کچھ سوا اُسکے ہے یا اُسکے حکم سے محبوب ہے مانند انبیا
اور صلحا کے یا یہ کہ اُسنے وسیلہ حاجت ادائے اُسکے کا کیا ہے الخ اور بعضے لوگ ارواح مدبرہ اور
ملائکہ موکلہ کو مخلوقات پر یا ارواح انبیا اور اولیا اور عبادو علما کو بے ملاحظہ علاقہ بندگی خدا
اور محبوبیت اُسکی کے بالاستقلال محبت میں برابر خدا کے کرتے ہیں آخر آیہ تک پس ثابت نہیں
ہوتا شرک موافق اقوال مذکورہ علمائے اہل سنت کے جب تک عالم بالذات اور متصرف بالاستقلال
سوائے خدا کے کسیکو نہ سمجھے اور یوں سمجھنے سے کہ یہ علم جزئی یا یہ تصرف مقید انکو خدا کا دیا ہوا ہے
شرک نہیں ہوتا اب بعض آیات اور حدیث کو جو وہابیہ استدلالاً اپنے مطلب پر بیان کرتے
ہیں انکا حال لکھا جاتا ہے پس در شرب فی العلم میں لکھتے ہیں وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ
اور مفاتیح غیب مبادی غیب ہیں وہ کوئی کسی کو ثابت نہیں مگر حق تا نہ نبی نہ ولی نہ فرشتہ وغیرہ کو البتہ
غیب اضافی سب کو ہوتا ہے وہ اس آیت سے ثابت نہیں ہوتا قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ

اور اُسکے پاس کنجیاں ہیں غیب کی نہیں جانتا اُنکو مگر وہ ہی ت امد رکھ کہ نہیں جانتا جو کوئی ہے آسمان اور زمین میں غیب کو مگر اللہ

وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰهُ اس آیت میں غیب مطلق مراد ہے نہ ہر غیب جیسے معلوم ہوتا ہی
اس آیت سے کہ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ پس اگر ہر علم غیب
خاصۂ خدا ہے کہ دوسرے میں جاننے سے شرک ہوتا ہی جیسے وہابیہ کہتے ہیں پھر استثنا کمن
ارتضی من رسول کیونکر صحیح ہوتا ہی مگر عادت ان مبتدعین کی ہے کہ اصول اور اطراف پر نظر نہ کر کے اپنی
رائے سے تفسیر کرتے ہیں اور گمراہ ہوتے ہیں اور دیگر جہلا کو گمراہ کرتے ہیں چنانچہ تفسیر عزیزی میں لکھا ہی
کہ غیب وہ ہے کہ کسی حواس ظاہری اور باطنی اور اسباب اور علامات اور عقل اور فکر سے
نہ معلوم ہوا اور یہ غیب مختلف ہوتا ہی جیسے اندھے کے نزدیک عالم الوان غیب ہی اور فرشتوں
کے نزدیک الم بھوک پیاس غیب ہی اور یہ غیب اضافی ہے اور ایک وہ کہ نسبت سب مخلوق کے
غائب ہے جیسے اتا قیامت کا وہ غیب مطلق ہے پس اس غیب پر خدا مطلع کرتا ہی اپنے رسولوں سے
جسکو چاہے ایسی اطلاع دے کہ جسمیں شبہ و شک نہو۔ اب جب کہ قرآن سے ثابت ہوا کہ غیر خدا کو بھی اطلاع
غیب پر ہے پھر شرک کہاں رہا۔ اب جسوقت معلومات نجوم اور رمل اور کہانت اور جفر اور استدلالات قائع
آئندہ اور حوادث کونیہ باسباب اور علامات ظنیہ یقینی نہیں ہوتے پس داخل علم نہیں اور کشف اور الہامات
اولیا ہر چند یقینی ہوتے ہیں ساتھ بعض حوادث کونیہ وغیرہ کے مگر رفع اشتباہ
بجمیع وجوہ نہیں ہوتا اسلئے تکلیف علم اُس سے ثابت نہیں اور اسی سبب سے خصوصیت من ارتضی
من رسول ہے یا یہ کہ اظہار مختص غیب پر اور بات ہے جو رسولوں کو حاصل ہی اور اظہار غیب کسی پر
امر دیگر ایک کے نفی سے دوسرے کی نفی لازم نہیں آتی اسی لئے اظہار غیب اولیا پر جائز ہے اور
واقع جیسے حضرت موسی کی ماں کے حق میں فرمایا ہی اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَیْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ
اور بعض قدمائے مفسرین اہل سنت کہتے ہیں کہ مراد غیب سے لوح محفوظ ہی اور اطلاع لوح
محفوظ سوائے پیغمبروں کے کسی کو حاصل نہیں ہوتی اور یہ کلام درست نہیں ہے اول اسلئے
کہ باخبار صحیح روایت ہی کہ خصوصیت اس امر کی ساتھ حضرت اسرافیل کے ہے اور وہ رسول نہیں
ہیں۔ دوسرے یہ کہ اطلاع مضامین لوح محفوظ پر بلکہ مطالعہ نقوش اُسکے کا بھی بعض اولیا سے

مراد سو لوح کی سیر پایا کہ وہ علم اولیا کو بالاصالت نہیں ہے بتبعیت انبیاء و اسطہ خصوصیت

لہ ہم پھیر نے والے ہیں اُس کو تیری طرف اور کرنے والے ہیں اُسکو رسولوں سے ۱۲

سے متواتر منقول ہے انتہے۔ خلاصہ تفسیر عزیزی اور مرقاۃ میں ملا علی قاری نے لکھا ہے
للغیب مبادی ولواحق ولا یطلع علیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل واما اللواحق
فھوما اظھرہ اللہ تعالی علی بعض احبائہ وخرج ذلک عن الغیب وصار غیبا اضا
فیا اللواو ذلک اذا تنور الروح القدسیۃ وازداد نوریتھا واشراقھا بالاعراض عن ظلمات
عالم الحس وتجلیۃ القلب عن صدا الطبیعۃ والمواظبۃ علی العمل والعلم وفیضان
الانوار الالھیۃ حتی یقوی النور وینبسط فی فضاء قلبہ فتنعکس فیہ النقوش المرتسمہ
فی اللوح المحفوظ ویطلع علی المغیبات ویتصرف فی الاجسام السفلی بل یتجلے
حینئذ الفیاض الاقدس بمعرفتہ التی ھی اشرف العطایا فکیف لغیرہ انتھے
اب شرک نہونے اس مضمون پر کہ جو امر کل ہو گا فلاں شخص جانتا ہے ایک حدیث بیان کیجاتی
ہے کہ کچھ عورتیں گاتی بجاتی تھیں اور پیغمبر خدا کے سامنے ایک عورت نے یہ گایا وفینا نبی یعلم
ما فی الغد فقال دعی ھذہ وقولی بالذی کنت تقولین پس اس حدیث میں کچھ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمایا نہ اُس کو حکم توبہ اور تجدید ایمان کا کیا پھر شرک ہونا
کیونکر ثابت ہوا سوائے اسکے کہ اپنی عقل سے جو چاہتے ہیں کہتے ہیں۔ اور منع فرمانا رسول خدا
صلعم کا اس وجہ سے تہا کہ وہ حالت لہو ولعب میں مدح رسول اللہ صلعم کہ قسم عبادت سی ہے
کرنے لگیں اس سبب سے منع فرمایا اور اگر شرک ہوتا تو توبہ اور تجدید ایمان کا حکم فرماتے بلکہ
خود حدیث میں آیا ہے کہ فرمایا پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے علمت علم الاولین والآخرین
اور خفاجی نے شرح شفا میں لکھا ہے فلعلہ کان اخوا لہ بعد انقطاع عرض جبرئیل لہ
پس جب علم اولین اور آخرین حاصل تہا تو علم غد کی کیا اصل ہے پس ممانعت صرف واسطے
ملانے مدح وثنائے رسول الثقلین ہے ساتھ لہو ولعب کے اور شرک نہیں ہوتا مگر ساتھ ثابت
کرنے علم ذاتی کے واسطے غیر خدا کے اور غیب اضافی مخصوص بخدا ہی نہیں ہے بلکہ غیب مطلق کو
بھی باظہار رسول مرتضی ثابت ہے اور حدیث اذا سألت فاسئل اللہ واذا استعنت فاستعن باللہ

---

[1] اور ہم میں نبی ہے کہ جانتا ہے جو کچھ کل ہوگا پس فرمایا آپ نے کہ چھوڑ اُس کو اور کہہ جو کہتی تھی ۱۲ منہ [2] سکھایا گیا میں علم اگلے پچھلو ۱۲ منہ [3] وفی حدیث ابن اخطب ره وابن حذیفہ رض فی الصحیح انہ صلی اللہ علیہ وسلم اخبر بما یکون الی یوم القیامۃ ۱۲ منہ [4] جبوقت مانگے تو تو مانگ اللہ سے اور جبوقت مدد چاہے تو مدد چاہ اللہ سے ۱۲ منہ

مشکوٰۃ کے باب توکل میں ہے اُسکو شرک سے کچھ علاقہ نہیں جو ذکر کرتے ہیں اور اگر یہ معنے ہوں
کہ کسی سے سوال کرنا کسی بات کا یا مدد چاہنی شرک ہے تو کوئی مسلمان شرک سے نہیں بچتا
ہے نہ صحابہ رضہ نہ اہل بیت اس لیے کہ سب استعانت طباخ اور موچی اور طبیب اور درزی
وغیرہ سے کرتے ہیں چاہیئے سب شرک ہو جائیں یہ فہم ان کا غلط ہے استعانت اور سوال
کسی سے بے اعتقاد الوہیت شرک نہیں ہے[1] اور ایسے ہی حدیث یسال اللہ احدکم حاجتہ
کلہا حتی یسالہ ملحٗ وحتی یسال شسع نعالہ اذا انقطع اس حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا
کہ کسی سے حاجت طلب کرنی شرک ہے ورنہ جوتی طلب کرنی موچی وغیرہ سے اور نمک طلب
کرنا بقال وغیرہ سے شرک ہوتا اور یہ سب وہابی شرک ہوتے اسلئے کہ سب چیزیں اکثر لوگ باہم
طلب کرتے ہیں کوئی اقتصار طلب خدا تعالی پر نہیں کرتا بڑے واعظوں کو دیکھا ہے کہ جب جوتی
کھوئی گئی ہے تو بطلب نعلین ننگے پاؤں دوڑے ہیں یہ نہیں دیکھا کہ بیٹھے خدا سے طلب کیں[2]
اور ایسی ہی حدیث لما نزلت وانذر عشیرتک الاقربین دعی النبی صلی اللہ علیہ وسلم
قرابتہ فخص فعم یا بنی کعب انقذوا انفسکم من النار فانی لا املک لکم من اللہ
شیئا الخ وقال یا فاطمۃ انقذی نفسک من النار سلینی ما شئت من مالی فانی
لا اغنی عنک من اللہ شیئا[3] کا ترجمہ کرتے ہیں کہ فرمایا پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے
میں نہیں کام آونگا اللہ کے ہاں تمہارے کچھ اور یہ سراسر غلط ہے لا املک اور لا اغنی کے معنے
نہیں ہیں کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم اپنے ذوی القربی اور امت کے کچھ کام نہ آویں گے
خدا کے روبرو چنانچہ تفسیر عزیزی میں یہ روایت موجود ہے کہ فرمایا رسول خدا صلعم نے اول
من اشفع من امتی اہل بیتی ثم بنو ہاشم ثم الاقرب فالاقرب من قریش اور صحیح
بخاری اور مسلم میں موجود ہے روایت حضرت ابن عباس رض سے قال قلت یا رسول اللہ ہل اغنیت

---

[1] بل کل ہذا التعلیم علی مراتب التوکل وکفاک ذکر المحدثین فی باب التوکل ۱۲ منہ [2] اپنی سب حاجتیں اللہ سے مانگے یہانتک کہ مانگے اس سے نمک اور مانگے اس سے چمڑا جوتی کا جب ٹوٹ جاوے ۱۲ منہ [3] جس وقت اتری یہ آیت کہ ڈرا اپنے رشتہ داروں کو بلایا نبی صلعم نے اپنے رشتہ داروں کو اور فرمایا ای بنی کعب بچاؤ اپنے نفسوں کو دوزخ سے میں نہیں مالک اللہ سے کسی چیز کا اے فاطمہ بچا اپنے نفس کو دوزخ سے میرے مال سے جو چاہے مانگ اللہ سے بے پروا نہیں کر سکتا کسی چیز کا ۱۲ منہ [4] کہا حضرت عباس نے کہ یہ ہوتے رسول اللہ صلعم سے عرض کیا کہ کیا آپ نے اپنے چچا ابو طالب کو بے پرواہ کر دیا کیونکہ وہ آپ کی نگہبانی کرتا تھا

عن عملك فانہ یحوطك ویغضب لك قال نعم ھو فی ضحضاح من نار ولولا انا لکان فی الدرك الاسفل من النار پس کام آنا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ذوی القربی کا فر کیواسطے بھی ثابت ہو مگر یہ قرن شیطان کہ مذہب اور طریقہ انکا تحقیر اور توہین انبیا اور صلحائے مومنین ہے اپنی عقل سے خلاف آیات اور حدیث کے کہتے ہیں بلکہ اصل یہ ہو کہ ہر ایک علاقہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بکار آمد ہے جیسا کہ شفار قاضی اور دیگر کتب حدیث میں حضرت ابوبکر صدیق رضہ سے روایت ہے کہ معرفۃ آل محمد براءۃ من النار وحب آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم جواز علی الصراط والولایۃ لآل محمد امان من العذاب اور معنی لا املك من اللہ اور لا اغنی من اللہ کے یہ ہیں کہ جیسے کوئی وزیر عاقل اور کمال معتمد بادشاہ اور مقبول القول کسی مجرم سے یہ کہے کہ میں مالک حکم بادشاہ پر نہیں ہوں کہ اسکے حکم کے برخلاف کرسکوں اور تم کو برخلاف حکم بادشاہ بری کردوں میں مطیع حکم ہوں مالک حکم بادشاہ ہو مجھے نہیں معلوم کہ وقت حکومت کیا کرے اُسکو اختیار ہے جسے چاہے حکم دے قابل رہائی کو چاہے قید کرے اور قابل قید کو چاہے چھوڑ دے وہ حاکم ہے پس یہ کہنا وزیر کا اُسکی عالی حوصلگی اور کمال عقلمندی کی دلیل ہے کہ باوجود قبولیت اور اعتماد بادشاہ ہمابھی کا کلمہ نہ بولا نہ یہ کہ وزیر کو اپنے منصب وزارت اور عرض ومعروض مقدمات میں کچھ دخل نہیں ہے اور اعتماد میں کچھ خلل ہے ایسا کوئی بیوقوف سے بیوقوف بھی نہیں سمجھتا ہے چنانچہ اکثر مختار لوگ رئیسوں کے جو عالی حوصلہ ہیں اسی طرح کہتے ہیں مگر لوگ یہ نہیں سمجھتے کہ یہ بیدخل ہیں اور ان سعی سے کچھ نہیں ہوسکتا اور ان کو یارائے عرض ومعروض نہیں ہو بلکہ یہی کہتے ہیں کہ اگر یہ سعی اور عرض کریں تو یہ کام ممکن ہے اور دیکھیں کہ بعد نزول اس آیت کے اور اسطرح فرمانے جناب رسالت مآب کے کونسی صحابہ نے تعظیم کم کی اور طلب دعا اور مغفرت اور حاجات میں کب آپ کی طرف رجوع نہ کی اسلیے کہ معاملہ ابتدائے نبوت کا ہے۔ اور ایسی ہی معنی حدیث واللہ لا ادری وانا رسول اللہ ما یفعل بی ولا بکم ہیں اس لیے کہ بہت آیتوں اور حدیثوں سے مغفرت جناب رسالت مآب اور علو مقامات ثابت ہے پھر کہنا کہ نہیں معلوم مجھے کہ کیا کیا جاوے ساتھ میری مطلع کرنا ہے اس بات پر کہ حق تعالی احکم الحاکمین ہے جو چاہے کرے کوئی اُسپہ حاکم نہیں اگر جنتیوں کو

دوزخ میں ہے اور دوزخیوں کو جنت میں داخل کرے کوئی اس کو مانع نہیں ہو سکتا ہے اگرچہ بسبب
وعدہ یہ نہیں ہو سکتا مگر بحسب قدرت و اختیار ممکن ہے اور یہ حدیث مشکل و مجہول المحل ہے علماء
کے نزدیک ایسی حدیث سے استدلال درست نہیں ہے اور اسی طرح آیت وَالَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ
دُوْنِہٖ اَوْلِیَآءَ مَا نَعْبُدُھُمْ اِلَّا لِیُقَرِّبُوْنَآ اِلَی اللّٰہِ زُلْفٰی ترجمہ غلط کرتے ہیں اور کہتے ہیں جو کوئی
کسی کو اپنا حامی سمجھے گو کہ یہ جانے کہ اسکے سبب سے خدا کی نزدیکی حاصل ہوتی ہے وہ مشرک
ہے اور ظاہر ہے کہ انکار دلی پکڑنے پر اور عبادت کرنے پر واسطے حصول نزدیکی خدا ہے اور
لیقربونا متعلق ہے ساتھ نعبد کے اب لیقربونا کو متعلق کرتے ہیں ساتھ اتخذوا کے اور نعبد
کو درمیان سے گم کرتے ہیں اور مطلب یہ ہے کہ مشرک عبادت اپنے معبودوں کی کرتے تھے اور
نعبد کو درمیان سے گم کرتے ہیں اور مطلب یہ ہے کہ مشرک عبادت اپنے معبودوں کی کرتے تھے او
اسکو سبب قرب الہی کہتے تھے انکار عبادت پر ہے اور لفظ من دون اللہ کا ترجمہ کمتر خدا سے
کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مشرک بھی بتوں کو کمتر خدا سے سمجھتے تھے برابر خدا کے نہیں جانتے تھے
فقط یہ افعال ہی سجدہ اور طواف اور نذر وغیرہ کرتے تھے اور آیت وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اَنْدَادًا
سے ابطال قول انکا ظاہر ہے کہ لفظ من دون اللہ اور انداد دونوں موجود ہیں اگر مراد کمتر سمجھنا ہوتا
تو انداد کیونکر ہو سکتا تھا اور محبوبیت اور شفاعت خاص مومنین اور تفویض امور اور تصرف کو ساتھ
اُن کے شرک کہتے ہیں اور نہیں سمجھتے کہ یہ باتیں بے اعتقاد الوہیت کسی ہیں سمجھنی شرک نہیں
ہیں مشرکین بتوں سے اعتقاد الوہیت رکھتے تھے جیسا کہ آیہ ءَاِلٰہٌ مَّعَ اللّٰہِ بَلْ ھُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ
اور وَقَالُوْٓا ءَاٰلِھَتُنَا خَيْرٌ اَمْ ھُوَ اور مثل اس کے بہت سی آیتیں ہیں کہ مشرک بتوں کو
اللہ سمجھ کر اُن کی عبادت کرتے تھے جسکے رد کے واسطے قرآن نازل ہوا چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب
نے حجۃ اللہ البالغہ میں لکھا ہے ثم خلف من بعدھم خلف اضاعوا الصلوٰۃ واتبعوا الشہوات
فحملوا الالفاظ المستعملۃ المشبہۃ علی غیر محلہا کحملوا المحبوبیۃ والشفاعۃ التی اثبتہما
اللہ تعالی فی قاطبۃ الشرائع لخواص البشر علی غیر محلہما کما حملوا اصدور خوارق
العوائد والاشراقات علی انتقال العلم والتسخیر الاقصیات الی ھذا الذی یری
فیہ والحق ان ذلک کلہ یرجع الی قوی ناسوتیہ او روحانیہ تعد لنزول التدبیر الالہی علی
وجہ ولیس من الایجاد والامور المختصۃ بالواجب فی شئ فقط اور اسی طرح کہتے ہیں دور و نزدیک سے برابر

سننا خاصہ خدا کا ہی حالانکہ حق تعالی کو کسی سے قرب وبعد مکانی ممکن نہیں اسلئے کہ وہ جسم نہیں
البتہ قرب وبعد باعتبار رضامندی ہی یہ کلام ہے بمعنی اور لغو ہے اور مطلع ہونا ارواحوں کا
برزخ میں بخوبی ثابت ہی۔ تفسیر عزیزی میں لکھا ہی کہ روح را قرب وبعد مکانی مانع این دریافت
نمی شود اور حدیث صحیح موجود ہی صلوا علیّ فان صلوتکم تبلغنی حیث کنتم پس لفظ حیث کنتم
سے ثابت ہی کہ ہر جگہ سے درود پڑھا جائے آپ کے پاس پہنچتا ہے اور اسی طرح حدیث میں ہی
کہ جب عورت انکار کرتی ہے اپنے خاوند سے تو فرشتے لعنت کرتے ہیں اسپر صبح تک پس ظاہر ہے
کہ فرشتے مطلع ہوتے ہیں جب لعنت کرتے ہیں اور ملا علی قاری نے مرقاۃ شرح مشکوۃ میں لکھا
ہے کہ قال القاضی وذلک ان النفوس الزکیۃ القدسیۃ اذا تجردت عن العلائق البدنیۃ
عرجت واتصلت بالملاء الاعلی ولم یبق لها حجاب فتری الکل کالمشاهد بنفسها
او باخبار الملک وفیہ سر یطلع علیہ من تیسر لہ ذلک اور حدیث السید ہو اللہ
میں صاف ظاہر ہے کہ کسی کو سید کہنا گویا اللہ کہنا ہی شرک ہوتا ہی اسم ذات کے ساتھ اور
خود مولوی اسمٰعیل صاحب نے لکھا ہے کہ سید کے دو معنے ہیں ایک یہ کہ مالک ومختار ہو محکوم
کسی کا نہو جو چاہے کرے ان معنوں سے سوائے خدا کے کسیکو سید کہنا درست نہیں ہی۔ اور دوسرے
یہ کہ اور لوگوں سے ممتاز ہو پس ان معنی کر پیغمبر خدا صلعم کو سید عالم کہنا اور جاننا ضرور ہے پس
جب یہ قاعدہ درست ہوا کہ الفاظ مشترکہ میں ارادہ شرط ہی وہ معنی کہ سوائے خدا کے مخلوق
میں ممکن ہو بولنا درست ہے پس لفظ عبد میں عموماً کیونکر شرک رہا کہ عبد الرسول اور عبد النبی
جو کوئی نام رکھے مشرک ہی اس لیے کہ عبد الدرہم اور عبد الدینار اور عبد العصا زبان عرب میں
مستعمل ہے۔ اور شیخ محمد عابد اسدی انصاری رحمہ اللہ نے کہ علماء حرمین سے ہیں اس
باب میں رسالہ لکھا ہی اور مستحسن رکھا ہے اس نام کو اس لیئے کہ الفاظ مشترکہ بسبب اعتقاد
اور نیت اور اقرار کے باعث شرک نہیں ہو سکتے ہیں کہ شریعت میں مجاز اور کنایہ اور استعارہ
معتبر ہے اور اسی جگہ سے ہے کہ اسماء پیغمبر خدا صلعم کے مثل رؤف اور رحیم اور مومن اور
عزیز اور حق اور عظیم اور خبیر اور شکور اور شہید اور سوا اسکے کہ احادیث صحیحہ میں
وارد ہیں او شرک نہیں ہیں۔ اور اب معنی آلہ کہ مدار شرک اسپر ہے معلوم کرنے چاہئیں

پس لفظ اِلٰہ شرع میں بمعنی معبود برحق اور واجب لذاتہ ہے کہ متصف بجمیع صفات کمال اور منزہ سب نقصان سے ہو جیسا کہ تفسیر کبیر میں لکھا ہے الاله هو المعبود سواء عبد بحق او باطل ثم غلب استعماله على المعبود بحق اور تفسیر رحمانی میں ہے اَلْاِلٰه اسم لذات المعبود فهو وان لوحظ فيه المعنى لم يتصف فلذلك لا يوصف به ثم غلب على المعبود بالحق فهو اور اسی تفسیر رحمانی میں امام غزالی رح سے نقل کیا ہے الاله هو الموجد الازلي الابدي الواجب لذاته المنزه عما لا يليق به الموجد لغيره پس شرک شریعت میں نہیں ہے مگر شریک کرنا غیر خدا کا ساتھ خدا کے الوہیت میں خواہ الوہیت بمعنی استحقاق العبادۃ ہو خواہ بمعنی وجوب وجود جیسا کہ شرح عقائد نسفی میں ہے الاشراك هو اثبات الشريك في الالوهية بمعنى وجوب الوجود كما للمجوس او بمعنى استحقاق العبادة كما لعبدة الاصنام اور یہی شرک کفر ہے اور غیر مغفور برخلاف عقیدہ وہابیہ کہ ایک شرک اعلی اور ایک ادنی کہتے ہیں اور شرک اعلی کی چار قسمیں کہتے ہیں اور شرک ادنے کی کوئی قسم نہیں بیان کرتے نہ کچھ حال کہتے ہیں بجز اسکے کہ سوائے ان چار قسموں کے اور شرک ادنے ہیں یہ ایک شریعت جدیدہ ہے برخلاف دین اسلام عیاذًا باللہ منہا۔ اور اسی طرح باب شرک میں نقل کرتے ہیں حدیث لا تقولن احدكم ما شاء الله وشاء فلان اور اس حدیث میں یہ نہیں فرمایا کہ یہ شرک ہے بلکہ کہا ہے خفاجی نے شرح شفا میں هذا النهي تنزيهي لرعاية الادب بالنوع الموهمة للتساوي اور شرح حدیث بئس الخطيب القوم انت میں لکھا ہے انما النبي صلعم الخطيب بالافراد لئلا يوهم كلامه التسوية والمخاطب لوفد الذي قرب عهده بالاسلام قوله لا تقولوا ما شاء الله وشئت اولانه يفهم منه التساوي فيختص بمن كان حاله كذلك ويقوى هذا احتمال حديث ابي داود الذي علم فيه النبي صلعم امته كيف خطبة الحاجة انتهى خلاصة۔

اور حجۃ البالغہ میں ہے کہ نفی عدوی[۱] کچھ نفی اسکی اصلیت کی نہیں ہے بلکہ اُس کو سبب مستقل جانتے تھے اور توکل بھول گئے تھے۔ اور ہامہ مثل باب شرک تھا اور ایسا ہی غول پس منع کیا اشتغال سے ساتھ ان کاموں کے

۱؎ عدوی لگ جانا ایک کی بیماری کا دوسرے کو جیسے خارش اور چیچک وغیرہ ۱۲

نہ یہ کہ ان کی کچھ اصل نہیں۔ اور ایسی ہی کہانت ہے کہ ممانعت اس سے بسبب فساد مظنہ شرک
ہے اور ایسی ہی انواء نجوم ہے اشتغال اسکے ساتھ منع ہے بسبب مظنہ کفر کے نہ یہ کہ اُنکی کچھ اصل
نہیں ہے۔ اور اسی طرح منع فرمایا ہے آنحضرت صلعم نے دیکھنے توریت اور انجیل سے کہ وہ محرفہ
ہیں اور مظنہ عدم تعمیل و تعظیم قرآن ہے اور ایسی ہی ممانعت رقیہ اور تمائم سے جس حدیث میں
ہے مراد اُس سے وہ رقیہ اور تمائم ہیں کہ جن میں شرک ہے نہ وہ جن میں کچھ شرک نہیں خصوصًا
جب آیات قرآنی اور عجز سے آگے خدا کے ہو اور ایسی ہی طیرہ ہے کہ اصلیت اُسکی بے اصل
نہیں ہے مگر یہ سبب پیدا ہونے وسواس اور مظنہ کفر کے منع فرمایا ہے اسمیں مشغول رہنے کو اور
اسکے عمل میں لانے کو اور ایسی ہی ثابت ہے حدیث سے شومی عورت اور گھر اور گھوڑے میں
اور ایسے ہی عین انسان اور نظر جن اور وجہ ممانعت اشتغال ایسے کاموں میں بسبب پیدا
ہونے وسواس اور مظنہ شرک و فساد ہے نہ عدم اصلیت ان چیزوں کی انتہی۔ ترجمہ حجۃ اللہ البالغہ
ملتقطًا اور وجہ ثبوت اصلیت ان چیزوں کی بھی اس میں لکھی ہے جس کو منظور ہو دیکھے پس
بعض چیزوں پر ان میں سے جو لفظ شرک وارد ہوا ہے جیسے تولیہ اور رقیہ اور تمائم کو شرک
کہا ہے حدیث ابو داؤد میں سو شرک سے مراد افعال مشرکین ہیں جیسے کہا ہے شیخ محدث نے
معنی حدیث میں کہ تم آل عبد اللہ بن مسعود بے پروا ہو شرک سے اور محتاج اسکے نہیں کہ دفع
امراض میں تمسک کرو ساتھ افعال مشرکین کے کہ اکثر اس زمانہ کے متضمن شرک تھے بسبب مشتمل
ہونے کے اسماء شیاطین پر اور ملا علی قاری کہتے ہیں کہ مراد شرک سے اعتقاد اس کا ہے
کہ یہ سبب قوی ہے اور اسی کے لیے تاثیر ہے پس یہ شرک خفی ہے اور اگر اعتقاد کرے کہ فقط
وہی موثر ہے تو شرک جلی ہے اور ابو داؤد میں ہے الطیرۃ شرک لکن یذھبہ اللہ بالتوکل
پس اگر حقیقی شرک ہوتا تو توکل سے کیونکر رفع ہوتا پس اطلاقًا شرک اس جگہ مجازًا ہے کہ افعال
مشرکین اور اُن افعال کو کہ جن میں بسبب اعتقاد بد مظنہ شرک تھا شرک فرمایا ہے نہ یہ کہ افعال
حقیقۃ شرک ہیں جیسے اکثر افعال مثل نماز اور صبر اور حیا وغیرہ کو ایمان یا شعبہ
ایمان فرمایا ہے مجازًا مگر بے اعتقاد توحید اور رسالت اور معاد کے نہیں کوئی علمائے

ل قال بہ شرک ہے لیکن دفع کرتا ہے اُس کو اللہ ساتھ توکل کے ۱۲ منہ

سلف سے قائل مومن ہونے کا فقط ان افعال سے نہیں ہوا اسلیے کہ منافقین عہد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نماز روزہ جہاد ہمراہ رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کرتے تھے مگر مسلمان
نہ تھے اِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ[1] فرمایا ہے اور اسیطرح فرمایا ہی اِنَّ الَّذِينَ
آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ[2] یعنی عطف کیا ہے عمل صالح کو ایمان پر اور معطوف اور معطوف علیہ
متغائر ہوتے ہیں ایک نہیں ہوتے پس معلوم ہوا کہ عمل صالح غیر ایمان ہیں اور اسی طرح اکثر
وہابیہ مشربوں کو معنی بدعت میں التباس واقع ہوا ہی اول یہ کہ ہر بدعت کو ضلالت کہتے ہیں
اور یہ غلط ہی اسلیے کہ حضرت عمر رض نے تراویح کو نعمت البدعہ ہذہ کہا ہے پس معلوم
ہوا کہ ہر بدعت قبیح اور ضلالت نہیں ہی بلکہ حسن بھی ہے جیسے تراویح اور اسی طرح
حدیث ترمذی اور ابن ماجہ میں ہے کہ فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے من ابتدع
بدعۃ ضلالۃ لا یرضاہا اللہ ورسولہ کان علیہ من الاثم مثل اثام من عمل بہا
یعنی جس نے نکالی بدعت ضلالت کہ نہیں پسند کرتا اس کو خدا اور رسول اسکا ہوگا اوپر اُس کے
گناہ مثل ہوں عمل کرنیوالوں کے اُسپر پس بدعت ضلالت کہنے سے ثابت ہوتا ہے کہ غیر ضلالت
بھی ہیں کہ خدا اور رسول اُن سے راضی ہیں جیسے تراویح وغیرہ مثل ترتیب اور کتاب قرآن اور
تصحیح و تدوین حدیث دوسرے یہ کہ جو امر قرون ثلثہ مشہود لہا بالخیر میں مروج ہوا ہو وہ قطع
نظر حسن و قبح امر سے بدعت نہیں ہے اور جو بعد قرون ثلثہ نکلا وہ بدعت ہے اور یہ سراسر
غلط ہے اسواسطے کہ تراویح کو حضرت عمر رض نے بدعت کہا اور وہ زمانہ صحابہ تھا پس قرون ثلثہ
میں بدعت ثابت ہے اور قید رواج بھی مخالف حدیث ہی کہ فرمایا ہے اصحابی کا
لنجوم بایہما اقتدیتم اہتدیتم یعنی اصحابی میرے مثل ستاروں کے ہیں جسکی پیروی
کروگے راہ یاب ہوگے اور اگر یہ بات صحیح ہو کہ جو کچھ قرون ثلثہ میں نیا نکلا وہ بدعت نہیں تو
چاہیئے کہ مذہب نواصب و خوارج اور روافض اور مرجیہ اور روافض اور مرجیہ اور قدریہ
اور معتزلہ اور مذہب مخلوق ہونے کلام اللہ کا یہ سب ضلالت اور بدعت سئیہ نہ ہوں

---

[1] تحقیق منافق بدتر درجہ میں ہیں دوزخ کے ۱۲ منہ [2] جو لوگ ایمان لائے اور کام کئے نیک ۱۲ [3] قال فتح الباری شرح صحیح البخاری البدعہ اصلہا ما احدث من غیر مثال سابق فی الشرع مقابل السنۃ فتکون مذمومۃ والتحقیق انہا ان کانت مما تندرج تحت مستحسن فی الشرع فہی حسنۃ وان کانت تندرج تحت مستقبح فی الشرع فہی مستقبحۃ والا فہی من قسم المباح وقد تنقسم الی الاحکام الخمسۃ ۱۲

باوجودیکہ اتفاق ہے اہل سنت کا کہ یہ سب مذاہب ضلالت ہیں پس قرون ثلثہ میں بدعت
حسنہ مثل تراویح اور بدعت ضلالت مثل مذہب شیعہ اور نواصب دونوں موجود ہیں اور
یہ بات کہ جو کام بعد قرون ثلثہ نکلا وہ بدعت ضلالت ہی مردود ہے حدیث مثل امتی کمثل غیث
لا یدری اولہا خیر ام وسطہا ام اخرہا یعنی امت میری مثل مینہ کے ہے نہ معلوم
کہ اول بہتر ہے یا اوسط یا آخر پس توقع خیر وسط اور آخر میں بھی ہے یہ بات نہیں کہ بعد قرون
ثلثہ خیر نہیں رہی سب ضلالت ہے اور ایسی ہی رد کرتی ہے یہ حدیث من سن فی الاسلام
سنۃ حسنۃ فلہ اجرہا واجر من عمل بہا ومن سن سنۃ سیئۃ یعنی جس نے
نکالا دین اسلام میں طریقہ نیک واسطے اُسکے ہے گناہ عمل کرنیوالوں کا اُس پر پس
تعمیم من سن فی الاسلام سنۃ شامل ہے ہر زمانہ کو اور ایسی ہی دلالت ہے اُس پر
کہ جو طریقہ نکلا ہر زمانہ میں نیک وبد ہوگا
بے خصوصیت قرون ثلثہ کے اور دلالت ہے اس پر کہ بدعت نیک وبد دونوں ہوتی ہیں
اور قرون ثلثہ کی نسبت جو خیر ہونا فرمایا ہے اُس سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ جو کچھ
نئی بات اس زمانہ میں نکلی وہ بدعت ضلالت نہیں ورنہ مذہب نواصب اور روافض ضلالت
نہ ہوتا اور ہونا خیر کا اور نکلنا طریقہ نیک کا بعد قرون ثلثہ بھی بموجب احادیث مذکورہ
ثابت البتہ پیروی خلفائے راشدین اور صحابہ کرام کی ہدایت ہے بموجب حدیث
کے اور تابعین اور تبع تابعین کے واسطے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ ان کی کل پیروی ہدایت
ہو اور بہتری زمانہ سے یہ بات کچھ ضرور نہیں ہے کہ اس زمانہ کے مخترعات بھی سب نیک
ہوں پس یہ عقیدہ سراسر غلط ہے اب معنی بدعت ضلالت کے کلام شارع سے سمجھنے
چاہئیں موافق اقوال علما اہل حق کے پس صحیح بخاری اور مسلم میں ہے کہ فرمایا رسول خدا
صلعم نے من احدث فی امرنا ہذا ما لیس منہ فہو رد یعنی جس نے نئی نکالی بیچ کام ہمارے اس
کام دین کے وہ چیز کہ نہیں ہے اس میں سے پس وہ مردود ہے اور احداث کے لیے کوئی
زمانہ مقرر نہیں خواہ قرون ثلثہ ہوں یا بعد قرون ثلثہ چنانچہ جملہ اسمیہ دلالت اسی دوام
اور استمرار پر کرتا ہے اور اسی وجہ سے عمر رض نے تراویح کو بدعت نیک کہا اور ایسی ہی

٭ واجرها واجر من عمل بها من بعده من غير ان ينقص من اجورهم شيء ۱۲

٭ فله وزرها ووزر من عمل بها

تعمیم محدث کی ہے لفظ من کے ساتھ کہ کوئی کسی زمانہ میں ہو اور امرنا ہذا سے مراد امر رسالت
اور دین ہے بدلیل حدیث تابیر النخل کے چنانچہ فرمایا ہے انتم[1] اعلم بامور دنیاکم
واذا امرتکم من دینکم فخذوہ اور ایسے ہی قصہ بریرہ میں فرمایا آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے کہ اپنے خاوند کو اختیار کرے اور جب اُس نے پوچھا کہ یہ حکم رسالت یا سفارش
اور صلاح تب فرمایا کہ حکم رسالت نہیں ہے مشورت اور مصلحت ہے خواہ قبول کر خواہ نہیں
اور دین کے معنے جزا کے ہیں اور جب پیغمبر کا کام حکم کرنا ایک کام کا ہے اور اُس پر
بشارت دینی یا منع کرنا ایک کام کا ہے اور اُس پر ڈرانا جیسے قرآن میں ہے اِنْ[2] اَنَا اِلَّا
نَذِیْرٌ وَّبَشِیْرٌ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ۝ اس لیئے احکام رسالت پیغمبر خدا صلعم کو احکام دین
کہتے ہیں پس مراد امرنا ہذا سے وہی کام دین کے ہیں جو منصب رسالت سے فرمائے
ہیں اُن میں نئی بات مخالف اُن کاموں کے نکالنی بدعت سیئہ اور ضلالت ہے اور
موافق اور موید اُن کی بدعت حسنہ ہے اور نئی بات نکالنی کاموں رسم اور عادات مباحثہ غیر
دین میں داخل بدعت نہیں خواہ وہ رسم و رواج کسی قوم کا ہو خواہ کسی شہر کا اس لیئے کہ ہر
قوم اور ہر ملک میں جدا جدا رسوم اور عادات ہیں جیسے کھانا شب دیگ کا یا پینا ہر وقت چا
کا عادت اہل کشمیر ہے اور کھانا ارہر کی دال اور خشکہ کا عادت اہل بنارس اور مچھلی خشکہ
کھانا عادت بنگالیوں کی ہے یا پکانا بڑی خشکہ کا شادیوں میں واسطے مہمانوں کے رسم
اہل خطہ ہے۔ اسی طرح ہر ملک میں کھانے پینے اور لباس اور شادی اور غمی میں ہر ایک قوم
کی جدا جدا ایک عادت اور رسم ہے چنانچہ میوات میں اکثر عورتیں تنگ پائجامہ پہنتی ہیں او
یورپ میں غرارہ دار اور کابل میں اکثر لوگ چغے اور بمبئی میں اکثر صدریاں اور بنگالہ میں
ساڑھیاں پہنتی ہیں اور کشمیر میں عورتیں کرتہ پہنتی ہیں اور دہلی اور لکھنؤ میں انگیاں کرتی
پہننے کی رسم ہے اس رسم میں کوئی نئی بات نکالنی مخالف رسم قوم بدعت نہیں
جب تک مخالف دین نہو یعنی لباس متکبرانہ نہو اور اسراف بھی نہو اور ستر عورت بھی

[1] تم جانتے ہو اپنے دنیا کے کاموں کو اور جب میں حکم دوں کسی دین کے کام کا پس تعمیل کرو اُس کی ۱۲ منہ
[2] نہیں ہوں میں مگر ڈرانیوالا اور خوشخبری سنانے والا واسطے قوم ایمان والے کے ۱۲ منہ

ہے اگر اسکے خلاف ہوگا جو حکم دینی ہی تو بدعت سیئہ ہو جاویگا۔ اسی طرح طعام شادی میں رسمیں مختلف ہیں تیوہارات میں شکرانہ ہوتا ہے اور دہلی میں پلاؤ وغیرہ کی رسم ہے اور مارواڑ میں شیرہ پوری اس میں کوئی امر نکالنا خلاف رسم عادت قوم بدعت نہیں البتہ جو احکام کھانے سے متعلق ہیں از روئے حرمت اور کراہت اگر وہ پائے جائیں گے کسی ترکیب میں مثل فخر اور سمعہ اور شکر کے تو بدعت سئیہ ہے جیسے تاڑی یورپ میں اور بڑی جو مثل دلیہ کے میوات میں کھاتے پکاتے ہیں بدعت نہیں۔ اسقدر یاد رکھنا چاہئے کہ رسم اور رواج مباحہ میں کوئی بات نکالنی نئی مخالف رسم کے بدعت نہیں جب تک مخالف حکم دین نہو۔ اور احداث یعنی نیا نکالنا ہر امر میں دو طرح ہوتا ہے ایک یہ کہ جو اصل مراد اس کام سے ہے فوت ہو جاوے مثلاً قینچی کہ مطلب اس سے کترنا کپڑا و کاغذ وغیرہ کا ہے اگر کوئی ایسی ترکیب نکالے کہ اس سے کچھ کترا نہ جائے اور مطلب اصلی اس سے جو تھا مفقود ہو تو اسکو قینچی نہیں کہنے کے گو صورت قینچی کی کچھ باقی رہے۔ دوسرے یہ کہ جو امر اداس ہی ہے وہ بوجہ احسن ظہور میں آئے مثلاً قینچی ایسی ترکیب کی نکالے کہ دونو حلقے باہم ملکر مختصر ہو جائیں اور کترنے کپڑے وغیرہ میں بہت چاق ہو تو بہت تحفہ قینچی کہینگے جیسے معالجہ اصول یونانی میں پہلے مسہل سقمونیا اور ایلوے وغیرہ کا تھا بعدہ نقوع املتاس مع سنا وغیرہ نکلا مگر اس کو مخالف مخالف اصول یونانی نہیں کہتے اسلئے کہ تنقیہ اخلاط جو اس سے مقصود تھا اس سے بخوبی حاصل ہے پس جب احداث دو طرح کا تھا اس لیے جناب رسالت مآب قائل او تیت جوامع الکلم نے اس احداث کو مشرح کیا۔ اور فرمایا ما لیس منہ اگر یہ نہ فرماتے تو کل محدثات مثل تراویح وغیرہ بدعیت سیئہ ہوتی اب ما لیس منہ کہنے سے معلوم ہوا کہ جو کچھ مخالف امر دین نہیں ہے بلکہ موافق اور موید ہے جیسے تراویح اور فقہ اور نحو اور طرق ذکر اور شغل اور مراقبہ اور محاسبہ کے وہ مقبول اور نیک ہیں اور جو کام مخالف امر دین ہے جیسے مذہب روافض اور خوارج اور دیگر اہل بدع اور ریا ہوا کا وہ نامقبول اور مردود ہے اور غلط ہوئی یہ بات کہ ہر نیا امر موافق امر دین ہو یا مخالف وہ بدعیت سئیہ ہے اسلئے کہ اگر یہ مطلب ہوتا تو ما لیس منہ نفرماتے من احدث فی امرنا ھذا فھو رد کافی تھا پس مراد ما لیس منہ سے وہ ہے کہ موید اور موافق

اصول مسلمہ دین کے نہو بلکہ مخالف ہو ورنہ جب ایک امر نیا نکلا تو بعینہ وہ پہلا امر نہیں رہتا بلکہ کوئی خصوصیت زمانی اور مکانی اور تخصیص وضع وغیرہ اُس کے ساتھ اور بھی ملحق ہوگی وہ اگر موافق اور موئد امور دین نہو بلکہ مخالف ہو تو مردود ہے اور بدعت سیئہ ہے اور محدثات امور سے حدیث ایاکم ومحدثات الامور میں یہی امور مراد ہیں کہ مخالف احکام رسالت ہوں ورنہ تراویح بدعت حسنہ اور سنت نہوتی اور حضرت بلال رض نے جو دو رکعت نماز بعد وضو نفلی پڑھنی شروع کی تھیں سب بے تعلیم آنحضرت صلعم کے سنت تقریری نہ ہوتیں پس جب نماز جنس عبادت سے تھی اور عبادت ایک امور دین سے ہے کچھ تعیین زمان اور تعداد رکعات اور تخصیص وضع جلسات سے بدعت ضلالت نہوئی اسلئے کہ یہ مخصصات محدثہ اُسکو عبادت ہونے سے خارج نہیں کرتے نہ کچھ مخالفت امر دین میں ان محدثات سے پیدا ہوتی ہے کہ ماليس منہ میں داخل ہوں اور بدعت ضلالت تصور کیئے جائیں اور اسی جگہ سے مولوی رفیع الدین صاحب نے اپنے فتوی میں لکھا ہے کہ طعام فاتحہ فی بزرگوں میں بے شبہ امر مستحسن ہے اور تخصیص ماکولات کی جیسے فاتحہ شیخ عبدالحق اور اصحاب کہف اور فاتحہ امام حسین رض میں فعل مخصص ہے باعث منع نہیں ہو سکتا ہے تخصیصات قسم عرف اور عادت سے ہیں چنانچہ تخصیص کھچڑی کی فاتحہ جناب امام حسین رضی اللہ عنہ میں در مختار اور تخصیص آنحضرت صلعم کی بیچ ذبح جانور اور تقسیم گوشت کے ساتھ دوستان خدیجہ کبری رضی اللہ عنہا کے حدیث صحیح سے ثابت ہے فقط اور شاہ عبدالعزیز صاحب نے فتوی جواز عرس میں لکھا ہے کہ بہیئت مجموعی جو بہت سے آدمی جمع ہوکر ختم کلام اللہ کرتے ہیں اور فاتحہ شیرینی یا کھانے پر دیکر تقسیم کرتے ہیں یہ معمول زمان پیغمبر خدا صلعم اور خلفائے راشدین میں نہ تھا اور اگر کوئی کرے تو کچھ ڈر نہیں کہ اس میں کچھ قباحت نہین بلکہ فائدہ زندوں اور مردوں کو حاصل ہے اور مولوی رفیع الدین صاحب نے لکھا کہ امداد بدعا وختم وطعام بدعت مباح ہے کوئی وجہ قباحت کی نہیں ہے۔ اور اسی جگہ سے منع کرنا حضرت عمر رض کا عورتوں کو مسجد میں آنے سے واسطے نماز کے بدعت ضلالت نہوا بلکہ

ط بچو تم نئے کاموں سے ۱۲ منہ

حضرت عائشہ رضہ نے فرمایا کہ اگر عورتوں کو اس صفت پر جناب رسول مقبول دیکھتے تو منع فرماتے
باوجودیکہ حضرت کے وقت میں عورتیں مسجد میں نماز کو آتی تھیں اس لیے کہ پرہیز گاری ملاک امردین
ہے اور باہر نکلنے سے عورتوں کے اندیشہ فساد زنا وغیرہ ہوتا ہے خصوصاً جب شہوت غالب ہو
اور تقوی کمتر اور حکم الہی ہے یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ یعنی آنکھیں بند رکھیں غیر مردوں
کے دیکھنے سے اور باہر نکلنے میں مخالفت اس امر کی لازم آتی تھی پس یہ ممانعت مالیس منہ
میں داخل تھی اسیواسطے محمود ہوئی اور بدعت نہ ہوئی پس احکام رسالت کو اس طرح سمجھنا چاہیئے
کہ جیسے طب یونانی میں قواعد بو علی سینا کو مسطر اور قانون کلی سمجھتے ہیں اگر کسی وقت کسی
امر جزئی میں کسی کو مخالفت معلوم ہو ظاہر میں جیسے مسہل املتاس مگر جب اصول کلیہ
مقررہ اس کے سے خارج نہو خلاف طب یونانی نہیں اور جب جاننا علم عقائد اور
مسائل نماز روزہ اور حلال و حرام کا فرض تھا کہ حدیث میں ہے طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ علی
کل مسلم و مسلمة[1] اور یہ سب علم قرآن و حدیث میں ہے اور وہ عربی زبان ہے بے صرف اور
نحو کے کچھ نہیں معلوم ہوتا اس لیئے علمانے نحو کو بدعت واجب لکھا ہے کہ ذریعہ علم قرآن
اور فہم حدیث ہے اور وہ فرض ہے وقت پیش آنے معاملہ کے ہر شخص پر ورنہ فرض کفایہ ہے
پس جو امر مخالف مقصود دین ہے وہ البتہ بدعت ضلالت ہے جیسے مطلب لباس سے
دین میں ستر ہے اور دفع تبرد اور اظہار شکر خدا نہ تبختر اور افتخار پس غرض جس لباس سے
تبختر اور تکبر ہو نہ ستر وہ بدعت سیئہ ہے اور ایسا ہی نکاح کا حال ہے کہ مقصود اس سے
دین میں حفظ نسل ہے اور حفظ اموال اور احصان نہ استیفائے لذت شہوانی چنانچہ فرمایا ہے
مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ[2] پس جو کوئی نکاح فقط شہوت رانی کو کرے اور مقصود احصان
وغیرہ نہو بلکہ ناز و عشوہ اور جمال اور دلال ظاہری کو عفت عورت پر اختیار کرے اور
جب وہ بات اس میں زائل ہو جائے طلاق دیکر دوسری عورت ایسی ہی تلاش کرے
واسطے نکاح کے مثل متعہ کے اسی نیت سے کہ جب تک وہ جوان اور خوبصورت ہے ایسا
نکاح بدعت سیئہ ہے اور جو امر موافق اور موئد اصول دین ہے وہ بدعت نیک ہے

---

[1] طلب کرنا علم کا فرض ہے ہر مسلمان مرد اور عورت پر ۱۲ منہ [2] عفت طلب کرنے کو نہ مستی نکالنے کو ۱۲ منہ

جیسے علم نحو کہ علما اُس کو بدعت مفروضہ کہتے ہیں ۔ اور ایسے ہی مسائل فقہ مجتہدین بدعت حسنہ ہیں چنانچہ علم فقہ کو علم دین کہتے ہیں اگرچہ یہ مسائل پیچھے مجتہدوں نے نکالے ہیں مگر چونکہ مخرج انکا احکام رسالت ہیں اس لیے ان پر بالیس منہ کہنا صادق نہیں آتا بلکہ محل استنباط اور مقیس علیہ ان مسائل کا احکام اور اصول دین ہیں یہ بھی داخل علم دین ہیں جیسے کہ بعض صحابہ نے پیغمبر خدا صلعم سے عرض کیا کہ جب قرآن اور حدیث میں نہ پاونگا تو اَجْتَهِدُ بِرَأْيِیْ[1] اور آپنے فرمایا ہے کہ الحمد للہ الذی وفق رسول رسول اللہ[2] اور ابوداؤد اور ابو حزم وغیرہ اصحاب ظواہر جو منکر قیاس ہیں اُن کا مذہب اہل سنت کے نزدیک مردود ہے چنانچہ اُنھوں نے بھی بعد مقید ہونے کے توبہ کی ہے ۔ اور ایسے ہی بیع قرآن اور اُجرت کتابت قرآن پر لینی بدعت حسنہ ہے کہ بعد زمان خلفائے راشدین یہ امر نیا نکلا اور صحابہ اور تابعین اسکو بُرا جانتے تھے اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور اُن کے استاد امام نخعی مکروہ فرماتے تھے ۔ چنانچہ فتح العزیز میں بیچ تفسیر آیہ وَيَكْتُبُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هَٰذَا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ لِيَشْتَرُوا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا میں سب حال مفصل لکھا ہے کہ زمانہ صحابہ میں قلم دوات منبر پاس رکھتے تھے ہر کاتب قدرے قرآن لکھ دیتا تھا اس طرح قرآن لکھا جاتا تھا اور اقوال صحابہ درباب منع بیع قرآن اور ممانعت اُجرت پر لکھنے قرآن کے اُس میں مذکور ہیں اور آخر میں یہ بھی لکھا ہے کہ یہ بدعت حسنہ ہے اور ایسا ہی حال ہے اُجرت تعلیم قرآن وحدیث اور فقہ اور اذان دینی اور نماز پڑھانے اور خطبہ نکاح پڑھانے کا اور اجرت قضا اور افتا او احتساب اور تحصیل خراج اور عشر اور زکوٰۃ کا کہ زمان سابق میں یہ کام حسبۃ للہ لوگ کرتے تھے اور سلاطین عادل مال مسلمین سے کچھ دیتے تھے نہ بطور مزدوری کے بلکہ بطور اعانت کے اور اجرت لینے کو عبادت کے کام پر حرام کہتے تھے اور متاخرین علما جو اُسکو جائز کہتے ہیں وہ اس اُجرت کو بعوض حاضر رہنے مکان خاص اور زمان معین کے مباح کہتے ہیں نہ مقابل عبادت کے اسلیئے کہ جب محض ثواب کی نظر سے کوئی قرآن پڑھانے والا نہ ملا کہ تمام دن پڑھاوے اور اُجرت دیکر سکھانہ جاوے تو قرآن پڑھنے سے لوگ محروم رہتے ہیں کہ عمدہ عبادت اور جڑ دین کی ہے اور جب قرآن پڑھانا

---

[1] تو اپنی عقل سے اجتہاد کرونگا ۱۲ منہ [2] سب تعریفیں ثابت ہیں واسطے اللہ کے جسنے توفیق دی رسول صلعم کو ۱۲ منہ

فقط عبادت ہی اور ایک مکان خاص میں بیٹھنا اور وقت معین پر حاضر رہنا عبادت نہیں بلکہ
امر مباح ہے اس لیئے اجرت مقابل اس تعین زمان اور خصوصیت مکان کے ہے نہ مقابل قرآن
پڑھانے کے اور ایسا ہی حال اذان اور اقامت کا ہے پس یہ بدعت حسنہ ہے اسلیئے کہ مخالف
امر دین کے نہیں بلکہ موئد دین ہی کہ بغیر اس کے بہت سارے کام دین کے مختل اور خراب رہتے
ہیں اور اس جگہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ نئی باتیں نکالنی امر دین میں بدعت مردودہ ہیں اور لباس
اور طعام اور صناعات میں مثل نقاشی و زرگری و خیاطی وغیرہ اور غیر دین میں مثل موسیقی و نیرنجات
و طلسمات وغیرہ میں کچھ بدعت نہیں یہ نادانی اور غلط فہمی اُن لوگوں کی ہے بلکہ حکم رسالت اور
اور دین ہر چیز سے خواہ قسم لباس و طعام سے ہو یا اور کسی علوم و صنائع سے ایکطرح کا علاقہ
رکھتے ہیں وجوب اور امتناع اور اباحت سے مثلاً لباس میں بقدر ستر عورت فرض ہی اور اسقدر
جامہ اسقدر کہ ٹخنے ڈھک جائیں بطریق تکبر منع ہے اور ٹخنے سے اونچا مباح ہے اسیطرح لباس
ریشمی اور معصفر اور زعفرانی مردوں کو حرام ہے اور علی ہذا القیاس بہت سارے احکام لباس
ہیں کہ کتب فقہ میں اور حدیث میں موجود ہیں اب اگر کوئی ایسا لباس نکالے کہ اُس میں ستر کھلا رہتا
ہو البتہ بدعت ضلالت ہی جیسے بعض فقرا رسول شاہی وغیرہ رکھتے ہیں یا ایسا لباس نکالے کہ
اُس میں اسراف ہو یا تبختر اور تکبر کے آثار بہمہ جہت موجود ہوں خالی بدعت سئیہ سے نہو گا اور
اسی طرح احکام طعام میں اگر کوئی ایسی ترکیب سے کھانا پکاوے کہ جسمیں تغیر پیدا ہو البتہ بدعت سئیہ
ہے یا مثل ہنود کے برہنہ سر و بدن ہو کر کھانا اختیار کرے یا بترکیب نجم خوان میں یا انواع
اطعمہ کثیر فوراً اپنے روبرو رکھکر کھانا ایجاد کرے یا ترک طعام یا تقلیل کسی ترکیب سے اسقدر
کرے کہ عبادت مفروضہ ادا کرنے میں قصور واقع ہو یہ بدعت سئیہ ہیں اور کھانے میں لباس
سے زیادہ بدعات نکلتی ہیں مقدار طعام اور جنس طعام اور ترکیب پخت و پز اور طریق اکل
میں غور کرنے سے معلوم ہوتی ہیں۔ اور صناعات اور علوم کا حال یہ ہے کہ اگر وہ ممنوع
ہے شرعاً مثل نجوم اور موسیقی اور مصوری کو اُس میں نیا نکالنا اور باجوں کا اور قواعد نجوم
اور تصویر کا بطریق اولی بدعت ضلالت ہی اور اگر وہ علوم اور صناعات قسم لہو و لعب سے
ہیں مثل طلسم اور نیرنج وغیرہ کے تو زیادتی ایسے کاموں میں ساتھ نکالنے نئی باتوں کے

ظاہرا بدعت سئیہ ہے اور اگر وہ صناعتیں امور مباحہ سے ہیں مگر کچھ منفعت نہیں جیسے نقاشی گری
پچکاری کہ ان سے کچھ فائدہ مرتب نہیں بجز نزہت خاطر یا زینت اور افتخار کے پس ایسے
کاموں میں کمال پیدا کرنے اور ایجاد کرنے نئی باتوں کو بجز کھونے عمر کے لہو ولعب میں اور کیا
کہہ سکتے ہیں اور نکالنا لہو ولعب کا بدعت سئیہ ہے اور اگر وہ کام امور مباحہ نافعہ سے ہے جیسے
نجاری خیاطی وغیرہ تو اُس میں اگر کوئی بات ایسی وضع کی نکالے کہ جس میں کام بنوانے والے کو نقصان
پہنچے تو وہ بدعت ضلالت ہے مثلاً خیاط ایسی قطع کپڑوں میں نکالے کہ اسراف ہو یا نقصان
سلانے والے کا یا اطلس کی ٹوپی مردوں کے لیے سینی ایجاد کرے تو یہ بدعت سئیہ ہے
اور غور کرنا چاہیئے کہ اجارہ میں جو شرائط کہ دین میں مقرر ہیں کہ اجرت معلوم ہو مجہول نہ ہو اور وہ
اجرت عمل مزدور سے نہ پیدا ہوئی ہو اور ایسے کام پر کہ اُس میں محنت بھی ہو اور وہ کام مباح
ہو فرض نہ ہو مثل نماز روزہ کے پس اگر کوئی ایسے کام پر اجرت لے کہ اس میں یہ شرطیں نہ ہوں
بلکہ کوئی بات اپنی طرف سے ایجاد کرے مثلاً اپنی عزت اور وجاہت کے سبب سے جو کام کرے اُس کی
اُجرت لے اور کہے کہ یہ مزدوری مقابلہ نگہداشت خراج حاکم ہے یا اُجرت وکالت کو درست سمجھ کر
اُجرت صلح متخاصمین سے لے پس یہ اجرت بدعت سئیہ ہے اور اسی طرح بیع اور قراض اور رہن اور
سلم اور شرکت وغیرہ معاملات کی شرائط اور مستحسنات دین میں مقرر ہیں اگر کوئی شخص
کوئی اور بات نکالے کہ دین میں شارع سے مقرر نہیں اس کو بجائے اُس امر کے کہ شارع سے
مقرر ہے شرط یا رکن اس کام کا سمجھے یا کسی شرط اور رکن شرعی کو غیر معتبر سمجھے مثلاً شور کی یا غلام بھاگے
ہوئے کی بیع کرے اور یہ کہے کہ سور میں منفعت ہے اور بیع اُس چیز کی جس سے منفعت ہو درست
ہے اور غلام مفرور خارج ملک سے نہیں ہوتا ہے اور بیع مملوک جائز ہے یا شئے غیر مقبوضہ
کو بعد خرید کے بیچے اور کہے اور خریدنا بجائے قبضہ کے ہے یہ سب بدعات سئیہ ہیں اور
اسی طرح بیع سلم میں اگر وقت مشکوک رکھے کہ بیع رمضان میں یا ذی الحجہ میں لے لونگا یا یہ کہے
کہ نماز بے رکوع ہو جاتی ہے کہ قیام سے سجدہ میں جب آدمی جاتا ہے تو حالت رکوع از
خود ادا ہو جاتی ہے پس جس کام میں کہ حکم شارع سے مقرر ہے اسکے خلاف کوئی بات ایجاد کرے
بدعت سئیہ ہے اور باکثر صناعات اور معاملات وغیرہ میں کچھ نہ کچھ حکم شارع سے لگا ہوا ہے

پس اس میں خلاف اُس کے نئی بات بدعت مردود ہے مگر وہ لوگ جنکو آگاہ کرنا بدعات سیۂ پر کچھ مقصود نہیں بلکہ مطلب اصلی گھٹانا محبت اور عظمت انبیا اور صلحا کا ہے بحیلۂ شرک و بدعت عوام الناس کے دلوں میں سے وہ ایسی بدعات کو نہیں ظاہر کرتے بلکہ اکثر باتیں جنکو علمائے اہل سنت مباح اور نیک کہتے ہیں یا داخل رسم و عادات ہیں اُن کو بدعت کہکر لوگوں کو انبیا اور اولیا سے متنفر کرتے ہیں اور یہ نہیں غور کرتے کہ محبت اور عظمت مخلصان خدا کی دل میں سے کم ہونی باعث کم ہونے محبت خدا کا ہی پس ظاہر ہوا حدیث ترمذی اور حدیث من سن فی الاسلام اور اثر عمر رض سے کہ بدعت نیک اور بد دو طرح کے ہیں اور بدعت بد اور مردود وہ ہے کہ مخالف حکم شارع اور احکام رسالت ہو اور جو بدعت مؤید اور موافق احکام دین ہے وہ سنت ہی مثل تراویح کے یا واجب مثل نحو در فقہ وغیرہ کے یا مباح سبب بیان کیئے گئے کہا ہے ابو عمر عبد العزیز بن عبد السلام نے کتاب قواعد میں کہ بدعت یا واجب ہی یا حرام یا مستحب یا مکروہ یا مباح اور طریقہ اس کے معلوم کرنیکا یہ ہے کہ پیش کیجاوے بدعت قواعد شریعت پر اگر داخل قواعد ایجاب ہے تو واجب ہے اور جو داخل اصول مباح ہے تو مباح ہے پس شغل علم نحو کہ جس سے معنی قرآن اور حدیث سمجھے جاتے ہیں واجب ہے اسلیئے کہ حفظ شریعت واجب ہی اور وہ بغیر اسکے ممکن نہیں اور جو چیز کہ بغیر اسکے اتمام واجب نہو سکے وہ بھی واجب ہوتی ہے اور اسی طرح واجب ہی علم اصول فقہ اور کلام کرنا جرح اور تعدیل میں اور جدا صحیح اور سقیم کا اور یاد کرنا غریب الکتاب اور سنت کا لغت سے اسلیئے کہ حفظ شریعت فرض کفایہ ہی اور بغیر ان کاموں کے ممکن نہیں اور مذاہب قدریہ اور جبریہ اور مرجیہ اور مجسمہ بدبخت حرام ہیں اور رد کرنا ان بدعات کا واجب اور تعمیر سرایوں اور مدرسوں اور تراویح اور علم دقائق تصوف اور کام نیک کہ زمانہ سابق میں نہ تھا اور محفل علما واسطے تحقیق مسائل دین کے سب بدعات مندوبہ ہیں اور زخارف مساجد اور تزویق مصاحف بدعت مکروہ ہے اور مصافحہ بعد نماز فجر اور عصر اور وسعت اکل حلال اور لباس اور مکان میں بدعت مباح ہے اور روایت کیا ہے بیہقی نے بسند صحیح مناقب شافعی کے کہ کہا امام شافعی رح . . . .

جاتے ہیں اس پر اقوال علمائے سلف کے سنداً جو مذکور ہیں ہدایہ کیسہ میں مخلصاً اور ملتقطاً

نے کہ محدثات امور دو طرح پر ہیں ایک وہ کہ نیا نکلا اور نیک ہے بلا اختلاف یہ بدعت محدثہ
غیر مذمومہ ہے کہ جیسے کہا عمر رض نے بیچ قیام رمضان کے کہ نعمت البدعۃ ہذہ یعنی یہ محدث
ہے کہ پہلے نہ تھی اور نیک ہی فقط پس کلام ابن عبد السلام اور امام شافعی رح کا باطل کرتا
ہے اسکو کہ ہر بدعت ضلالت ہو اب ذکر ہے سند معنی حدیث کا جو مذکور کئے گئے کہا حافظ ابن
حجر عسقلانی نے بیچ فتح المبین شرح اربعین امام نووی کی شرح حدیث رض میں قالت قال رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من احدث ای انشا واخترع من قبل نفسہ فی امرنا ای شاننا الذی
نحن علیہ وھو ما شرعہ اللہ ورسولہ واستمر العمل بہ ومن ثم جاء فی روایۃ دیننا والمراد
الحکم ھذا ما لیس منہ مما ینافیہ او لا یشھد لہ شئ من قواعدہ وادلتہ فھو رد
ای مردود علی فاعلہ لبطلانہ وعدم الاعتداد بہ سواء کان فاقدا لما ذکر لعدم
مشروعیۃ بالکلیۃ او للاخلال بشرطہ او رکنہ عبادۃ کان او عقدا او للزیادۃ علی
المشروع او لارتکابہ منہیا او فیہ الی آخرہ چنانچہ ترجمہ اسکا یہ ہے کہ جس شخص
نے نکالی نئی بات اپنے دل سے احکام خدا اور رسول میں مخالف احکام شرع پس وہ مردود
ہے برابر ہے کہ ہو مخالف امر دین میں بسبب غیر مشروع ہونے اسکے بالکل یا بسبب خلل کسی شرط
یا رکن کے عبادت ہو یا کوئی عقد معاملہ یا بسبب زیادتی کے کسی امر مشروع پر جیسے نماز بیچ مغصوبہ
کے یا حج ساتھ مال حرام کے یا ذبح مغصوب کا یا اعتکاف ساتھ کبیرہ گناہ کے یا روزہ ساتھ
ایک نحو کذب کے یا بیع ساتھ ایک نحو نجس کے اور سوا اسکے وہ امر کہ نہی ان میں بسبب امر خارج
کے ہے موافق رائے ضعیف کے بعض دلائل سے بخلاف ان کے کہ نہی جن میں بالذات ہے
پس تحقیق وہ باطل کرتی ہے اس کو جیسے ذبح کرنا احرام والے کا صید کو یا پہننا موزہ کا بلا عذر
پس نہ مسح کرے اس پر اور جماع روزہ دار کا اور حاجی کا پہلے حلال ہونے سے اور وہ جو نہ
مخالف ہوں کسی امر دین کے اس طرح پر کہ شاہد ہوں اس کے لیے ادلہ شرعی یا قواعد شرعی
پس وہ مردود نہیں ہے بلکہ مقبول ہے جیسے بنانا سراؤں کا اور انواع نیک کام کہ پہلے زمانہ
میں نہ تھے پس یہ موافق امر شریعت ہیں اسلیئے کہ صنع امر معروف اور اور معاونت پر اور تقوی
پر حکم ہے شریعت میں اور جیسے تصنیف علوم نافعہ شرعی ہیں اور ثابت کرنا قواعد

شرع کا اور نکالنا تفریعات کا اور بیان کرنا حکم اُن کا اور تفسیر قرآن اور حدیث اور گفتگو اسانید
میں اور تدوین اور تتبع کلام عرب اور استخراج علوم مثل نحو اور معانی اور بیان سے کے اور مانند
اس کے سب نیک ہیں کہ معین ہیں معرفت معانی قرآن اور حدیث میں پس حکم مامور بہ میں
ہیں اور ایسے ہی تفریع اصول فروع اور ضروریات علم حساب وغیرہ نیک ہی اور ایسی ہی
کتابت قرآن ہی اور تعین اور تدوین مذاہب اور تصنیف اِن میں واسطے مزید ایضاح کے
اسمیں ہیے کہ نہایت اِن کی دین ہے ایک واسطہ یا کئی واسطے پس یہ کام مقبول اور مثاب اور
ممدوح ہیں اور مثال ان سب کی معاملہ ابوبکر صدیق اور عمر فاروق اور زید ابن ثابت ہی رضی اللہ عنہم
بیچ جمع کرنے قرآن کے جب کہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جناب ابوبکر صدیق رض سے واسطے لکھنے
قرآن شریف کے بسبب خوف مندرس ہوجانے قرآن کے مرجانے صحابہ کرام سے جب بہت وقوع
ہوا قتال دن یمامہ کے پس توقف کیا حضرت ابوبکر رض نے واسطے ہونے اسکے بصورت بدعت پھر
کھولدیا اللہ تعالی نے سینہ اُسکا اور ظاہر ہوا کہ مرجع اِسکا طرف دین کے ہے اور یہ امر خارج دین
نہیں پھر بلایا زید بن ثابت کو اور حکم دیا ساتھ جمع کرنے قرآن کے پس کہا زید بن ثابت نے
کہ کیونکر کرتے ہیں آپ وہ کام کہ نہیں کیا رسول اللہ صلعم نے پس فرمایا کہ تحقیق یہ حق ہے اور
دیر تک رہی رد و بدل اِن کی یہانتک کہ کھولدیا اللہ نے سینہ زید ابن ثابت کا جیسا کھولا تھا سینہ
ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کا اور ایسے ہی معاملہ عمر رض کا ہے بیچ جمع کرنے لوگوں کے واسطے تراویح
کے مسجد میں باوجود ترک فرمانے پیغمبر خدا صلعم کے چند شب کرکے اور کہا عمر رض نے
نعمت البدعہ ہذہ یعنی اگرچہ یہ کام نیا حادث ہی مگر مردود نہیں ہے بسبب مخالفت کے بلکہ
موافق دین ہے کہ ترک پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا خوف فرض ہوجانے سے تھا اب بسبب
وفات آپ کے وہ خوف جاتا رہا فقط اور کہا امام شافعی رحمہ اللہ نے جو بات نئی نکلے نیک
اور نہیں مخالف کتاب اور سنت اور اجماع اور اثر کے پس وہ بدعت نیک ہی۔
اور کہا علامہ ابوشامہ نے کہ نہایت حق کام یہ ہی کہ نکلا بیچ زمانہ ہمارے کے جو کیا جاتا ہے ہرسال
موافق یوم پیدائش صلے اللہ علیہ وسلم کے صدقات اور نیکیوں سے ساتھ اظہار خوشی
اور زینت کے پس تحقیق یہ کام بسبب پہنچنے احسان کے فقرا کو شعر محبت پیغمبر خدا صلعم سے

اور عظمت اور جلالت آنحضرت ؐ بھی ہے بیچ دل کرنے والے اس کام کے اور ادائے شکر حق تعالیٰ
بھی ہے اوپر بھیجنے ایسے رسول رحمۃ للعالمین کے۔ اور بدعت سیئہ وہ ہے جو مخالف اسکے ہو صریحاً
یا التزاماً اور یہ بدعت کبھی حرام ہوتی ہے اور کبھی مکروہ اور کبھی طاعت اور قربت اور کہا بیچ شرح
روایت مسلم کے من عمل منکم عملا لیس علیہ امرنا ای حکمنا واذننا بخلافہ الی آخرہ
خلاصہ ترجمہ اُسکا یہ ہے یعنی جس نے کام کیا ایسا کہ نہیں ہے اُسپر حکم ہمارا نے حکم اور اذن ہمارا
خلاف اُس کے ہے اسی جگہ سے خوش ہوئے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بسبب لے لینے
خالد کے علم کو غزوہ موتہ میں باوجود عدم حکم کے اور تعریف کی اُن کی اس کام پر اسلئے کہ یہ مصلحت
عام تھی موقوف حکم خاص پر نہ تھی۔ اور ایسا ہی حکم ہے کل تخصیصات کا ساتھ دلائل عام
کے اسلیے کہ اُس پر حکم شارع ہے خلاف حکم نہیں ہے جیسے کہ تعریف کی رسول مقبول صلی اللہ
علیہ وسلم نے بلال رضہ کی دو رکعت نماز پر بعد ہر وضو کے باوجودیکہ اُنہوں نے نہیں سیکھا تھا
رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے بلکہ استنباط کیا تھا مطلق حکم نماز سے فقط۔ اور لکھا ہے
فتح المبین میں حافظ ابن حجر نے بیچ شرح حدیث ایاکم ومحدثات الامور فان کل بدعۃ
اور معنی بدعت کے لغت میں یہ ہیں کہ نئی نکالی جاوے ایک چیز بے مثال سابق جیسے فرمایا
ہے بدیع السموات والارض یعنی موجد زمین اور آسمان کا بے مثال سابق۔ اور شرع
میں وہ چیز کہ نئی نکالی جاوے خلاف امر شارع کے اور مخالف دلیل شرعی کے خاص
ہو یا عام ضلالۃ اسلئے کہ حق امر شرعی ہیں پس جو کام کہ نہ رجوع ہو اُسکی طرف امر شرعی وہ
گمراہی ہے اسلیئے کہ نہیں بعد حق کے مگر گمراہی اور مراد محدث سے وہی بدعت ہے۔ اور گمراہی
اُس میں یہ ہے کہ اس کی کچھ اصل شرع میں ثابت نہو باعث احداث فقط شہوت اور ارادہ
ہو۔ پس یہ باطل ہے قطعاً بخلاف اس محدث کے کہ جسکے لیے شریعت سے اصل
یا قیاس ایک نظر کا ہے دوسری نظر پر یا بغیر اسکے پس یہ نیک ہے اسلیئے کہ یہ طریقہ خلفائے
راشدین اور ائمہ دین کا ہے کہ عمر رضہ نے تراویح کو نعمت البدعۃ کہا۔ پس اطلاق
لفظ محدث اور بدعت سے یہ مذموم نہیں ہوئی اور بدعت منقسم ہے طرف احکام خمسہ
کے جب پیش کیجاوے قواعد شرعیہ پر پس بدعت یا فرض بالکفایہ ہے جیسے سب

علوم عربیہ کہ جن پر سمجھنا کتاب اور سنت کا موقوف ہے مانند نحو اور صرف اور معانی اور بیان
اور لغت کے اور جیسے علم جرح اور تعدیل اور جدا کرنا حدیث صحیح کا غیر صحیح سے اور
تدوین فقہ اور اصول اور رد کرنا قدریہ اور جبریہ اور مرجیہ اور مجسمہ وغیرہ کا اسلیے کہ حفظ شریعت
فرض کفایہ ہے چنانچہ قواعد شرع اس پر دال ہیں اور نہیں محفوظ رہتی شریعت بے ان کاموں
کے اور جو کام کہ بغیر اس کے تمام نہ ہو ایک واجب وہ بھی واجب ہوتا ہے اور یا بدعت
حرام ہے جیسے تمام مذاہب باطلہ سوائے مذہب اہل سنت وجماعت کے اور یا بدعت
مندوبہ ہے جیسے احداث مدرسوں اور سراؤں کا اور ہر نیک کام کا کہ پہلے نہ تھا اور یا بدعت
مکروہہ ہے جیسے تزویق مصاحف یا تزویق حرف مساجد اور یا بدعت مباح ہے جیسے فراخی
لذیذ کھانوں میں جس طرح ذکر کیا ہے ابن عبد السلام نے اور اس تقریر سے معلوم ہوا کہ محدثات
الامور عام ہیں اور مراد خاص اسلیے کہ سنت خلفائے راشدین بھی محدثات سے ہے اور ہمکو حکم
ہے اس کی پیروی کا اور ایسی ہی سنت الخلفائے عام ہے اور مراد خاص اسلیے کہ جب فرض
کیا جاوے کہ خلیفہ راشدہ نے ایک طریقہ نکالا کہ دلیل شرعی مانع ہے اسکے اتباع سے
اور یہ منافی اس کے رشد کو نہیں ہے اس لیے کہ خطا مصیبت سے بھی ہوتی ہے اور کبھی مجتہد
مستقیم میں بھی ہو جاتی ہے اور تحقیق یہ ہے کہ کلام یا عام ہے اور مراد بھی اس سے عام جیسے اِنَّ اللہ[1]
عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ یا خاص ہے اور مراد بھی اس سے خاص ہے جیسے فَلَمَّا قَضٰی زَیْدٌ[2]
مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَاکَهَا یا عام ہے مراد اس سے خاص جیسے اُوْتِیَتْ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ[3] اور یا خاص ہے
اور مراد عام جیسے وَلَا تَقُلْ لَّهُمَا اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا[4] اے نہ ایذا دے کچھ انتہی ترجمہ عبارت
فتح المبین اور لکھا ہے سیرت شامی میں بیچ مقدمہ مولد رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم
کے کہ بیان کیا استحباب اور استحسان اسکا بہت علما اور ائمہ دین سے مثل ابو خیر سخاوی اور
ابن جزری اور ابن کثیر اور ابن وحیہ اور ابو شامہ شیخ نووی اور ابن جوزی اور ابن ظفر ملی اور
ابن قفل اور شیخ ابی عبد اللہ بن محمد بن ابن نعمان اور جمال الدین عجمی اور یوسف حجاب

[1] اللہ ہر شے پر قادر ہے ۱۲ منہ [2] پس جو وقت پوری کی زید نے اس سے اپنی حاجت نکاح کر دیا ہم نے تیرا اس سے ۱۲ منہ
[3] دی گئی ہر چیز سے ۱۲ [4] اور نہ اُن دونوں کو اُف نہ جھڑک انکو ۱۲ منہ

اور یوسف ابن علی بن زریق اور ابو بکر حمازی اور ابا موسی زرهولی اور ابن بطاح اور مخلص کنانی اور
ظہیر الدین ابن جعفر اور نصیر الدین اور شیخ عمر موصلی اور صدر الدین بن عمر وکہ ان سب علمار نے
ثابت کیا ہے حسن اسکا دلائل سے اور ایسا ہی امام غزالی رحمہ اللہ نے احیاء العلوم میں لکھا ہی
کہ موافقت کرے قوم کی بیچ قیام کے جب کھڑا ہو ایک اُن میں سے وجد سے یا باختیار اور
کھڑے ہوئے لوگ واسطے موافقت صاحب وجد کے جب گر پڑے عمامہ اس کا اور اتارے اپنا
کپڑا جب پھاڑ ڈالے وہ کپڑا یہ موافقت حسن صحبت سے ہے اور مخالفت موحش جیسا حدیث
میں ہے لکل قوم رسم وکا بد من مخالفة الناس باخلاقھم اور خاصکر ان اخلاق
میں جب حسن معاشرت ہو اور خوشی دل اور یہ کہنا کہ بدعت ہے اور نہ تھا زمانہ صحابہ میں پس نہیں
ہیں کل مباحات منقول صحابہ سے اور سوائے اس کے نہیں کہ محذورہ وہ بدعت ہی جو مزاحم
سنت ماثورہ ہو اور نہیں ہے کچھ منقول نہی سے اس میں پس قیام وقت داخل ہونے کسی
کے نہ تھی عادت عرب کی بلکہ نہ تھے صحابہ کھڑے ہوتے پیغمبر خدا صلعم کے واسطے بھی بعض حال
میں جیسے روایت ہے انس سے لیکن جب ثابت نہیں اس میں نہی عام تو نہیں دیکھتے ہم
کچھ خوف اس میں بیچ اُن شہروں کے جہاں عادت قیام ہے واسطے اکرام آنیوالے کے تحقیق
قصد اس سے حرمت اور اکرام اور خوش کرنا دل کا ہی اور ایسے ہی تمام اقسام مساعدات ہیں
جب قصد اُن سے طیب القلب ہو اور عادت ہو ایک جماعت کی پس نہیں ہی گناہ بیچ موافقت
کے بلکہ نیک ہے موافقت مگر جہاں وارد ہوئی ہو نہی یہ تمام مذکورات مع عبارات اور حوالہ کتاب
لمعہ مکیہ میں ہیں۔ اور لکھا ہی مولانا شاہ عبد العزیز رح نے تفسیر عزیزی میں کہ مرتکب کبیرہ
یا مصر بر صغیرہ کو لعنت نہ کرے اور مقابر مسلمین میں دفن کرے اور امداد بفاتحہ اور درود
اور صدقات وخیرات اور استغفار لازم گنے۔ اور فتوی جواد عرس میں لکھا ہے کہ جمع
ہو کر ختم کلام اللہ کرنا اور فاتحہ شیرینی یا طعام پر دیگر تقسیم کرنا اگرچہ زمانہ پیغمبر خدا صلعم
اور خلفاء میں نہ تھا مگر کچھ قباحت اس میں نہیں بلکہ فائدہ زندوں اور مردوں کو ہے۔ اور مولوی
رفیع الدین صاحب نے لکھا کہ امداد بدعا اور ختم اور طعام بدعت مباح ہے کوئی وجہ

---

[1] ہر قوم کے لیئے رسم ہے اور ضرور ہے میل جول آدمیوں سے اُن کی عادتوں پر ۱۲ منہ

قباحت نہیں مگران وہابیوں کے دل میں جوبجائے محبت اور عظمت کے توہین اور دشمنی اولیاء اللہ
اور انبیا علیہ السلام ہے اس سبب سے جس بات میں عظمت ان لوگوں کی پائی جاتی ہے اُسکو
بہ بہانہ شرک اور بدعت منع کرتے ہیں گو وہ کام نیک ہوتا لوگوں کے ایمان میں نقصان ہو
اس لیے کہ محبت خدا اور رسول عین ایمان ہے اور دیگر امور بدعات کا لباس اور طعام اور معاملات
میں ذکر تک نہیں کرتے بلکہ خود ہی نہیں جانتے بموجب قاعدہ وہابیہ کے پائجامہ پہننا بدعت ہے
کہ کبھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں پہنا نہ صحابہ نے عمر رضہ نے ناموں میں حکام اطراف
کو پہننے پائجامہ سے ممانعت فرمائی ہے جیسے بغوی نے ابو عثمان نہدی سے روایت لکھی کہ آیا ہمکو
نامہ عمر رضی اللہ عنہ کا اور ہم آذربیجان میں تھے القواالسراویلات وائتزرواوالقواالخفاف
وانتعلوا وایاکم والتنعم وزی العجم۔ مگر چونکہ اس میں توہین اور حقارت کسی نبی یا ولی کی نہیں
اس لیے اسکا ذکر نہیں کرتے اگر ایسی بات کسی بزرگ کی نسبت ہوتی توزبان زدان لوگوں کی ہوتی
چنانچہ ہزارہا بدعات لباس اور طعام اور عقود اور معاملات میں واقع ہیں اور باتفاق علمائے
محققین بدعت سیئہ ہیں اور ہزار آدمی اُس میں مبتلا ہیں ان کو کوئی ذکر نہیں کرتا بلکہ حال کے
واعظوں سے پوچھو تو جاننے کے بھی نہیں سوائے ان چند کاموں کے کہ جن میں اہانت بزرگوں
کی ہے اُسی کو بطور وظیفہ کے سب واعظ پڑھتے ہیں اور اکثر خلاف دین کے کہتے ہیں اسلیے کہ
جس اصل پر ان کو بدعت کہتے ہیں وہ اصل ہے خلاف اور بدعت ہے اور جب وہ اصل ہی بدعت
ہوئی تو فروعات اُس کے بطریق اولی بدعت ہوئی بلکہ جن امور کو بدعت سیئہ کہتے ہیں اُن
میں سے اکثر نزدیک علمائے متقدمین اور ائمہ دین کے نیک کام یا مباح ہیں اور بعض۔
مختلف فیہ اب طالب حق کو چاہیئے کہ جس کام کو یہ لوگ شرک یا بدعت کہتے ہیں اُس کو کتب
علمائے متقدمین اور فقہ میں بھی دیکھے کہ پہلے ائمہ دین نے کیا لکھا ہے فقط
ان کے قیاس کو تسلیم نہ کرے اور گمراہی میں نہ پڑے اس لیئے کہ یہ لوگ بے سند پہلے ائمہ کے
قرآن سے اپنے مسئلے قیاس کرتے ہیں مثل خوارج اور روافض اور مرجیہ وغیرہ کے پس
جیسے وہ گمراہ ہیں ایسے ہی یہ بھی گمراہ ہیں جب تک کہ موافق اقوال علمائے اہل سنت

ے پھینکو پائجاموں کو اور تہبند باندھو اور پھینکو موزوں کو اور جوتے پہنو اور بچو تم نازونعمت سے اور شکل اہل عجم کے ۱۲ منہ

سکے نہوں قابل تسلیم اور قبول نہیں چنانچہ چند اصول اُن لوگوں کے بیان کئے جاتے ہیں تاکہ
اُس کی غلطی پر لوگ آگاہ ہوں کہ جیسے مخالف دین کے قاعدے مقرر کئے ہیں اور ماتحت ہر ایک
قاعدے کے صدہا فروعات ہیں پس جب وہ قاعدہ غلط ہو تو سب فروعات بھی اُس کے غلط
اب جو معنی بدعت کے یہ تحقیق ہوئے کہ کوئی کام کسی زمانہ میں نیا مخالف حکم دین کے کوئی نکالے
وہ بدعت سیئہ اور ضلالت ہے یعنی حرام ہے یا مکروہ اور جو موافق اور موئد احکام دین ہے وہ
بدعت حسنہ ہے یعنی واجب یا مستحب یا مباح ہے چنانچہ معنی بدعت کے حدیث سے
بیان کئے گئے اور گواہی لائی گئی اس پر قول امام شافعی اور دیگر علمائے دین سے جیسا کہ
اوپر گذرا برخلاف وہابیہ کے کہ کہیں دلیل اُن کی اقوال پر علمائے سابق سے نہیں اور
سب قیدیں اپنی طرف سے لگائی ہیں بے سند اور وہ بھی مخالف حدیث اور اقوال علمائے
سنت کے جیسا کہ بیان ہوا معنی بدعت میں اب ایک اصول وہابیہ سے یہ ہے کہ ہر فعل
مباح بلکہ حسن اور خیر بھی مداوت اور ملازمت سے اور اسی طرح تخصیص زمانی اور مکانی سے
بدعت ضلالت یعنی حرام یا کفر ہو جاتا ہے اس پر کوئی دلیل آجتک قرآن اور حدیث سے صریح
نہیں لاسکتے نہ قول کسی مجتہد کا ائمہ دین سے بلکہ قیاس ہے اُن کا اپنا فقط جیسے کہتے ہیں
کہ ایصال ثواب بروح صلحا و دیگر اموات نیک ہے اور شرع سے ثابت مگر تخصیص یوم اور
طعام وغیرہ سے بدعت ہو جاتا ہے۔ اور اسی طرح ہر عبادت نافلہ کو مداوت اور لزوم سے بدعت
کہتے ہیں اور یہ قاعدہ مخالف حدیث ہے جیسا کہ صحیح مسلم میں عائشہ رض سے روایت ہے
کہ فرمایا احب[1] الاعمال الی اللہ ادومہا وان قل اور صحیح بخاری میں ہے مسروق رض سے کہ ای[2]
الاعمال احب الی اللہ قالت الدائم اور صحیحین میں روایت ہے عبداللہ ابن عمرو ابن عاص سے
کہا فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے یا[3] عبد اللہ لاتکن مثل فلان انہ کان یقوم
من اللیل فترک قیام اللیل[4] اور مسلم میں عمر رض سے روایت ہے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
من[5] نام عن حزبہ او شیء فقرءہ ما بین صلوٰۃ الفجر کتب لہ کانما قرء من اللیل اور حصن حصین میں

[1] پسندیدہ زیادہ عملوں میں اللہ کے نزدیک وہ ہیں جن پر ہمیشگی کیجاوے اگرچہ ذرا سا کام ہو ۱۲ منہ [2] کونسا کام پسندیدہ زیادہ
ہے اللہ کے نزدیک فرمایا کہ جو ہمیشہ کیا جاوے ۱۲ منہ [3] اے عبد اللہ نہ ہو مثل فلاں شخص کے کہ رات کو عبادت میں کھڑا
رہتا تھا پس چھوڑ دیا [4] قیام شب ۱۲ منہ [5] جو شخص سو گیا یا بھول گیا اپنا وظیفہ پس پڑھا ما بین نماز فجر اور ظہر کے تو لکھا جاویگا ۔

لکھا ہے وینبغی من کان له ورد فی وقت من لیل او نهار او عقب صلوٰة او غیر ذلک ففاته ان یتدارکه ویأتی به اذا امکنه ولا یهمله لیعتاد الملازمة ولا یتساهل فی قضائه

پس غور کرنا چاہیئے کہ ایک امر خیر غیر فرض کے لیے کس قدر تاکید مداومت ہے حدیثوں میں کہ ہمیشگی اور ملازمت ایک وقت پر رکھے اور اگر وقت پر ادا نہو قضا کرے دوسرے وقت بالکل نہ چھوڑے کچھ اس مداومت سے ایک وقت پر شارع نے نظر تشابہ بفرض نہ کی اور کہیں یہ نہ فرمایا کہ غیر فرض کا اہتمام مثل فرض کے کرنے سے بمداومت وملازمت تشابہ بفرض لازم آتا ہے یہ نہ چاہیئے کفر ہے یا بدعت ضلالت ہے جیساکہ یہ لوگ مخالف دین کہتے ہیں کہ اہتمام امر مباح اور نیک کا جیسے ایصال ثواب باموات یا ذکر اللہ یا نماز نفل وغیرہ بتعین یوم ووقت کہ وہ دن وقت نہو یا وقت سے غیر وقت نہو جو وقت دن یا رات سے مقرر کیا اس میں ادا ہونا چاہیئے تعین اس مباح اور نیک کو حرام کردیتا ہے اس لیے کہ اہتمام مثل فرائض کے لازم آتا ہے اور یہ دعویٰ اُن کا مخالف حدیث ہے جیساکہ اوپر بیان ہوا بلکہ اصل یہ ہے کہ فرض سمجھنے سے فرض ہوتا ہے فقط اہتمام اور ملازمت سے فرض نہیں سمجھا جاتا جیساکہ سنن وضو اور نماز میں کمال اہتمام اور ملازمت رہتی ہے مگر جو فرض جانکر نہیں کرتے تو کچھ قباحت نہیں موجب ثواب ہے یہ کام دل کا ہے موقوف نیت پر نہ اہتمام ظاہر پر بلکہ خود رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے تخصیص یوم کو درست رکھا ہے چنانچہ صحیح مسلم میں روایت ہے ابن عباس رض سے قال قدم رسول اللہ صلے اللہ علیه وسلم المدینة فوجد الیهود یصومون صوم عاشوراء فسئلوا عن ذلك وقالوا هذا الیوم الذی اظهر الله فیه موسى وبنی اسرائیل علی فرعون فنحن نصومه تعظیما فقال النبی صلعم نحن اولی بموسی عنکم فامر بصومه اور روایت ہے ابو موسیٰ سے قال کان اهل خیبر یصومون صوم عاشوراء ویتخذونه عیدا ویلبسون نساءهم فیه حلیهم فقال رسول اللہ صلعم فصوموا انتم یہاں لکھا ہے لمعہ مکیہ میں کہ یہ حدیث مبطل ہے دعوی نجدیہ کو جیسا کہتے ہیں

---

[1] اور چاہیئے اس شخص کو کہ پڑھتا ہے وظیفہ کسی وقت رات یا دن میں یا بعد کسی نماز کے یا اس کے سوا پس فوت ہوجاوے وہ وظیفہ پس تدارک کرے اسکا اور پڑھے اس کو جس وقت چاہے اور چھوڑ نہ دے تاکہ ہمیشگی کی عادت رہے اور نہ سستی کرے اس کی قضا میں [12] منہ

[2] کہا کہ تشریف لائے رسول اللہ صلعم مدینہ میں پس فرمایا یہود کو کہ روزہ رکھتے تھے عشرہ محرم کو پس اس کا سبب دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ یہ دن ہے کہ غلبہ دیا اللہ نے حضرت موسیٰ اور بنی اسرائیل کو فرعون پر پس ہم اس دن کی تعظیم سمجھکر روزہ رکھتے ہیں پس فرمایا نبی صلعم نے ہم اولے ہیں حضرت موسیٰ کے ساتھ بہ نسبت تمہارے پس حکم دیا ساتھ روزہ رکھنے اس دن کے [12] منہ

[3] کہا کہ تھے اہل خیبر روزہ رکھتے تھے عشرہ محرم کو اور اس دن عید کرتے تھے اور اپنی عورتوں کو اس دن زیور پہناتے تھے

ائمہ دین کو یہود نے عاشورا کو مقرر کیا تھا دن عید کا اور روزہ رکھتے تھے ہر سال واسطے تعظیم
اس دن کے کہ غالب کیا تھا اللہ نے بنی اسرائیل کو فرعون پر اور مقبول رکھا پیغمبر خدا صلعم نے
یہ اُن سے اور مقرر فرمایا روزہ ہر سال پس معلوم ہوا کہ نفس تقیید کچھ بدعت نہیں و رنہ کیونکر قبول
رکھتے جناب رسالت مآب صلعم تقیید یہود کی اور یہ بھی ثابت ہوا کہ خوشی کرنی اور شکر یہ ادا
کرنا دن ظاہر ہونے آثار رحمت الٰہی کے محمود ہے کہ حضرت صلعم نے روزہ عاشورا قبول رکھا
جیسا کہ یوم مولد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں روزہ رکھنا اور خوشی کرنی بسبب شکر پیدا ہونے
نبی الرحمۃ کے بہتر ہے اور ایسے ہی ثابت ہوتا ہے خاص کرنا وقت کا حدیث مسلم سے کہ تعریف
کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال کی اور سنی آواز نعلین اُن کی جنت میں اپنے آگے چلنے
کی بسبب دو رکعت نماز بعد ہر وضو کے باوجودیکہ نہیں سیکھا تھا اُس کو آنحضرت صلعم سے نص
بلکہ استنباط کیا تھا مطلق نماز کے حکم سے اور ایسی حدیث مسلم کی قتادہ رض سے دلالت کرتی ہے
تخصیص یوم پر جب پوچھا صحابہ نے کہ خاص دوشنبہ کو بسبب شرف ولادت آپکے روزہ
رکھیں تو اجازت دی خاتم المرسلین نے بسبب شرف ولادت اپنی کے اور کہا نودی نے بیچ اس
حدیث کے دلیل ہے اسپر کہ زمانہ کو بھی شرف ہوتا ہے بسبب واقع ہونے امر خیر کے اُس میں مانند
مکان کے پس یہ حدیث ظاہر رد کرتی ہے قول اُن کا جو تخصیص زمانی اور مکانی سے ہر فعل نیک
کو ضلالت کہتے ہیں اور تعجب ہے اُن لوگوں کی عقل سے جو ایسا کہتے ہیں کہ فقط بلا زمت اور
مداومت اور تخصیص زمانی وغیرہ سے ہر فعل مباح اور نیک بے اعتقاد فرضیت اس تخصیص اور
مداومت کے ضلالت ہو جاتا ہے آیا نہیں غور کرتے کہ سنن موکدہ نماز پر کیسی مداومت اور
ملازمت ہمراہ فرضوں کے یکجائی ہے اور اس اہتمام سے مثل فرض کے کوئی ممانعت نہیں
کرتا ہے بلکہ ترک پر ملامت ہے ہاں البتہ اگر کوئی عقیدہ فرض کا کرے اور یہ کہے کہ یہ رکعات
بھی فرض ہیں یا یہ تخصیصات شرط اس فعل نیک کی ہیں تو یہ امر بدعت ہے اُسکو اس طرح سمجھنے
سے منع کرنا چاہیئے اور یہ کہنا کہ خصوصیت شرط نہیں ہے اُس کو شرط سمجھنا چاہیئے اور اُس
کام نیک کو منع کرنا مناسب نہیں اگر کسی کا یہ عقیدہ ہوا اور وہ یہ کہے کہ دو رکعت
بعد نماز مغرب کے جو پڑھتے ہیں یہ منجملہ اُنہیں تین رکعت مغرب کے داخل فرائض ہیں سنت

نہیں پس علمائے دین کو لازم ہے کہ اس عقیدہ سے اُسے باز رکھیں اور سمجھائیں کہ یہ فرض نہیں
ہیں نہ یہ کہ ان دو رکعتوں کے پڑھنے سے ممانعت کریں اور ایک فعل نیک سے باز رکھیں
بلکہ یہ کہنا چاہیئے کہ ان دو رکعتوں کو فرض مت کہو اور نہ عقیدہ فرض ہونے کا رکھو سنت جان
کر پڑھو اور ناغہ نہ کرو اور فقط اہتمام مداومت سے یہ گمان کرنا کہ فرض جانتا ہے نادانی
ہے آیا دیکھیں کہ حدیثوں میں کسقدر تاکید اور اہتمام مداومت کا امور غیر مفروضہ پر
ہے اور ایسا ہی اگر کوئی کلی کرنے یا ناک میں پانی دینے یا بسم اللہ کرنے کو یا مثل اس کے
کسی امر سنت یا مستحب کو فرض کہتا ہو تو اس کو یہ سمجھنا چاہیئے کہ یہ فرض نہیں ہے اور اس فعل مسنون یا مستحب
کو منع کرنا نہ چاہیئے اور یہ سمجھ کر کہ جیسے وضو میں مونہہ دھونے کو کہ فرض ہے ناغہ نہیں کرتے ہیں ایسے
ہی مضمضہ اور استنشاق کو بھی ناغہ نہیں کرتے لوگوں نے اس سنت کو برابر فرض کے
سمجھ لیا ہے یہ کہنے لگے کہ مضمضہ اور استنشاق اسطرح بدعت ہے تو خود بھی گمراہ ہوا اور دوسروں
کو بھی گمراہ کیا جیسا کہ وہابیہ امور مباح اور نیک کو فقط مباح مداومت اور تخصیص سے یہ گمان
کر کے کہ لوگ اس کو فرض جانتے ہیں جو اہتمام اور مداومت کرتے ہیں حرام اور بدعت کہنے
لگے اور نہ دیکھا کہ حدیثوں میں کیسی تاکید مداومت کی امور خیر اور وظیفوں میں ہے اور نہ سمجھے
کہ اہتمام اور مداومت سے کچھ فرض نہیں جانا جاتا جب تک عقیدہ فرض کا نہو اور حال
عقیدہ کا بے زبان سے کہے دوسری کو نہیں کھلتا پس ایک گمان غلط پر حکم کفر اور حرام
کا کرنا بے تامل کام علمائے دیندار کا نہیں ہے یہاں یاد رکھنا چاہیئے کہ فرض اور سنت
سمجھنا کام دل کا ہے فقط مداومت اور اہتمام سے سنت وغیرہ فرض نہیں ہو جاتی ہیں اور
ایسی ہی ثابت ہوتی ہے تخصیص حدیث ابو داود سے کہ نذر کی ایک شخص نے زمانہ
رسول خدا صلعم میں قربانی اونٹ کی بوانہ میں اور فرمایا پیغمبر خدا صلعم نے اوف بنذرک[1]
اور اسیطرح نذر کی لبید صحابی نے ان لا تھب الصبا الا نحرت[2] واطعم جیسا کہ تہذیب نووی میں
تمام قصہ لکھا ہے اور اسی طرح ایک عورت نے کہا کہ یا رسول اللہ نذرت ان اضرب علی[3]

---

[1] نذر اپنی پوری کر ١٢ [2] یہ کہ نہیں چلیگی باد صبا مگر قربانی کرونگا اور کھانا کھلائیگا ١٢ [3] میں نے نذر مانی ہے کہ آپ کے سر پر
دف بجاؤں فرمایا اپنے کہ نذر اپنی پوری کر ١٢ منہ

راسك الدف قال اوفي بنذرك رواه ابو داود اور اسی طرح کہا ایک عورت نے نذرت[1] ان اذبح بمكان كذا وكذا مكان يذبح اهل الجاهلية فقال هل كان بذلك المكان وثن من اوثان الجاهلية يعبد قالت لا قال هل كان فيه عيد من اعيادهم قالت لا قال اوفي بنذرك اور اسی طرح ابو داود اور دارمی ہی کہ کہا ایک رجل نے دن فتح مکہ کے انی نذرت الله ان فتح الله عليك[2] ان اصلي في بيت المقدس ركعتين قال صل ههنا ثم عاد فقال شانك اذا اور ایسے ہی کتب فقہ میں لکھا ہی کہ اگر نذر کرے روزہ یوم معین کا تو اسی دن واجب ہی کچھ تعین یوم سے نذر حرام نہیں ہوتی اور اگر نذر کرے طعام خاص تو ویسا ہی کہلاوے کچھ تعین طعام بدعت نہیں ہے پس یہ بیان ان خصوصیات زمانی اور مکانی کا تھا کہ زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں صحابہ رضہ سے ظہور میں آیا اور آنحضرت صلعم نے جائز فرمایا اور جو تاکید اور اہتمام مداومت کا امور نیک غیر مفروضہ پر حدیثوں میں وارد ہوا اب علاوہ اُس کے جو اور ازمنہ میں اتفاق ہوا اور علمائے دین نے اسے نیک کہا تحریر ہوتا ہی۔ چنانچہ لمعہ مکیہ میں ہے کہ اتفاق ہے علما کو بیچ حسن تخصیص دن پیدائش رسول الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر سال نیکی اور احسان کرنے میں اور رد کیا گیا ہی قول اُن کا جس نے کچھ کلام کیا اس میں اور وہ کوئی شاذ و نادر ہوا ہی اور ایسا ہی حکم اباحت کا ہی جھنڈ لگانے مصافحہ میں بعد عصر اور صبح کے جو شامل نماز ہوں۔ اور ایسی ہی بدعت حسنہ میں اتفاق ہے علما کو کہ جائز ہے کرنا اُس کا بلکہ مستحب اور امید ثواب ہی اگر نیک ہو نیت کرنیوالے کی اُس میں اور ایسے ہی تعین ذبح کا ہے ماہ رجب میں جسکو عتیرہ کہتے ہیں ایک فعل مشرکین کا ساتھ بتوں اپنے کے اور بعد دور ہونے قبح بتوں کے اور داخل ہونے نیکی کے یعنی فرح واسطے اللہ کے مقرر رکھا اُس کو پیغمبر خدا صلعم نے جیسا کہ مذہب ایک جماعت کا ہی اور مستحسن کہا بعض اماموں نے

[1] یعنی میں نے نذر مانی ہے کہ فلاں مکان میں جہاں اگلے کافر ذبح کیا کرتے تھے وہاں ذبح کروں آپ نے پوچھا کہ وہاں کوئی بت ہی کا فروں کا کہ اُس کی پوجا ہوتی ہو کہا اُس نے کہ نہیں پھر پوچھا کہ وہاں اُن کے میلوں میں سے کوئی میلہ ہوتا ہے کہا اُس نے کہ نہیں تو فرمایا آپ نے کہ اپنی نذر پوری کر ۱۲ منہ

[2] یعنی میں نے اللہ کے لئے نذر مانی ہے کہ اگر اللہ فتح دیگا آپکو تو دو رکعت نماز بیت المقدس میں پڑھونگا فرمایا آپ نے کہ پڑھ یہاں پھر فرمایا کہ جیسا تیرا جی چاہے یعنی تیرا جی چاہے مسجد حرام میں پڑھ لے نذر ادا ہو جاویگی یا مسجد بیت المقدس میں پڑھ لے ۱۲ منہ

صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین سے اور نہ حرام کیا گیا کچھ تقیید زمان سے باوجودیکہ تقیید شرکین تھی اور جو حکم کرتا ہے کراہت کا وہ بسبب تعارض دلیلوں کے کرتا ہے نہ کچھ تقیید زمانی کے سبب سے پس ظاہر ہوا بطلان مذہب مبتدعین نجد کا فقط اب جس وقت یہ قاعدہ حدیث سے غلط معلوم ہوا تو واضح ہوا کہ جس قدر کاموں کو اس قاعدہ پر بدعت کہتے ہیں سب غلط اور جھوٹ ہیں جیسے کہتے ہیں کہ ایصال ثواب بروح اموات امر نیک ہے مگر تعین یوم اور تخصیص پڑھنے فاتحہ سے بدعت ہو جاتا ہے اور اسی تعین کے سبب سے دسویں بیسویں چہلم اور ششماہی برسی وغیرہ سب کو بدعت کہتے ہیں اور یہ سب غلط اور افترا ہے کیونکہ جس قاعدہ پر اسکی تفریع ہے وہ قاعدہ ہی جھوٹ اور غلط ہے اور طرفہ تر یہ ہے کہ ان کو علم بھی اسکا نہیں رکھتے ہیں کچھ دو تین دن غیر معین کم کر دیتے ہیں اور اسی طرح دسویں وغیرہ میں پھر تعین یوم کہاں رہا مگر یہ لوگ نادان اپنی طرف سے ایک بات افترا کر کے اس پر حکم بدعت کا کرتے ہیں اور کچھ خوف خدا جھوٹ حکم کرنے سے یا معذب ہونے سے کسی مردے سے نہیں کرتے اور نہیں پڑھتے آیہ ویفترون علے اللہ الکذب کہ جھوٹ مسئلہ کہنے پر کیا وعید ہے یعنی مخالف حکم شارع کو حکم شرع کہنا کیسا سخت گناہ ہے۔ اور ایسا ہی حال ہے بہت سارے نعمو طینتوں کا کہ ان کو وہابیہ بدعت کہتے ہیں اور علمائے سلف نے مستحب لکھا ہے جیسے عشرۂ محرم کو فاتحہ جناب سید الشہداء امام حسین رضی اللہ عنہ کی کھچڑی پر خاصکر یا معصوموں کی دودھ خشکہ پر بدعت کہتے ہیں اور مولوی رفیع الدین صاحب نے اس باب میں فتوی لکھا ہے کہ تخصیص ماکولات در فاتحہ بزرگان مثل کھچڑہ در فاتحہ امام حسین رضی اللہ عنہ و توشہ در فاتحہ شیخ عبدالحق وغیرہ ولک ہمچنان تخصیص خورندگاں چہ حکم است باخبیا (جواب) فاتحہ وطعام کہ بے شبہ از مستحسنات است وتخصیص کہ فعل مخصص است باختیار او باعث منع نمی تواند شد واین تخصیصات از قسم عرف وعادت اند کہ بمصالحہ خاصہ ومناسبات خفیہ ابتدا از ظہور آمدہ رفتہ رفتہ شیوع یافتہ در حق کھچڑہ صاحب

لہ اور افترا کرتے ہیں اللہ پر جھوٹ ۱۲ منہ

در مختار وصاحب قنیہ و دیگر فقہا تصریح نمودہ اند و تخصیص آنحضرت صلعم ذبح جانور بصدیق
خدیجہ رضی اللہ عنہا بطریق صحیح ثابت است اب دیکھو فقہا کیا لکھتے ہیں اور واعظین وہابی مشرب
کیا کہتے ہیں ؎ ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔ اور تفسیر عزیزی میں خواص مجرب سورۂ
سے لکھا ہے کہ زمانہ بر آمد چیچک لڑکوں میں وقت صبح نہار منہ اس سورت کو تجویز سے
و لڑکے کے پڑھے اور دم کرے اور وہ لڑکا بھی نہار منہ ہو بفضل الٰہی اس سال چیچک
نکلے گی یا آسانی ہوگی مگر شرط یہ ہے کہ وقت قرات سورہ ڈھائی پاؤ چاول ساتھ وہی اور
شکر کے کسی مستحق کو اسی مجلس میں روبرو لڑکے اور قاری کے کھلاویں۔ اور ایسی قیدیں اور
تخصیص پیغمبر خدا صلعم اور صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین اور اکابر لاحقین سے ہر زمانہ
میں باعتبار تجربہ اور عادت اور نقل کے مروی ہیں پس جو کام ممنوع شرعی ہیں بے تخصیص
اور باتخصیص دونوں طرح منع ہیں اور جو کام کہ مباح اور نیک ہیں تخصیص تقلیب ماہیت ان کا
نہیں کرتی کہ حرام اور کفر کر دے مباح سے۔ دیکھو عمل دفع عین میں کہ کیسی تقیدات و تخصیصات
تمام صحاح میں مروی ہیں اور سب معمول صحابہ اور تابعین علی الاستمرار چلی آتی ہیں جیسا کہ ابن اثیر نے
نہایہ میں لکھا ہے کہ تھی عادت ان کی کہ جب کسی آدمی کو کسی کی نظر لگتی تھی تو لاتے تھے نظر لگانے والے
کے پاس ایک پیالہ پانی کا پس وہ ہاتھ ڈال کر ہلاتا تھا پھر تھوکتا تھا پیالہ میں پھر داخل کرتا تھا
ہاتھ بایاں پھر ڈالتا تھا داہنے ہاتھ پر اور داخل کرتا تھا داہنا ہاتھ پھر ڈالتا تھا بائیں ہاتھ پر
پھر ڈالتا تھا داہنی کوہنی پر پھر داخل کرتا تھا داہنا پھر ڈالتا تھا بائیں قدم پر پھر داخل کرتا
تھا ہاتھ بایاں پس ڈالتا تھا زانو داہنے پر پھر داخل کرتا تھا داہنا ہاتھ پس ڈالتا تھا
زانو بائیں پر پھر دھوتا تھا داخل ازار اپنے کو نہ رکھتا تھا پیالہ زمین پر پھر ڈالتا تھا وہ پانی
مستعمل چشم زخم رسیدہ پر اسکی پشت پر ایک دفعہ پس اچھا ہو جاتا خدا کے حکم سے اور
مواہب میں بعد اس عبارت کے کہا ہے کہ ممکن نہیں جاننی وجہ اسکی عقل سے اور سبب نہ سمجھ
میں آنے کے مردود بھی نہیں اور کہا ابن عربی نے کہ اگر توقف کرے کوئی متشرع تو کہینگے
ہم اس کو کہ خدا اور رسول دانا تر ہے صدق معانی اسکے کو اور تجربہ گواہ اور اگر توقف کرے کوئی
فلسفی پس اور یہ تریاک اس کے کبھی فعل بقوت کرتے ہیں کبھی بعض کہ نہیں مفہوم ہوتا سبب اسکا اور انکو

خواص ادویہ کہتے ہیں فقط اور حصن حصین میں ہے کہ بعد نکاح حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہ
کے آنحضرت صلعم نے پانی منگایا حضرت فاطمہ سے اور تہو کا اسمیں اور ڈالا اُن کے سر اور سینہ
اور پشت پر اور دعا کی اور اسی طرح پانی منگایا جناب علی مرتضی کرم اللہ وجہہ سے اور تہو کا اُس میں
اور ڈالا سر اور سینہ اور پشت اُن کی پر اور بہت تخصیصات اس قسم کی جیسے رقیہ پہوڑی پر انگلی زمین
پر رکھنی وغیرہ حدیثوں میں مذکور ہیں پس خصوصیات اعمال وغیرہ جو صلحائے مومنین سے
منقول ہیں انہیں خصوصیات وارده صحاح پر قیاس کرنا چاہیئے اس لیے کہ قیاس عمل کرنا مثل یا اُو
حال خصوصیات کا زمانہ سلف سے شاہ عبد العزیز صاحب تک لکھا گیا اور حدیثوں میں جو تخصیصات
مذکور تھیں بعض جگہ سنداً لکھی گئیں مثل آئندہ ہادی حقیقی خدا ہی اور اعمال کشف قبور اور چیچک وغیرہ
صدہا قسم کے شاہ ولی اللہ صاحب نے لکھے ہیں اور سابق بہت صلحا سے منقول
منقول ہیں اور بہت خصوصیات حضرت شیخ عبد الحق محدث رح نے اپنی تصانیف میں ذکر
کئے ہیں جس کو تامل ہو دیکھے اور مولانا عبد اللہ گجراتی کہ بڑے عالم اپنے وقت کے اور ہمعصر
حضرت شیخ عبد الحق کے ہیں وہ اپنے وصیت نامہ میں لکھتے ہیں کہ تقیدات و تخصیصات در
صلاح و تراکیب ماکولات بفاتحہ و نیاز ہائے بندگان از ارتفاقات و رسوم صالحہ است چراکہ معمول
مشائخ کرام و اولیاء عظام است کسانیکہ کمال ظاہری و باطنی ایشان متفق علیہ کافۂ انام است
اہل اسلام بر آن مقید بوده اند و حکم کرده بلکہ بعضے از تراکیب مشہور ہ کہ فاتحہ و نیاز فلاں بزرگ
باین طور و بر آن چیز باید در رسائل و اوراد اکابر ہم بنظر آمده مثل ترکیب توشہ اصحاب
کہف وغیرہ گو اصل لم معلوم نیست اما عمل بداں مناسب کہ داخل تجربیات[٢] فقط اب جائے
غور ہے کہ تجربیات جالینوس و بقراط وغیرہ فلاسفہ یونان کو در باب معالجہ بہ خصوصیت وزن
اور ترکیب معجون و سفوف وغیرہ سے اُنھوں نے لکھا ہی بلا تامل اُسکو یقین کرتے ہیں و اُسی
ترکیب سے بکمال اہتمام استعمال میں لاتے ہیں اور خصوصیات مجربہ علماء اور صلحا کو ہیچ اعمال
علاج کے کہ حدیث سے ثابت ہے اور تجربیات اور ضائع اُنکے کو ہیچ ظہور برکت کے جو کچھ تو اثر قا

[٢] است ظہور برکات و آثار دریں تخصیصات از تضیعات است مثل بسیار تجربیات ۲

است ظہور برکات و آثار دریں تخصیصات از تضیعات است مثل بسیار تجربیات ۲

ہے اُن میں کلام بیجا کرتے ہیں اور بدعت سیئہ کہتے ہیں پس ان لوگوں کے نزدیک صلحائے
مومنین کا مجرب کہنا برابر ایک فلسفی ملحد کے مجرب کہنے کے معتبر نہیں ہے اب یہ توہین اور
تحقیر علما اور صلحا نہیں تو کیا ہے اور اگر کوئی کہے کہ اعتبار قول فلاسفہ دین میں نہیں ہے تو
کہتے ہیں ہم کہ معالجہ بدوا مثل سنا و کلونجی و عسل وغیرہ اور دعا اور رقیہ بآیات مثل سورہ
فاتحہ وغیرہ و اعمال مثل عمل مین امر مسنون ہے جیسا کہ ایصال ثواب خیرات و مبرات با موات
امر مسنون ہے چنانچہ اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا ہے
کہ حج اور نماز اور ہدی وغیرہ نیک کام فلاں شخص کیطرف سے کیا جاوے تو آپ نے اجازت
دی ہے جیسا حدیثوں میں لکھا ہے پس جس طرح علاج برقیہ میں شرط ہے کہ کلمات کفر وغیرہ
نہوں اور علاج بدوا میں شرط ہے کہ دوا سمی نہو اور معالج دانا بامر علاج ہو ورنہ ماخوذ ہوگا اسی
ایصال ثواب میں شرط ہے کہ مال حرام نہو اور ریا نیتاً موتی کی طرف سے دیا جاویگا احکام دین سب سے
متعلق ہیں اب علاج بدوا میں قول اور تجربہ فلاسفہ کہ ملحد اور بیدین تھے کافی تصور کرتے ہیں اور
علاج با عمال اور منتر بآیات قرآنی کیسی ہی نیک آدمی کہیں مگر خالی بدعت سے نہیں کہتے
اور اسیطرح خصوصیات طعام اور فاتحہ کو نیاز بزرگوں میں اگرچہ از اتفاقات صالحہ اور
رسم کی قسم سے ہوں یا مبنی کسی مصلحت وقت پر اور فاعل اُس خصوصیت کو دین میں داخل نہ جانے
اور نہ شرط اور رکن سمجھے ایصال ثواب کا مگر بدعت سیئہ ہے۔ اب دیکھا چاہیے کہ علما اور
صلحا سے کہ جن کی محبت اور تعظیم کا حکم ہے اور اہانت اُن کی کفر ہے کیا اعتقاد ہے کہ ایک ملحد
کے تجربہ کے برابر اُن کے تجربہ کا اعتقاد نہیں بلکہ تجربہ علما اور صلحا کو کہ مستند اور مستنبط آیت
اور حدیث سے ہو ضلالت کہدینگے اور کسی طبیب ملحد کے تجربہ کو غیر مسلم نہیں کہنے کے۔ دوسرا
اصول نجدیہ سے یہ ہے کہ جو کچھ شارع سے منقول نہیں ہو وہ حرام ہے یعنی اصل اشیا
میں حرمت کہتے ہیں موافق مذہب معتزلہ بغداد کے اور نزدیک اہل سنت و جماعت کے قبل
ورود شرع اصل اشیا کے اباحت ہے اور یہی مختار ہے اکثر شافعیہ اور حنفیہ کا اور
یہ اباحت اہل سنت کے نزدیک حکم نہیں ہے بلکہ یہ معنی ہیں کہ ماخوذ نہیں ہوتا آدمی ساتھ
فعل اور ترک کے مثل مباح کے برخلاف معتزلہ کے کہ ان کے نزدیک حکم ہے اس لیئے کہ کل

معتزلہ کے نزدیک حسن و قبح اشیاء کا عقلی ہے نہ شرعی اشیاء حسن واجب یا مندوب ہیں اور اشیاء
قبیحہ حرام یا مکروہ اور جسکا حسن و قبح عقل سے دریافت نہیں ہوا وہ مباح ہے قبل شرع اور
اور بعد شرع سب بلا التفات شارع نزدیک معتزلہ بصرہ کے اور اس کو اباحت اصلیہ اور اباحت
حقیقیہ کہتے ہیں اور معتزلہ بغداد ایسی چیز کو جس کا حسن و قبح عقل سے دریافت نہو حرام کہتے ہیں
اور بعد ورود شرع کے اباحۃ شرعی مراد ہے خطاب شارع سے بہ تخییر یعنی جس چیز کے فعل و ترک
میں اختیار شارع کی طرف سے دیا گیا ہو وہ مباح شرعی ہے اور جو کام اس کے کرنے و نہ کرنے میں
کچھ حرج شرع سے نہ معلوم ہو پس گویا شرع سے اس میں حکم تخییر ہے اور یہ اباحت اصلیہ شرعیہ
ہے اور اس میں کسی اہل سنت کے علمائے متقدمین کو اختلاف نہیں ہے جیسا کہ مسلم میں ہے الاباحۃ
حکم شرعی لانہ خطاب الشرع بالتخییر والاباحۃ الاصلیۃ نوع
منہ لان کل ما عدم فیہ المدرک الشرعی للحرج فی فعلہ وترکہ فذلک حکم شرعی
بحکم الشرع بالتخییر فہی لا یکون الا بعد الشرع خلافا لبعض المعتزلۃ اور ایسا ہی شرح مختصر الاصول میں
ہے الاباحۃ حکم شرعی خلافا للمعتزلۃ فانہم یقولون المباح ما انتفی الحرج فی فعلہ
وترکہ وذلک ثابت قبل الشرع وبعدہ ونحن ننکر ان یکون ذلک اباحۃ
شرعیۃ بل الاباحۃ الشرعیۃ خطاب الشارع بذلک پس نزاع یہ ہے کہ آیا اباحت
شرع میں نہونا حرج کا ہے بیچ فعل اور ترک ایک کام کے یا حکم شارع ہے ساتھ اسکے اور تحقیق یہ ہے
کہ جو کام ایسا ہی کہ عقل دریافت نہیں کر سکتی اس میں کہ آیا مشتمل ہے کسی مصلحت یا مفسدہ پر یا خالی ہے
دونو سے اور نہ خطاب شارع اس سے بالتصریح اس حال کو منکشف کرتا ہی پس وہ مباح ہے
بالاتفاق نزدیک معتزلہ بصرہ کے اس جہت سے کہ اباحت نہونا حرج کا ہے بیچ فعل اور ترک
اس کام کے عقلا اور یہ ایسا ہی ہے اور نزدیک جمہور کے اس جہت سے کہ جب وقت شرع سے
کچھ حرج اس کے فعل اور ترک میں نہ معلوم ہوا پس گویا حکم ہوا شارع سے بہ تخییر کہ چاہے کرے
چاہے نہ کرے ایسا ہی لکھا ہی کتب اصول حنفیہ میں الغرض بعد ورود شرع اور منعدم ہونے

ف اباحۃ حکم شرعی ہے اسلیے کہ وہ حکم شرع ہے ساتھ اختیار کرنیکے اور اباحۃ اصلی ایک قسم ہے اس سے کیونکہ جس چیز کے کرنے یا
نہ کرنے میں کوئی حرج شرعی معلوم نہو وہ حکم شرع ہے کہ حکم کرتی ہے شرع ساتھ اختیار کرنیکے اور یہ نہیں ہوتا مگر بعد شرع کے
برخلاف بعض معتزلہ کے اور اباحۃ حکم شرعی ہے برخلاف معتزلہ کے کہ وہ کہتے ہیں کہ مباح وہ چیز ہے کہ اس کے کرنے اور ترک میں
کچھ حرج نہ ہے اور یہ ثابت ہی پہلے شرع سے اور بعد شرع کے اور ہم انکار کرتے ہیں اس کا کہ یہ اباحت شرعی ہو بلکہ اباحت شرعی حکم شارع ہی

مدرک شرعی جس سے کہ بیچ فعل اور ترک کسی کام کے اس کی اباحت پر اتفاق ہی علمائے اصول کو
اور محدثین بھی گواہ ہیں اس پر ظاہر جیسے کہ روایت ہے ابن عباس رض سے قال کان اھل الجاہلیۃ
یأکلون اشیاء ویترکون اشیاء تقذرا فبعث اللہ نبیہ وانزل کتابہ واحل حلالہ
وحرم حرامہ فما احل فھو حلال وما حرم فھو حرام وما سکت عنہ فھو عفو[1] شیخ عبدالحق محدث نے بیچ ترجمہ مشکوۃ
کے اس حدیث میں لکھا ہے کہ ازینجا معلوم میشود کہ اصل دراشیا اباحت است اور مشکوۃ
میں ابو ثعلبہ خشنی سے روایت ہی کہ فرمایا پیغمبر خدا صلعم نے ان اللہ فرض فرائض فلا تضیعوھا
وحرم حرمات فلا تنتھکوھا وحد حدودا فلا تعتدوھا وسکت عن اشیاء فلا
تبحثوا عنھا[2] اور ملا علی قاری رحمہ اللہ نے بیچ شرح اس حدیث کے لکھا ہی کہ یہ دلالت ہے اوپر اس بات
کے کہ اصل اشیا میں اباحت ہی اور تفسیر مدارک میں بیچ آیہ قل لا اجد فی ما اوحی الی محرما
کے لکھا ہی کہ فیہ تنبیہ علی ان التحریم انما یثبت بوحی اللہ وشرعہ لا بھوی النفس[3]
اور ایسی ہی کتب فقہ سے معلوم ہوتا ہی چنانچہ شرح وقایہ میں ہے لما حکموا بحرمۃ المسفوح
علم ان غیر المسفوح علی اصلہ وھو الحل ویلزم منہ الطھارۃ[4] اور ہدایہ میں ہے ان الاباحۃ اصل اور مطلب
غنائم میں ہے فبقی اصل الاباحۃ للحاجۃ پس یہ قول کہ جو کچھ پیغمبر خدا صلعم اور صحابہ کرام سے
منقول نہیں خلاف شرع اور ضلالت ہے مخالف عقیدۂ اہل سنت اور جماعت کے ہے
چنانچہ تلفظ بہ نیت کو کہ اکثر علمائے حنفیہ اور شافعیہ نے مستحب لکھا ہے ظاہر یہ اسکا انکار کرتے
ہیں اور کہتے ہیں کہ جیسی متابعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واجب ہی فعل میں واجب ہی ترک
میں بھی پس جو کوئی کرے وہ کام کہ نہیں کیا ہی آنحضرت صلعم نے پس مبتدع ہی اس لئے کہ عدم فعل
نبی صلعم بھی حجت ہے مثل فعل نبی صلعم کے اور رد کیا ہی علامہ مصری نے اس مذہب ظاہریہ کو شرح
مسند میں اور لکھا کہ یہ مخالف ہی تمام علمائے اصول کے اور شرح اشباہ و نظائر حموی میں ہے

---

[1] کہا انہوں نے کہ اگلے کافر کہاتے تھے اور بعض چیزیں اور چھوڑ رکھی تھیں بعض چیزیں ناپاک جانکر پس بھیجا اللہ نے اپنا نبی
اور اتاری اپنی کتاب اور حلال کیا اپنے حلال کو اور حرام کیا اپنے حرام کو پس جو کچھ حلال کیا وہ حلال ہے اور جو کچھ حرام کیا وہ حرام
ہے اور جس شئے سے سکوت کیا وہ معاف ہی ۱۲ [2] تحقیق اللہ نے فرض کئے فرائض پس ان کو ضائع مت کرو اور حرام کئے
حرامات پس مت ہلاک کرو ان کو اور مقرر کیں حدود ان سے تجاوز مت کرو اور سکوت کیا بعض چیزوں سے ان سے بحث مت
کرو [3] اس آیت میں تنبیہ ہے اس بات پر کہ تحریم ثابت ہوتی ہے بوحی خدا تعالی اور شریعت اس کی کے نہ اپنی خواہش
نفس سے ۱۲ [4] جبکہ حکم کیا انہوں نے ساتھ حرام ہونے مسفوح یعنی خون بہتے ہوئے کے باقی رہا غیر مسفوح اپنی اصل پر اور وہ حلت ہی

مذکور ہے اُس سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ متابعت ترک میں واجب نہیں ہی بلکہ متابعت فعل میں
بھی مطلق واجب نہیں ہی چنانچہ توضیح تلویح میں لکھا ہی کہ افعال غیر جبلی آنحضرت صلعم مثل کہ اُٹھنے
بیٹھنے کھانے پینے کی دو قسم ہیں ایک وہ ہیں کہ اقتداان کا واجب اور ایک غیر مقتدا بہ ہیں
اور مطلق فعل جو خالی ہو قرینہ فرض اور وجوب اور استحباب اور اباحۃ سے مختلف فیہ ہے
صاحب توضیح نے لکھا کہ مختار اباحۃ ہے اور صاحب تلویح لکھتا ہے کہ اصل اشیا میں اباحۃ ہے
اور حجۃ اللہ البالغہ میں شاہ ولی اللہ صاحب نے لکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ مروی
ہے دو قسم ہے ایک وہ کہ منصب تبلیغ رسالت کی قسم سے نہیں جیسے ما آتٰکم الرسول فخذوہ
وما نہٰکم عنہ فانتہوا اور دوسرا تبلیغ رسالت کی قسم سے نہیں جیسے انما انا بشر اذا امرتکم بشیء من
دینکم فخذوا بہ واذا امرتکم بشیء من رای فانما انا بشر۔ اور جیسا کہ تابیر نخل میں فرمایا ہی انی انما ظننت ظنا ولا تواخذونی
بالظن ولکن اذا اخبرتکم عن اللہ ہیں اُسی غیر منصب رسالت سے ہے طب اور اُسی باب سے ہے یہ حدیث
علیکم بالادھم الاقرح کہ اصل اسکی تجربہ ہے اور اُسی سے ہیں افعال آنحضرت صلعم جو بطریق
عادت تھے نہ طریقہ عبادت سے اور اُسی سے ہیں افعال اتفاقیہ بغیر قصد کے اور اُسی سے ہیں
باتیں موافق باتوں قوم کے جیسے حدیث ام ذرع کی اور اُسی میں سے ہیں وہ کام کہ کسی مصلحت
جزئیہ کے لیے عمل میں آئے اُسوقت اور سب امت پر لازم نہیں اور اُسی میں سے ہے حکم
اور فیصلہ خاص فقط پس وجوب متابعت فعل میں بھی اُن افعال میں ہی جو باب رسالت سے
تھی نہ ہر فعل میں کہ بسبیل عادت یا مصلحت وقت صادر ہوئے اور وجوب متابعت ترک میں
مذہب میں کسی علمائے محققین سے نہیں مگر ظاہر یہ اس کے قائل ہوئے ہیں جو منکر قیاس ہیں اور
یہ مذہب اُن کا اہل حق کے نزدیک بدعت مردودہ ہے مثل مذہب روافض اور خوارج کے اور
یہ قول وہابیہ کا بھی ماخوذ اُنہیں کے عقائد باطلہ سے ہے اور صدہا کاموں میں اُسی پر تفریع کر کے بدعت

---

[1] جو کچھ تم کو دے رسول پس پکڑو اُس کو اور جس چیز سے منع کرے تم کو پس باز رہو [2] بیشک میں بشر ہوں جب حکم کروں کسی
دین کے کام کا پس پکڑو اُس کو اور جب حکم کروں کسی چیز کا اپنی رائے سے پس میں بھی آدمی ہوں ۱۲ [3] بیشک میں نے گمان
کیا تھا اسنہ مواخذہ کرو مجھ سے ساتھ ظن کے لیکن جب دوں تم کو اللہ کی طرف سے کچھ پس تو اسکو تحقیق میں جھوٹ
نہیں بولتا اللہ پر ۱۲ منہ۔

ضلالت کہتے ہیں او جب یہ اصل ہی مردود ہے تو فروعات جو اس اصل پر متفرع ہیں بطریق اولے
مردود ہیں اور اگر متابعت ترک میں بھی واجب ہو جیسا کہ ظاہریہ اور وہابیہ کہتے ہیں تو لازم آتا ہے
کہ ہزارہا مسائل فقہ کہ ائمہ دین نے مستنبط کرکے لکھے ہیں اور آنحضرت صلعم سے وہ فعل اُس صورت
سے صادر نہیں ہوئے ہیں وہ سب مسائل فقہ حنفی اور شافعی وغیرہ بدعت ضلالت ہو جائیں اور
علاوہ اس کے جن اماموں اور مجتہدوں نے کہ صورتیں افعال غیر مصدورہ آنحضرت صلعم کا لکھی ہیں
اور اُن پر حکم جواز اور استحباب وغیرہ کا کیا وہ حکم کرنیوالا جواز و استحباب کا ساتھ بدعت ضلالت اور ترک
واجب کے مقرر ٹھہرے عیاذاً باللہ ایسے مذہب سے کہ جس سے پیشوا و ائمہ دین کا گمراہ اور موجب
بدعت ہونا لازم آوے اور حکم کرنے والے پر ترک واجب قائم ہوں اور فقہ کہ جسکو علم دین کہتے ہیں
وہ بدعت ضلالت ہو جاوے اور اسی طرح صحابہ رض نے بہت سارے کام کئے ہیں کہ آنحضرت صلعم
نے ترک کئے تھے جیسے حضرت عمر رض نے بعد ختم سورۂ بقر اونٹ نحر کیا اور دعوت صحابہ کی کہ آنحضرت
صلعم سے کہیں منقول نہیں اور تراویح مقرر فرمائی اور دو اذانیں جمعہ میں مقرر کیں اور اسی طرح زمانہ
صحابہ میں قرآن شریف جمع ہو کر لکھا گیا اور ایسے ہی لکھنا باجرت اور بیچنا قرآن شریف کا زمانہ تابعین
اور تبع تابعین میں نکلا یہ سب باتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ترک کی تھیں پس اگر متابعت
ترک میں واجب ہے تو تمام صحابہ اور تابعین اور ائمہ مجتہدین سب تارک واجب ہوئے
اور کسی نے نہ سمجھا اب تیرھویں صدی میں نجدیہ کو یہ ہدایت ہوئی کہ تمام سلف نے ترک واجب
کیا۔ اور ایسے ہی التباس اُن کو معنی حدیث من تشبہ بقوم فھو منھم میں ہے
کہ تشبیہ کو مطلقاً مستلزم مساوات جانتے ہیں اور اسی قاعدہ پر بہت فروعات درباب کفر
نکالے ہیں پس اول تو یہ روایت ابو داود کی ابن عمر رض سے اسناد اس کی ضعیف لکھی ہیں ایسی حدیث
ضعیف احکام میں معتبر نہیں ہوتی ہے اور ہر کام میں کہ مشابہت باہل کفر اور بدعت ہو وہ
کفر اور بدعت ہو جائے یہ کلیۃً صحیح نہیں ہے بلکہ بہت سارے کام کہ اُن میں مشابہت بکفار و
مشرکین ہے اور شرع میں نیک ہیں مسلمانوں کو حکم ہے اُن کے بجالانے کا جیسے تعظیم صفا اور مروہ
میں مشابہت ہے مشرکین کے ساتھ کہ اُس پر اساف اور نائلہ دو بت دھرے تھے اور اُن کی تعظیم کرتے

لہ جس نے مشابہت کی کسی قوم کی پس وہ اُن میں سے ہے

تے۔ پس معلوم ہوا کہ مطلق تشابہ باہل کفر و بدعت سے کافر نہیں ہوتا نہ مذموم ہے جیسے وہابیہ کہتے
ہیں اور یہ خدا کی طرف سے مہر ہے اُن کے دلوں پر کہ جو علماء دین اور ائمہ سلف نے معنی آیت اور
حدیث بیان کئے ہیں اُن کو سنتے و دیکھتے نہیں اپنی عقل سے نئی معنی نکالتے ہیں و راہل حق نے جو
معنے لکھے ہیں اُن کو قبول نہیں کرتے جیسے کہ ایک فرقہ معتزلہ اور روافض قائل وجوب لطف کا
حق تعالیٰ پر ہے کَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ سے اور ایسے ہی فرقہ مجسمہ کہ خدا تعالیٰ کے بھی جسم
ثابت کرتے ہیں آیہ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ سے اور ایسے ہی ناصبی اور رافضی اور مرجیہ وغیرہ
سب متدعین قرآن اور حدیث سے اپنی عقل کے موافق سمجھ کر گمراہ ہوئے ہیں اگر اقوال اہل حق کو سنتے
اور اپنی عقل کو دخل نہ دیتے تو گمراہ نہ ہوتے۔ اب اس حدیث کے معنے جو شرح جامع صغیر میں
لکھے ہیں تحریر ہوتے ہیں مَنْ تشبہ بقوم ای تزی بظاہرہ فی زیہم فہو منہم ای
من تشبہ بالصلحاء یکرم کالصلحاء ومن تشبہ بالفساق یہان ومن وضع علیہ علامۃ
الشرف اکرم وان لم یتحقق شرفہ وھذا البشری لمن تشبہ باہل اللّٰہ اور ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر
میں لکھا ہے انا ممنوعون من التشبہ بالکفرۃ واہل البدعۃ المنکرۃ فی شعارھم لا منہیون
عن کل بدعۃ ولو کانت مباحۃ سواء کان من افعال المشرکین او من افعال اہل السنۃ او
اہل البدعۃ فالمدار علی الشعار اور خشنگی نے خزائن الاسرار میں لکھا ہے ان التشبہ باہل الکفر
والبدعۃ لا یکرہ فی کل شئ بل فی المذموم وفیما یقصد بہ التشبہ اور شاہ عبدالعزیز صاحب نے
شرح تفسیر آیہ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ کے لکھا ہے کہ ہونا صفا اور مروہ کا شعائر
خدا سے برکت صبر حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا سے حاصل ہوا کہ معیت خاصۂ الٰہی نے درمیان
انہیں دو پہاڑوں کے ان پر جلوہ گر ہو کر انکی مشکل کو حل فرمایا اور یہ دونوں پہاڑ بسبب کھنے کفار
کے اساف اور نائلہ دو بتوں کو ان پر اور پرستش کرنی اُن کی بتوں کو شعائر اللہ ہونے سے ساقط نہوئے

لہ لکھی ہے تمہارے رب نے اپنے اوپر مہربانی ۱۲ ؎ اللہ کا ہاتھ اُن کے ہاتھوں پر ہے ۱۲ ؎ یعنی جس نے آراستہ کیا ظاہر اپنا مثل کسی قوم کے
پس وہ اُس قوم سے ہے یعنی جو شخص مشابہ بصلحا ہو اسکی مثل صلحا کے تکریم کیجائے اور جو شخص مشابہ فاسقوں سے ہو ذلیل و خوار سمجھا جاوے
اور جس شخص میں علامت کسی بزرگی کی ہو اکرام کیا جاوے اگرچہ وہ بزرگی متحقق نہ ہو اور یہ حدیث خوشخبری ہے ان لوگوں کو جو مشابہ
اللہ کے ساتھ ہوں ۱۲ ؎ ہم منع کئے گئے ہیں تشبیہ سے ساتھ اہل کفر اور اہل بدعۃ کے جو اُن کی [illegible] ہیں نہ منع کئے
گئے ہیں ہر بدعت سے اگرچہ مباح ہو برابر ہے کہ وہ افعال مشرکین سے ہو یا افعال اہل سنت سے یا افعال اہل بدعت
پس مدار شعار پر ہے ۱۲ ؎ تشبیہ ساتھ اہل کفر اور اہل بدعت کے نہیں مکروہ ہر شے میں بلکہ اُن کاموں میں جو برے ہیں
کاموں میں جن میں تشبیہ کا قصد کیا جائے ۱۲ ؎ تحقیق صفا اور مروہ نشانات ہیں اللہ کے ۱۲ منہ

پس اگر یہود و نصارا تم پر طعن کریں کہ تم مکان بتوں کی تعظیم اور طواف کرتے ہو اور مشابہت بت پرستوں
کی اپنے اوپر گوارا کرتے ہو کہ مخالف دین ہے پس اس طعن اُن کی سے پروا مت کرو اور تنگدل نہو معاملہ ایسا
ہے اور نیت تمہاری بجالانا کار نیک حج وعمرہ کا ہے نہ تعظیم بتوں کی فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا یعنی
جو کوئی بقصد طاعت نیک کام کرے فَإِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ پس خدا قدر دان ہے دانا عمل اُس کا
ضائع نہیں کرتا گو بظاہر مشابہت کفار پیدا ہو جیسا روزہ عاشورہ پس جو کوئی ان مکانوں میں بہ
نیت تعظیم بتوں کے جاتا ہے عمل اس کا مردود ہے اور جو بہ نیت حج جاتا ہے عمل اُس کا مقبول
جیسے محدثین شعبی سے روایت کرتے ہیں کہ صفا پر ایک بت تھا اساف نام اور مروہ پر نائلہ مشرکین بعد
طواف کعبہ درمیان صفا و مروہ کے سعی کرتے تھے اور ان دونوں بتوں کو بوسہ دیتے تھے اور ہاتھ
لگاتے تھے جب حکم حج اور سعی صفا اور مروہ کا ہوا تو لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اہل جاہلیت
سعی صفا اور مروہ واسطے دو بتوں کے کرتے تھے یہ شعائر اللہ نہیں پس ہم کو کیا ضرور ہے
بلکہ خوف مشابہت باہل جاہلیت ہے حق تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ جو چیز شعائر اللہ ہے
مشابہت کفار سے اس میں کچھ قباحت نہیں نیت اطاعت مدار رکھے مشابہت کفار اس وقت
حرام ہے کہ مرضی ہونا اُس کام کا شرع سے ثابت نہ ہو جیسے تعظیم نوروز اور مہرجان اور ہولی اور
دوالی اور بسنت اور دسہرہ اور جانا معبد کفار میں اور قشقہ لگانا اور زنار گلے میں ڈالنا یا ڈاڑھی مونچھ
وقت مصیبت منڈانا اور کھاتے پیتے وقت قصداً سر اور بدن برہنہ کرنا اور مثل اس کے اور اگر
مطلق مشابہت کفار حرام ہوتی تو حج اور عمرہ اور ختنہ اور صوم عاشورا اور قربانی اور تعظیم اشہر
حرم و تعظیم ہدی و قلائد و بقیہ رسومات ملت ابراہیمی کہ کفار میں رائج تھیں یا نماز کسوف اور خسوف اور
جو بنا اسوقت اور آزاد کرنا بردہ اور ضیافت مہمانوں کی اور سبیل لگانی پانی کی راستوں پر واسطے
مسافروں کے کہ رسم ہنود ہے یہ سب امور اور مثل اس کے حرام ہو جاتے یہ ہے خلاصہ تفسیر عزیزی کا
اور تحفہ اثنا عشریہ میں ہے کہ تشبیہ اور استعارہ سے برابری مشبہ کی ساتھ مشبہ بہ کے سمجھنی کمال نادانی
ہے اشعار اور مدائح میں مشہور ہے کہ خاک صحن بادشاہوں کو ساتھ مشک کے اور کنکروں کو وہاں
کے ساتھ موتیوں کے تشبیہ دیتے ہیں کوئی برابر نہیں سمجھتا ہے اور احادیث صحیحہ میں تشبیہ ابوبکرؓ
ساتھ ابراہیمؑ کے اور تشبیہ عمرؓ کی ساتھ نوحؑ کے اور تشبیہ ابوذرؓ کی ساتھ عیسیٰؑ کے مروی ہے

لیکن یہ بات ان کی ساتھ انبیاء کے گمان نہیں کی جاتی ہے پس یہی داب استوں مبتدعین سابقین
مثل نواصب اور روافض اور معتزلہ کا تھا کہ اپنے دل سے ایک معنی بلا سند ائمہ دین کے نئے نکالتے
ہیں اور آپ بدعت ضلالت لوگوں میں جاری کرتے ہیں پس ظاہر میں لوگوں کو بدعت سے ڈراتے
اور بچاتے ہیں اور در حقیقت وادی بدعت ضلالت میں گمراہی کرتے ہیں چنانچہ چند مسئلہ میں کہ
اُن کو برخلاف تحقیق علمائے دین اور ائمہ محققین لوگوں میں شرک و بدعت مشہور کرتے ہیں اور
اسی طریقہ سابقہ مبتدعین سے اپنا قیاس بیان کرتے ہیں اور جو معنی اس آیت کے اہل تحقیق اور
حق نے لکھے ہیں نہیں سنتے چنانچہ ایاک نستعین تقدیم مفعول سے حصر استعانت بخدا تعالیٰ ثابت
کرکے کہتے ہیں کہ استمداد انبیاء اور صلحاء مومنین سے مطلقاً شرک ہے اور یہ نہیں سمجھتے کہ جب حصر
استعانت کا بلا قید استقلال شرک ہوا تو استعانت انبیاء او صلحاء سے کیا سب سے استعانت شرک
ہوگی پس استعانت طبیب سے علاج میں اور باورچی سے پکانے میں اور خیاط سے سلانے میں اور خدمت
گاروں سے تمام حوائج شبانہ روز میں اور راجاؤں اور امیروں سے استعانت وجہ معاش میں اور مانند
اس کے بموجب اس قاعدے کے سب شرک ہونی چاہئیں لیکن چونکہ اصل مطلب وہابیہ اہانت انبیا
او صلحاء ہے اسلیے ان چیزوں کو شرک نہیں کہتے فقط استمداد صلحاء کو شرک بیان کرتے ہیں۔
اور یہ نہیں جانتے کہ بر تقدیر صحت اس قاعدہ کے سب استعانتیں شرک ہیں اگر یہ سب استعانتیں
شرک نہیں تو جس قاعدہ سے استمداد بصلحا شرک کہتے ہو وہ قاعدہ غلط ہے اور وہ استمداد شرک نہیں
اب واسطے توضیح معانی اس آیت کے عبارت تفسیر عزیزی کی کہ وہابیہ ہند کے بھی اسکو تسلیم کرتے
ہیں نقل کیجاتی ہے۔ درینجا باید فہمید کہ استعانت از غیر بوجہے کہ اعتماد بران غیر باشد و او را مظہر
عون الٰہی نداند حرام است و اگر التفات بجانب حق است و او را یکے از مظاہر عون دانستہ
و نظر بر کارخانہ اسباب و حکمت او تعالیٰ دران نمودہ بغیر استعانت ظاہرے نماید دور از عرفان
نخواہد بود و در شرع نیز جائز و رواست و انبیاء و اولیاء این نوع استعانت بغیر کردہ اند و در حقیقت
این نوع استعانت بغیر نیست بلکہ استعانت بحضرت حق است بلکہ اسی تفسیر میں اس آیت کے معنی
اور بھی لکھے ہیں کہ بعض اہل معرفت کہتے ہیں کہ استعانت درینجا طلب عون نیست بلکہ طلب
عین و معائنہ است یعنی عبادت از ما است و مرتبہ معائنہ دادن و بعین رسانیدن

کا رد ہے۔ اور اُسی تفسیر میں ہے کہ ایاک نعبد و ایاک نستعین رد ہے جبریہ اور قدریہ کا اور اُسی تفسیر میں ہے کہ جب نسبت عبادت سے اپنی طرف خود بینی پیدا ہوتی تھی اُس کے دفعیہ کے لیے ایاک نستعین فرمایا ہے گویا فقط استعانت اس عجب عبادت کے دفع کرنے میں ہے یا کل عبادات میں یا عام جمیع امور دنیا اور دین میں اگر کل عبادات میں ہے تو خصوصیت یہ ہے کہ ہر چند عبادت کسب بندہ ہے مگر عمل بندہ کا ساتھ پیدا کرنے خدا کے ہے اور اگر عام ہے تو وجہ اختصاص یہ ہے کہ جو کوئی کسی کی مدد کرتا ہے تو پہلے اُس کے دل میں ایک خواہش اُسکی مدد کی پیدا ہوتی ہے اور وہ فعل خدا تعالی کا ہے پس سمجھ وہابیہ کی استمداد بانبیاء و صلحاء مطلقا اس آیت سے شرک ہی غلط صریح ہے اس لئے کہ آیۃ محتمل دو معنوں کو ہوئے تو استدلال ایک مطلب خاص پر ثابت نہیں ہوتا اور اسی طرح جب وجہ اختصاص مدد کی ساتھ پیدا کرنے عمل یا ایجاد داعیہ کے ٹھہرے تو استمداد دعا میں بصلحاء شرک نہیں ہوتا اسلیے کہ اُن سے خلق اور ایجاد داعیہ کا کسیکو وہم و گمان بھی نہیں ہوتا پس واضح ہوا کہ یہ معنی افترا ہے وہابیہ کا برخلاف علمائے دین کے اور یہی حال ہے کل مذاہب مبتدعین کا جبریہ اور قدریہ اور معتزلہ سے کہ آیت اور حدیث کے معنی اپنی سمجھ کے موافق لیتے ہیں اور جیسے علمائے محققین نے لکھے ہیں نہیں کہتے اسی سبب سے گمراہ ہوتے ہیں۔ اور بعض انکار استمداد کا اس نظر سے کرتے ہیں کہ مردوں کو ادراک و شعور نہیں اور استمداد ایسے کسی سے کہ مطلب طالب پر آگاہ نہو لغو ہے اور استدلال کرتے ہیں اس آیت سے اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰى اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى[1]

پس مردہ اور سوتا دونو برابر ہیں مردہ کو حکم آنے کا دنیا میں نہیں اور سوتا پھر آتا ہے اور سوائے موت دنیا پھر موت نہیں ہے لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰى[2] اور یہ استدلال اس آیت سے انکا مثل دیگر مبتدعین کے غلط ہے یعنی منکرین مجازات قبر اسی آیت سے دلیل لاتے ہیں لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا الْمَوْتَ الا الموتۃ الاولی کہ اگر قبر میں زندگی ہوتی تو موت بھی پھر ہوتی اور موت دوسری نہیں ہے پس زندگی اور عذاب قبر بھی نہیں اس لئے کہ جب زندگی

---

[1] اللہ کھینچ لیتا ہے جانیں جب وقت ہو اُن کے مرنے کا اور جو نہیں مریں اُنکی نیند میں پھر رکھ چھوڑتا ہے جن پر مرنا ٹھیرایا ہے اور بھیجتا ہے دوسروں کو ایک وعدہ مقرر تک ۱۲ [2] نہ چکھیں گے وہاں مرنا مگر جو پہلے مر چکے ۱۲ منہ

نہیں تو ادراک اور شعور کہاں اور بے ادراک عذاب غیر ممکن اور اہل سنت کے نزدیک عذاب قبر کا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اور عقیدہ منکرین عذاب قبر کا مردود ہے اور مثل منکرین قبر کے وہابیہ بھی اس آیت سے عدم شعور اور عدم سماعت موتی ثابت کرتے ہیں اور جواب اس کے علمائے اہل سنت سے بہت ہوئے ہیں مگر شاہ عبد العزیز صاحب نے جو تحفہ اثنا عشریہ میں نقل کیا ہے لکھا جاتا ہے کہ قبر میں زندگی اور موت حقیقۃً نہیں ہے بلکہ بسبب منعکس ہونے شعاعوں روح کے بدن پر ایک تعلق پیدا ہوتا ہے کہ تغذیہ اور تنمیہ بدن اس کے ساتھ نہیں ہے کہ زندگی حقیقی ثابت ہو بلکہ وہ ایک علاقہ سببیہ کا ہے جیسے عاشق کو ساتھ معشوق کے یا مالک کو ساتھ غلام کے کہ وہ سبب عذاب اور نعمت کا ہو سکتا ہے۔

اور یہ اس صورت میں ہے کہ بدن قائم اور مدفون ہو ورنہ عذاب اور نعمت فقط روح کو ہے کہ جسکو نفس مجرد کہتے ہیں اور بدن حقیقی اسکا روح ہوائی ہے اور روح ہوائی متعلق کرتے ہیں اور بدن سے کہ وہ عالم مثال سے ہو یا اجزائے جماد سے اس طرح کہ دیکھنے والے کو تمیز نہیں ہوتی اس بدن میں اور اس بدن میں کہ دنیا میں تھا اور تعلق روح کا ساتھ بدن کے کسی طرح کا بدن ہو اسکا نام زندگی ہے۔ اور بعضی آیتوں اور حدیثوں میں اسی تعلق کو زندگی کے ساتھ تعبیر کیا ہے اور قطع اس تعلق کو مابین نفختین میں موت کہا ہے۔ اور محتمل ہے کہ مراد موت اولی سے جنس موت ہو کہ پہلے زندگی سے تھی خواہ یکبار ہو یا زیادہ پس اس صورت میں استدلال منکرین عذاب قبر کا اس آیت سے بالکل باطل ہے اور یہ قول منکرین عذاب قبر کا کہ سوال و جواب اور تکلم اور لذت اور علم اور ادراک سب موقوف زندگی پر ہے اور زندگی بعد فساد جسم اور بطلان مزاج ممکن نہیں پس میت کو ان امور سے کچھ ممکن نہیں غلط ہے اس لیے کہ میت اس معنی کر بدن ہے نہ روح اور فساد جسم اور بطلان مزاج سب جسم پر واقع ہوا ہے نہ روح پر روح کو واسطے تالم اور تلذذ جسمانی کے تعلق اسی بدن اپنے سے یا کسی بدن مثالی سے تعلق تدبیر و تصرف بے تغذیہ اور تنمیہ کے ثابت ہو گا۔ غرضکہ جب روح بدن سے جدا ہوتی ہے تو قوائے نباتی اس سے جدا ہوتے ہیں قوای حیوانی اور نفسانی اور اگر ہونا قوائی نفسانی اور حیوانی کا فیضان یا بقا میں مشروط ہوتا ساتھ ہونے قوای نباتی اور مزاج کے تو لازم آتا ہے کہ فرشتوں کو شعور اور ادراک حسی و حرکت اور غضب و فہم متنافر نہو پس حال ارواح کا مثل حال ملائکہ ہے کہ بواسطہ شکل

اور بدن کے کام کرتے ہیں اور نفس نباتی ہمراہ نہیں فرق اسی قدر ہے کہ ملائکہ کو موافق اعمال کے تنعیم اور
تعذیب نہیں اور ارواح کو موافق اعمال مکسوبہ کے تنعیم اور تعذیب ہے فقط۔ اور صحیح مسلم میں ہے
کہ کہا عمرو بن عاص رضہ نے مرتے وقت اپنے بیٹے کو اِذا دفنتمونی فسنوا علی التراب شنا
ثم اقیموا حول قبری قدر ما ینحر جزور ویقسم لحمها حتی استانس بکم واعلم
ماذا اراجع رسل ربی اور اسیطرح روایت ہے ابن ماجہ میں عبد الرحمن ابن کعب رضہ سے کہ وقت موت
کعب کے آئیں ام بشر اور کہا کہ اگر ملاقات ہو فلانے شخص سے پس میرا سلام کہنا کہا کعب نے
ہم اپنے حال میں مشغول ہونگے کہا ام بشر نے اے عبد الرحمن کیا نہیں سُنا تو نے کہ آنحضرت
صلعم سے کہ فرماتے تھے ان ارواح المومنین فی طیر خضر تعلق بشجر الجنة قال بلی قالت فھو ذاک
اور اسی طرح محمد ابن منکدر نے کہا جابر ابن عبد اللہ سے وقت موت اُن کے اقرء علی رسول اللہ
صلعم السلام رواہ ابن ماجہ پس یہ حدیثیں دلالت کرتی ہیں ادراک اور شعور اموات پر اور مثل
اس کے بہت حدیثیں ہیں کہ بطور نمونہ کچھ ذکر کیں ہیں اگر کوئی چاہے کتب احادیث میں دیکھے
مثل بہنے گھوڑے اور خبر رسول اللہ صلعم کے پاس کنے مردے کے کہ کہاں لیچلے مجھے یا آگے
بھیجے اور مثل اسکے اور ادراک و شعور بعد موت کے باتفاق اہل شرع اور فلاسفہ بخوبی ثابت ہے
کہ شریعت میں عذاب قبر اور تنعیم قبر بتواتر ثابت ہے اور سوال منکر و نکیر ظاہر اور مبحث اثبات
عذاب قبر متکلمین کے نزدیک بڑا ہے کہ بعض اہل کلام نے منکرین عذاب قبر کو کافر کہا ہے اور
تعذیب اور تنعیم بے ادراک و شعور غیر ممکن۔ اور احادیث صحیحہ مشہورہ میں بیچ باب زیارت قبور
کے سلام موتی پر اور کلام اُن سے کہ انتم سلفنا ونحن بالاثر وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون
اور صحیحین میں موجود ہے کہ آنحضرت صلعم نے کفار سے کہ جنگ بدر میں مارے گئے تھے خطاب فرمایا
ھل وجدتم ما وعدکم ربکم حقا اور حضرت عمر رضہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اتکلم من اجساد
لیس فیھا ارواح فرمایا کہ ما انتم باسمع منھم ولکن لا یجیبون اور قرآن شریف میں ہے کہ

---

۱ جس وقت مجھکو دفن کر چکو تو مٹی ڈالو میری قبر پر تھوڑی سی پھر میری قبر کے گرد کھڑے رہو اتنی دیر کہ اونٹ کی قربانی ہو کر گوشت تقسیم ہو جائے
تاکہ مانوس ہو جاؤں میں تم سے اور جان لوں کہ کیا معاملہ ہوتا ہے بھیجے ہوؤں پر پروردگار سے ۱۲ یعنی منکر نکیر سے ۱۲ منہ ۲ تحقیق ارواح
مسلمانوں کی قالب میں پرندہ ہائے سبز کے معلق ہوتی ہیں درخت جنت میں کہا انہوں نے کہ ہاں تو کہا ام بشر نے کہ پس ایسا ہی ہے ۱۲
۳ پڑھ اوپر رسول صلعم کے سلام ۱۲ ۴ کہ تم ہمارے آگے گئے ہو اور ہم تمہارے پیچھے ہیں اور اگر اسنے چاہا ہم تم سے ملنے والے ہیں ۵ سو تم نے
پایا جو تمہارے رب نے وعدہ دیا تھا سچ ۱۲ ۶ کیا کلام کرتے ہیں آپ ایسے جسموں سے کہ جن میں روح نہیں ۱۲ ۷ تم ان سے زیادہ نہیں سنتے لیکن وہ جواب نہیں دیتے

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ فَرِحِيْنَ بِمَا اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ بلکہ پس ماندوں کے حال سے بھی استبشار ثابت ہے۔ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ اور ایسے ہی شعور اور وقوف اپنا اور پس ماندوں کا اس آیت سے ثابت ہے قَالَ يٰلَيْتَ قَوْمِيْ يَعْلَمُوْنَ بِمَا غَفَرَ لِيْ رَبِّيْ وَجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُكْرَمِيْنَ اور ایسے ہی اتفاق فلاسفہ ہے کہ ارواح بعد مفارقت بدن باقی رہتی ہے اور واسطے استیفائے لذت اور الم کے شعور اور ادراک سکو تمام ہے۔ اور تفسیر آیہ ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات میں شاہ عبدالعزیز صاحب نے لکھا ہے کہ روح آدمی کے جسد سے جدا ہونے کو موت کہتے ہیں پس عدم حس و حرکت اور ادراک و شعور جسد کو بسبب جدائی روح کے حاصل ہوتا ہے اور روح کو کچھ تغیر نہیں ہوتا ہے جو کچھ شعور اور ادراک تھا ویسا ہی رہتا ہے بلکہ اور صاف اور روشن ہو جاتا ہے پس حیات شہید یعنی تعلق ارواح ہے ابدان سے واسطے ایفائے لذت بدنی کی نہ باقی رہنا روح کا باادراک و شعور کہ روح ہر مردہ کی اپنے ادراک اور شعور پر رہتی ہے اور بعض لوگ عدم سماعت موتی آیت اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَمَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ سے ثابت کرتے ہیں اور یہ مثل لا تقربوا الصلوٰۃ کے ہے اگر ساری آیت پڑھیں اور غور اس کے معنوں میں ماقبل اور مابعد سے کریں تو کبھی ایسا نہیں کہہ سکتے اس لئے کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ وَمَا اَنْتَ بِهَادِي الْعُمْيِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ یعنی تو نہیں سنا سکتا مُردوں کو اور نہیں سنا سکتا بہرے کو پکار جب موڑ پھیریں پیٹھ دیکر اور نہیں تو ہدایت کرنیوالا اندھے کو گمراہی ان کی سے اور نہیں سناتا تو مگر ان کو جو ایمان لائے ہیں ہماری آیتوں پر اور وہ مسلمان ہیں اب غور کریں کہ اگر مردے حقیقی مراد ہوں تو روگرداں ہونا اور پیٹھ پھیرنا اُنسے کیونکر متصور ہو سکتا ہے اور جب یہ فرمایا کہ نہیں سناتا تو مگر مسلمانوں کو اور نہیں سنا سکتا تو مردوں کو اور بہروں کو جب روگرداں ہو کر پیٹھ پھیریں

لہ اور نہ جانو اُن لوگوں جو خدا کی راہ میں مارے گئے مُردے بلکہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس روزی پاتے خوشی کرتے ہیں اس پر جو دیا اُن کو اللہ نے اپنے فضل سے ۱۲ ؎ اور خوش وقت ہوتے ہیں ان کی طرف سے جو ابھی نہیں پہنچے ان میں پیچھے سے اس واسطے کہ نہ ڈر ہے اُن کو نہ غم ۱۲ ؎ کاش کہ جانتی قوم میری کہ بخشا مجھ کو میرے رب نے اور کیا مجھ کو عزت والوں میں ۱۲

تو ظاہر مردوں اور بہروں سے مقابل مسلمانوں کے کافر سمجھے جاتے ہیں اور روگردان ہونا اور
پیٹھ پھیرنا بھی انہیں سے ممکن ہے نہ حقیقی مردوں سے اور سنانے سے مراد سنانا قبولیت کا ہے جیسے
کہ جلالین میں لکھا ہے کہ ما تسمع سماع افہام وقبول الا المسلمین پس سماع یعنی سننا امر دیگر ہے اور
اسماع یعنی سنانا فہم اور قبول کا اور امر ہے نہ سنا سکنے سے نہ سننا لازم نہیں آتا کیا کفار کلام
آنحضرت صلعم کا نہ سنتے تھے مگر اسماع مسلمانوں کا تھا نہ کافروں کو اور ایسا ہی اس آیت کے معنے
جلالین میں لکھے ہیں ان اللہ یسمع من یشاء هدایتہ فیجیبہ بالایمان وما انت بمسمع من
فی القبور ای الکفار شبھھم بالموتی فلا یجیبون اور یہ بھی ممکن ہے کہ من فی القبور
سے جسم مردہ مراد ہے نہ روح اُسکی روح کو سماع حاصل ہے جیسا کہ حدیث بدر اور احادیث زیارت قبور
وغیرہ سے کہ یسمع قرع نعالہم سماع ثابت ہے اور استبعاد صدیقہ رضی اللہ عنہا کا کہ وہاں بدر
میں وہ تھیں مقابل ہیں روایت عمر رض کے کہ خود آنحضرت صلعم سے سنا اور اُس واقعہ میں موجود تھے
قابل اعتبار نہیں ہے اور یہ استبعاد بھی ابتدا تھا آخر میں جب اعیان صحابہ حاضرین معرکہ سے
سنا تو وہ استبعاد نہ رہا چنانچہ امام احمد وغیرہ نے حضرت عائشہ رض سے اس حدیث کو روایت
کیا ہے پس یہ روایت کرنا امام احمد کا صدیقہ سے صاف دلالت کرتا ہے اسپر کہ صدیقہ کے
نزدیک یہ حدیث صحیح اور یہ بات ثابت تھی پہلے بنظر سرسری بے تامل محض آیت قرآن استبعاد
فرمایا تھا۔ اور روایت کیا ہے احمد نے عائشہ رض سے کہا جاتی تھی میں اپنے گھر میں جس میں رسول
خدا صلعم اور میرے باپ تھے بے کپڑا اوڑھے اور کہتی تھیں کہ سوائے اس کے نہیں کہ میرا
باپ اور خاوند ہیں پس دفن ہوئے عمر رض ساتھ اُن کے پس قسم خدا کی نہ داخل ہوئی میں بے کپڑا
اوڑھے اچھی طرح حیا اُسن عمر رض[۳] اب اگر حضرت عائشہ شعور اور ادراک اموات کو

تحقیق اللہ سناتا ہی جس شخص کو چاہتا ہے ہدایت پس وہ قبول کرتا ہے اُس کو ساتھ ایمان کے اور نہیں ہے تو سنانے والا اُن کو جو قبروں
میں ہیں یعنی کفار تشبیہ دی کفار کو ساتھ مردوں کے پس نہیں قبول کرتے ۱۲ ھک[۲] یہ حدیث بخاری اور مسلم میں ہے حضرت انس رض سے
مسلم میں ہے حضرت انس رض سے قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان العبد اذا وضع فی قبرہ وتولی عنہ اصحابہ انہ لیسمع قرع نعالہم
الی اخر الحدیث ۱۲ منہ[۳] اس حدیث کی شرح میں حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے لمعات میں یوں لکھا ہے کہ ہذا دلیل صریح
علی حیوۃ المیت وعلی انہ ینبغی احترام المیت عند زیارتہ مہما امکن لا سیما الصالحون بان یکون فی غایۃ الحیاء والتأدب فی
ظاہرہ وباطنہ فان الصالحین مدد فی ہذا الباب الخ راحم حبیب اوجہم ونیشہم من عبد الرحیم غفر لہ ۱۲ منہ

نہ جانتی تھیں تو جیا پتھر اور دیواروں سے تھی کیا اور اگر بہ نظر جہالت اور ناواقفیت ہر قول صدیقہ کا قبول رکھا جائے تو منکرین دیدار الٰہی بھی قیامت میں ساتھ قول عائشہ رض کے ایت۔
لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ سے استدلال کرتی ہیں اُس کو بھی خلاف علمائے سنت کے قبول رکھنا چاہیے اور منکرین معراج جسمانی بھی حضرت عائشہ رض ہی کے قول سے استدلال کرتے اور اہل سنت کے علمانے ان دونوں مسئلوں میں جواب مفصل لکھے ہیں اور قول صدیقہ رض نہیں مسلم رکھا غرض کتابوں میں ہر قسم کی روایت ہوتی ہے اب معتبر وہ قول ہے کہ علمانے برعایت شرائط فہم کتاب وسنت اور رعایت طرق تطبیق درجات تحقیق کے اور نظر اطراف وجوانب اور فروعات پر رکھکر باتفاق اہل حل وعقد اجماع کیا ہو اور پے درپے ہر زمانہ میں مذہب ایک جماعت حق کا رہا ہو ورنہ تمام اہل مذاہب باطلہ ناصبیہ و مرجیہ وغیرہ استدلال آیت وحدیث سے رکھتے ہیں مگر جب اہل حق کے نزدیک معتبر نہیں اس لیے باطل ہے ایسے ہی یہ مذہب وہابیہ ہے کہ یہ بھی اپنی عقل کے موافق خلاف ائمہ دین کے استدلال کرتے ہیں اور اگر بالفرض قول پہلا حضرت عائشہ کا روایت امام احمد سے کہ جو حضرت عائشہ سے کی ہے رد نہ کیا جائے تو مخالف قول حضرت عمر رض کے ٹھیریگا اور سماعت موتی میں اختلاف صحابہ قائم رہیگا اور مختلف فیہ مسئلہ میں حکم گمراہی اور شرک کرنا اب کسی مذہب کا نہیں سوائے نجدیہ کے کہ پکارنے موتی کو بسبب عدم سماعت شرک کہتے ہیں جیسا کہ آیت وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ يَدْعُوا مِنْ دُونِ اللهِ مَنْ لَا يَسْتَجِيبُ لَهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ غَافِلُونَ کے جو اپنی عقل سے تفسیر کرتے ہیں وہ ایسا ہی کہتے ہیں اور تفسیر علما اور ائمہ دین کو نہیں دیکھتے کہ تفسیر جلالین میں لکھا ہی من لا یستجیب لہ الی یوم القیمۃ وھم الاصنام لا یجیبون عابدیہم الی شیٔ یسألونہ ابدا وھم عن دعائہم غافلون لانہم جماد لا یعقلون اور نہیں غور کرتے کہ جب سماع موتی بحدیث عمر رضی اللہ عنہ ثابت ہوا تو وہم عن دعائہم غافلون کہاں رہا۔ اور شاہ عبد العزیز صاحب تفسیر سورہ طارق میں لکھتے ہیں جان آدمی کی ہرگز فنا پذیر نہیں ہے اور شعور اور ادراک اور لذت اور الم خاصہ اُسکا ہے اور شرح مقام علیین میں لکھا ہے کہ علیین مستقر انبیا اور اولیا ہے اور عوام صلحا کا نام وہاں لکھا جاتا ہے اور مقام آسمان دنیا یا چاہ زمزم یا اور

جگہ درمیان آسمان وزمین ملتا ہی اور ایک تعلق قبر سے بھی اُس ارواح کو رہتا ہے کہ بحضور زیارت
کنندگان واقارب ودیگر دوستان بر قبر مطلع ومستانس می شوند زیرا کہ روح را قرب وبعد
مکانی مانع دریافت نمی شود مثال آن در انسان روح باصرہ است کہ ستارہ ہائے ہفت آسمانرا در ون
چاہ می بیند اور تفسیر اماتہ فاقبرہ میں لکھا ہے کہ دفن میں جب تمامی اجزائے بدن ایک جگہ ہوتے
ہیں علاقہ روح کا ساتھ بدن کے براہ نظر وعنایت بحال رہتا ہی اور توجہ ساتھ زائرین اور مستانسین
اور مستفیدین کی بسہولت ہوتی ہے کہ نسبت تعین مکان بدن گویا مکان روح متعین ہے
اور اثار اس عالم کے صدقات اور فاتحہ اور تلاوت قرآن مجید کے جب اُسجگہ کہ مدفن بدن ہے
واقع ہو بسہولت نافع ہوتی ہیں۔ پس دفن کرنا گویا مسکن واسطے روح کے بنانا ہی اسی سبب سے
اولیاء مدفون اور دیگر مسلمانوں سے انتفاع اور استفادہ جاری ہی اور اُن کو بھی افادہ اوراعانت
متصور۔ اور سورہ انشقت کی تفسیر میں لکھا ہی اول جو حال کہ روح کو بمجرد جدا ہونے بدن کے
ہوتا ہے یہ ہے کہ کچھ اثر پہلی عبادت کا اور الفت بدن اور دوستوں کی ابنائے جنس سی باقی ہوتی
ہے گویا یہ حال برزخ ہے زندگی دنیا اور استغراق حالت قبر میں اور یہ حال وقت انکشاف جزائے
نیکی اور بدی کا ہے اور مدد زندوں کی اس حالت میں جلد پہونچتی ہے اور مردے منتظر پہونچنے
مدد کے اس طرف سے رہتے ہیں اور گمان کرتے ہیں کہ ابھی زندہ ہیں اسلیے حدیث میں بیچ حال
قبر کے وارد ہے کہ مسلمان کہتا ہے دعونی اصلی یعنی چھوڑ دو مجکو تو نماز پڑھ لوں۔ اور یہ
بھی آیا ہی کہ مردہ اُس حالت میں مانند ڈوبنے کے ہے منتظر اسکا کہ کوئی فریاد کو پہونچے اور صدقات
اور دعائیں اور فاتحہ اُسوقت بہت بکار آتی ہیں اور یہیں سے ہے کہ گروہ بنی آدم ایک سال
تک اور خاص ایک چلہ تک بعد موت کے اس قسم کی مدد میں کوشش تمام کرتے ہیں اور روح
مردے کی بھی قریب موت کے عالم خواب اور عالم تمثل میں ملاقات زندوں سے کرتی ہے
اور مافی الضمیر اپنا کہتی ہے اور دوسری حالت وہ ہے کہ بعد منقطع ہونے تعلق زندگی دنیا کے
ہوتی ہے اور استغراق عظیم مشاہدہ کیفیات مکسوبہ نیکی وبد کی انہی میں حاصل ہوتا ہی اور تمام
قوائے مدرکہ اور متصرفہ دنیا سے منقطع ہو کر اُدھر متوجہ ہوتے ہیں اور حس وحرکت معنوی اسکی اس
جہان سے مطلق بیکار ہو جاتی ہے اور یہ حالت عوام مردوں کی ہے۔ اور بعض اولیاء اللہ کو

کہ آلہ جاذ تکمیل و ارشاد بنی آدم کیا ہے اس حالت میں بھی تصرف دنیا میں دیا ہے اور استغراق
اُن کا بسبب کمال کے مانع توجہ اس طرف کا نہیں ہوتا اور اولیسی تحصیل کمالات باطن کا اُن سے
کرتے ہیں اور اہل حاجات اور اہل مطالب حل مشکلات اپنی کا ان سے چاہتے ہیں اور حاصل کرتے
ہیں اور زبان حال اُن کی اسوقت مترنم ہوتی ہے اس قول کے ساتھ ۔ ع من آیم بجان گر تو آئی بہ تن
پس نسبت غفلت اور عدم استجابت بکلیہ اموات اس آیت سے ثابت نہیں ہوتی ۔ اور شاہ
ولی اللہ صاحب نے حجۃ اللہ البالغہ میں لکھا ہے انّ الروح اذا فارقت الجسد بقیت
حساسۃ بملکۃ بالحس المشترک وغیرہ وبقیت علی علومہا وظنونہا التی کانت معہ
فی الحیوۃ الدنیا ویترشح علیہا من فوقہا علوم لیعذب لہا اوینعم وھم الصالحین
من عباد اللہ ترتقی الی حظیرۃ القدس الی آخرہ اور اسی حجۃ البالغہ میں ہے
قد استفاض من الشرع ان اللہ عبادًا ھم افاضل الملائکۃ ومقربوا الحضرۃ لا یزالون
یدعون لمن اصلح نفسہ وسعی فی اصلاح الناس فیکون دعائھم ذلک سببًا لنزول
البرکات علیہم ویلعنون من عصی اللہ وسعی فی الفساد فیکون لعنھم سببا لوجود
حسرۃ وندامۃ فی نفس العامل والہامات فی صدور الملاء السافل ان یبغضوا ھذا
المسیٔ ویسیٔوا الیہ اما فی الدنیا وحین یخفف عنہ جلباب بدنہ بالموت الطبیعی وانہم
یکونون سفیرا بین اللہ وبین عبادہ وانہم یلھمون فی قلوب بنی آدم خیرا ای یکونون
اسبابا لحدوث خواطر فیہم بوجہ من وجوہ السببیۃ وان لھم اجتماعات یعبر عنہم
بالرفیق الاعلیٰ والندی الاعلیٰ والملاء الاعلیٰ وان ارواح افاضل الآدمیین دخولا
فیہم ولحوقا بہم کما قال اللہ تعالی یٰاَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً

ف بیشک روح جب جدا ہوتی ہے جسم سے رہتی ہے ذی حس اور ذی ادراک ساتھ حس مشترک وغیرہ کے اور رہتی ہے اپنے علوم اور خیالات پر جو
ساتھ اس کے تھے زندگانی دنیا میں اور مترشح ہوتے ہیں اس پر اوپر سے وہ علوم کہ عذاب کیا جاتا ہے بسبب اُن کے یا انعام کیا جاتا ہے اور اسکے نیک
بندوں کی ترقی کرتی ہیں طرف حظیرۃ القدس کے ۱۲ ملہ مستفیض ہوتا ہے شریعت سے کہ اللہ کے بندے ہیں کہ وہ افضل ہیں فرشتوں سے اور قرب
حضرت میں ہمیشہ دعا کرتے ہیں واسطے اسکے جس نے اصلاح کی اپنے نفس کی اور سعی کی لوگوں کے اصلاح میں بسبب اسکی دعا کے نازل ہوتی ہیں
برکات ان پر اور لعنت کرتے ہیں وہ اس پر جس نے نافرمانی کی اللہ کی اور کوشش کی فساد میں اور ہوتی ہے لعنت ان کی سبب حسرت اور ندامت کا کرنیوالے
کے دل میں اور الہام ہوتے ہیں دلوں ملاء سافل میں یہ کہ برا جانیں اس بدکار کو اور بدی کریں طرف اس کے دنیا میں یا جب دور کیا جاوے اس پر چادر
بدن اس کے کی ساتھ موت طبعی کے اور ہوتے ہیں سفیر اللہ اور اس کے بندوں میں اور ڈالتے ہیں وہ بنی آدم کے دلوں میں بھلائی یعنی ہوجاتے
وہ سبب واسطے پیدا کرنے خیالات بھلائی کے دلوں میں اور ان کے لیے اجتماع ہوتے ہیں کہ رفیق اعلیٰ اور ملاء اعلیٰ سے تعبیر کیا جاتا ہے

اور ارواح اگلے نیکوں کی داخل ہوتی ہیں اور ملتی ہیں ان میں جیسا اللہ تعالی نے فرمایا ہے اے نفس آرام کرنیوالے رجوع کر اپنے رب کی طرف ۔۔۔ ۱۲ ۔۔۔

مَرْضِيَّةً فَادْخُلِي فِي عِبَادِي وَادْخُلِي جَنَّتِي وقال رسول الله صلے الله علیه وسلم رایت
جعفر ابن ابیطالب ملکا یطیر فی الجنة مع الملائکة بجناحین انتہیٰ اور اُسی حجۃ اللہ البالغہ میں ہے کہ جب
مرتا ہے آدمی ہوتا ہے واسطے نسمہ کے نشاۃ و سرایش پیدا کرتا ہے فیضان روح الٰہی کا اُس میں قوۃ
تیع بقیہ حس مشترک کے کہ کفایت کرتی ہے سننے دیکھنے بولنے کو ساتھ مدد عالم مثال کے ۔ اور اسی
حجۃ اللہ البالغہ میں ہے کہ جب مرتا ہے آدمی منقطع ہو جاتے ہیں علاقے اور رجوع کرتا ہے طرف
ایک مزاج کے پس ملحق ہو جاتا ہے فرشتوں میں اور ہو جاتا ہے ایک فرشتوں میں سے اور الہام کرتا ہے
مثل الہام فرشتوں کے اور سعی کرتا ہے جس میں وہ سعی کرتے ہیں اور کبھی مشغول ہوتے ہیں یہ ساتھ
اعلاے کلمۃ اللہ اور مدد حزب اللہ کے اور کبھی ہوتا ہے واسطے اُن کے ملۃ نیک ساتھ اولاد آدم کے
اور کبھی مشتاق ہوتے ہیں بعض اُن کے طرف صورت حسی کے اصل خلقت سے ساتھ کمال شوق کے
پس کھلتا ہے دروازہ مثال کا اور ملتی ہے ایک قوۃ اُس سے ساتھ نسمہ ہوائی کے اور ہوتا ہے مثل
جسد نورانی کے اور کبھی مشتاق ہوتے ہیں بعض اُن کے طرف کھانے کے اور مانند اُس کے پس تائید
ہوتی ہے اُن کی خواہش کی واسطے پورا کرنے شوق اُن کے کے اور اُسی کتاب میں ہے کہ ملائکہ
اور نفوس مجردہ علاقہ جسمانیہ سے منطبع ہوتا ہے اُن میں جو کچھ ارادہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ خلق عالم اصلاح
نظام سے اور مانند اس کے منقلب مرضیا تہا الی ماینا سب ذلک النظام الخ ۔ اور اسی میں ہے
کہ جب متمکن ہو جاتی ہے عدالت انسان میں تو واقع ہوتا ہے اشتراک درمیان اس کے اور
حاملین عرش کے اور جو مقرب درگاہ الٰہی ہیں فرشتوں سے کہ وہ واسطے نزول بخشش اور برکات
کے ہیں اور ہوتا ہے یہ باب کشادہ درمیان اسکے اور اُن کے اور مہیا ہوتا ہے واسطے نزول الوان
اور رنگتوں اُن کی کے بمنزلہ تمکن النفس من الہام الملائکۃ والانبعاث حسبہا فقط
پس آیہ من اضل میں مراد پکارنا صلحائے مومنین کا کسیطرح درست نہیں ہو سکتا ہے کہ اُن کو ادراک
و شعور وغیرہ بخوبی ثابت ہے و من لا یستجیب لہ اور ہم عن دعائہم غافلون کا مصداق یہ نہیں
ہو سکتے ۔ اور اسی طرح آیہ ۔ ام لہم ایدی یبطشون بہا ام لہم ارجل یمشون بہا ام لہم اعین
یبصرون بہا ام لہم اذان یسمعون بہا الخ ۔ کا مصداق صلحائے مومنین نہیں ہو سکتے ہیں

ف کیا ان کے لئے ہاتھ ہیں کہ پکڑتے ہیں اُن سے یا پاؤں ہیں کہ چلتے ہیں اُن سے یا آنکھیں کہ دیکھتے ہیں اُن سے یا کان ہیں کہ سنتے ہیں اُن سے

کہ انکا اور اک شبہ اور ساع اوپر بیان کیا گیا - اور خاص یہاں اس آیت میں حجۃ اللہ البالغہ میں
لکھا ہے کہ مشرک لوگ یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ پہلے نیک بندوں نے عبادت الٰہی کی تقرب ہوئے اس قدر
کہ عطا کی اللہ نے اُن کو الوہیت پس مستحق عبادت کے ہوئے تمام خلق سے جیسے کہ کوئی شہنشاہ سبب
خدمت کے اپنے غلام کو ایک ملک عطا کرتا ہے کہ وہ مالک ہوتا ہے اس شہر کا اور مستحق فرمانبرداری کا
اس شہر کے رہنے والوں سے اور کہتے تھے کہ نہیں قبول ہوتی عبادت اللہ کی جب تک نہ مضموم ہو
ساتھ عبادت ان کے بلکہ حق تعالیٰ نہایت بلند ہے پس نہیں مفید عبادت اُس کی قرب اُسکے کو پس ضرور
ہے عبادت ان لوگوں سے تو تقرب ہو طرف خدا کے یقربونا الی اللہ زلفی اور کہا کہ یہ سنتے
اور دیکھتے ہیں اور شفاعت کرتے ہیں واسطے عبادت کرنیوالوں اپنے کے اور تدبیر کرتے ہیں
اُن کے امور کی اور مدد کرتے ہیں اُن کی پھر قائم کئے اُن کے نام پر پتھر اور کیا اُن کو قبلہ توجہ کے طرف
اُن لوگوں کے پھر پیچھے اور لوگوں نے کچھ فرق نہ سمجھا بتوں میں اور اُن میں پس گمان کیا بتوں کو معبود
بعینہٖ اسی واسطے رد کیا اللہ تعالیٰ نے کبھی اسی طرح کہ ان الحکم والملک خاصۃ بیدہ اور کبھی اس طرح کہ یہ جمادات
ہیں ام لہم ارجل یمشون بہا ام لہم ایدی یبطشون بہا ام لہم اعین یبصرون بہا ام لہم اذان یسمعون بہا
پس حمل ان آیات کا ارواح کاملین پر بجز تحریف اور کچھ نہیں بلکہ توسل بارواح صلحا اور
انبیا زمان آدم سے محمود چلا آتا ہے اور عملدرآمد اہل حق رہا اور حدیث اور اقوال علمائے
دین سے ثابت ہے چنانچہ شاہ عبدالعزیز صاحب سے بیچ تفسیر صراط الذین انعمت علیہم کے لکھا
ہے کہ راہ راست راہ انبیا اور صدیقین اور شہدا اور صالحین کی ہے وقت دعا کے خدا
چاہیئے کہ بندہ لحاظ ان چاروں فرقوں کا مجملاً رکھے اور راہ اُن کی طلب کرے اور معلوم کرے کہ عوام
مومنین کو رفاقت صالحین طلب کرنی چاہیئے اور صالحوں کو رفاقت شہیدوں کی اور شہیدوں
کو رفاقت صدیقوں کی اور صدیقوں کو رفاقت انبیا کی اگر کوئی عوام مسلمانوں سے چاہے کہ

۱؎ بلکہ صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ خود آنحضرت صلعم نے بعض دعاؤں میں بحق السائلین الیک اور بعض دعاؤں میں بحق نبیک والا
نبیاء الذین من قبلی فرمایا ہے اور صحابہ رضی اللہ اور تابعین کا اس پر عمل درآمد رہا ہے چنانچہ بیہقی اور ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے
کہ خلافت حضرت عمرؓ میں جب قحط پڑا تو بلال بن حارث رضہ نے جو صحابی ہیں آنحضرت صلعم کے مزار پر حاضر ہو کر اس طرح کہا یا رسول اللہ
استسق لامتک فانہم ہلکوا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وسیلہ کیا حضرت عباس رضہ کو طلب باران میں اور تصریح کی علامہ قسطلانی نے
مواہب لدنیہ میں ساتھ لفظ توسل کے اسلام ان عمر رضی اللہ عنہ استسقی بالعباس رضہ قال یا ایہا الناس ان رسول اللہ صلعم کان یری للعباس ما
یری الولد للوالد فاقتدوا بہ فی عمہ واتخذوہ وسیلۃ الی اللہ تعالیٰ ففعلوا لاحاجۃ لنا الی الاعادہ لان فیہ کفایۃ لمن لہ بصیرۃ ومن لم یجعل اللہ لہ نورا

فما لہ من نور ۱۲ محمد عبدالرحیم ۱۲ منہ

رفاقت انبیا کی کرے اُسکو رفاقت ان تینوں گروہ سے بدرجہ ناچاری ہے جیسے کہ اگر کوئی رفاقت
بادشاہ کی چاہے بدون رفاقت کسی عہدہ دار کے اور بیچ رفاقت رسالدار کے ہو اور وہ بیچ رفاقت
امیر کبیر کے ممکن نہیں اسیواسطے داخل ہونا طریقہ اہل اللہ میں اور توسل ڈھونڈنا ساتھ اُن کے
محمود اہل اسلام ہے فقط اور انہیں کے حالات میں لکھا ہے کہ حق تعالے برکت ان کے کلام میں
اور انفاس میں اور افعال میں اور مکانات میں اور اُن کے ہمصحبتوں میں اور اُن کی اولاد میں اور
اُنکی نسل میں اور اُنکے زیارت کرنیوالوں میں پے در پے ظاہر کرتا ہے اور اپنے نزدیک اُن کو جاہ اور
مرتبہ عنایت کرتا ہے کہ دعا اُن کی مستجاب ہوتی ہے بلکہ کسی حاجت میں کہ ساتھ اُن کے توسل کیا جاوے وہ حاجت
روا ہوتی ہے اور خصوصیات اور علامات کہ عالم برزخ اور موقف قیامت میں یا عالم ملکوت میں اُن کو
عنایت ہوئے ہیں اس قبیل سے نہیں کہ عوام مومنین اُسکو جان سکیں مگر بعد مشاہدہ اُس عالموں کے
فقط اور تفسیر ایاک نعبد میں عبادت کو منقسم کر کے لکھا ہے کہ جو متعلق بچشم ہے دیکھنا مشاہدہ خیر کا
ہے مثل کعبہ شریفہ اور قرآن مجید اور دیکھنا بزرگوں کا مثل انبیا اور اولیا اور زیارت قبور شہدا
اور صالحین کہ جنہوں نے جان اپنی راہ خدا میں دی اور اوقات اپنی اُس کی یاد میں گذاری ہیں اور
اور عبادت قلب محبت ہے ساتھ دوستوں اُسکے کے اور بغض رکھنا ہے ساتھ دشمنوں اس کے کے۔
اور اقوال استعانت میں لکھا ہے کہ ملائکہ اور ارواح انبیا اور اولیا کو بیچ پردہ صورت قبروں اور
تعزیہ کے معبود کرے اور شفاعت اور عرض اُن کی جناب الٰہی میں واجب القبول جانے تو مکروہ
الٰہی ہو۔ اور تفسیر آیہ ربنا ظلمنا انفسنا میں لکھا ہے کہ طبرانی نے معجم صغیر میں اور ابو نعیم
اور بیہقی نے حضرت عمر رض سے روایت کی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ حضرت آدم نے عرش پر
لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا دیکھا تو جانا کہ برابر اس شخص کے خدا کے نزدیک کسی کی قدر نہیں
کہ اپنے نام کی برابر اسکا نام لکھا ہے تدبیر یہ ہے کہ بحق ایسے شخص کے سوال مغفرت کا کروں

[1] بیہقی نے اس حدیث کو اپنی کتاب دلائل نبوۃ میں لکھا ہے اور پوری حدیث اس طرح پر ہے عن عمر بن الخطاب رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم لما اقترف آدم الخطیئۃ قال یا رب اسئلک بحق محمد الا ما غفرت لی فقال اللہ تعالی یا آدم کیف عرفت محمدا و لم اخلقہ قال یا رب لانک
لما خلقتنی رفعت راسی فرأیت علی قوائم العرش مکتوبا لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ فعلمت انک لم تضف الی اسمک الا احب الخلق الیک
فقال اللہ تعالی صدقت یا آدم انہ لاحب الخلق الی فاذا سالتنی بحقہ فقد غفرت لک ولولا محمد ما خلقتک رواہ الحاکم ایضا وصححہ ۱۲

پس دعا میں کہا اللهم انی اسألك بحق محمد ان تغفر لی اور روایت کی ابن منذر نے حضرت
امیر المومنین علی مرتضی کرم اللہ وجہہ سے اور الفاظ ہیں زیارت اس کے اللهم انی اسألك
بجاہ محمد و کرامته عندك ان تغفر لی خطیئتی - اور اہل تحقیق لکھتے ہیں کہ ایک اکمل
بنی آدم کو باعث کمال کا ایک اسم ہے اسمائے الہی سے کہ مربی اسکا ہے اگر وقت سوال بحق کسی کامل
کے ملاحظہ اس امر کا کہ مراد اس کامل سے اشارہ طرف اُس اسم کے ہے تو یقیناً کچھ جائے
عتاب اور ملامت نہیں ہے انتہی اور حصن حصین میں اداب دعا میں لکھا ہے بروایت بخاری ور
مستدرک حاکم اور بزاز کے ان یتوسل الی اللہ تعالی بانبیائہ والصالحین من عبادہ
اور روایت ہے کہ کہا ہے حضرت عمر رض نے دعائے استسقا میں اللهم انا کنا نتوسل
الیک بنبیك صلے اللہ علیہ وسلم فتسقینا وانا نتوسل بعم نبینا فاسقنا فیسقونا
اور بروایت ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ اور مستدرک اور حاکم واسطے ضرورت کے یہ دعا لکھی ہے کہ بعد
دو رکعت نماز کے کہے اللهم انی اسئلك واتوجه بنبیك محمد نبی الرحمة یا محمد انی
اتوجه بك الی ربی فی حاجتی هذه لتقضی لی اللهم فشفعه فی پس جو توسل کہ ثابت ہے حدیثوں سے
اور فعل سے خلفائے راشدین کا اور لکھا ہے علمائے دین نے کہ محمود ہے اسلام میں اس کو یہ شرک
اور بدعت کہتے ہیں اور ایک جہان کو گمراہ کرتے ہیں اور محبت اور عظمت انبیا و صلحا کی جو ایمان ہے
دلوں میں سے کھوتے ہیں - اور اسی طرح بحث شفاعت میں مخالف اہل سنت کے تقریر کرتے ہیں
مذہب اہل سنت یہ ہے کہ شفاعت دن قیامت کے حق ہے اور شفاعت عامہ خاتم المرسلین
کی یقینی ہوگی - اور واسطے اہل کبائر مستحقین عذاب کے ہوگی - اور معتزلہ کہتے ہیں کہ تاثیر شفاعت
زیادتی ثواب ہے فقط استحقاق نہ اسقاط عذاب - غرض باتفاق شفاعت مخصوص ساتھ مسلمانوں
کے ہے اور کافروں کو اُس سے بہرہ نہیں اور نفی نفع شفاعت یا نفی قبول شفاعت کی جہاں
قرآن میں ہے مراد کافر ہیں نہ مومن بلکہ مومنین ماذون اور محکوم شفاعت ہیں جیسے دلالت کرتی
ہے آیت لا تنفع الشفاعة عنده الا لمن اذن له یعنی نہیں نفع کرنے کی شفاعت

لہ روایت کیا ہے اس حدیث کو بخاری نے بروایت انس رض ۱۲ تہ طبرانی اور بیہقی نے روایت کیا ہے کہ ایک حاجتمند خلیفہ وقت امیر
المومنین عثمان غنی رض کے پاس آتا تھا مگر آپ ملتفت نہ ہوتے اسکو عثمان ابن حنیف نے راوی اسی حدیث نے یہ دعا استعمال
کرنا سکھایا پھر جو وہ امیر المومنین کے پاس گیا تو وہ حاجت روا ہوگئی فهذا توسل ودعا بعد وفاته صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲

نزدیک خدا کے مگر اُس کو کہ اذن ہو چکا واسطے اُسکے اور وہ موشیق ہیں کہ اذن شفاعت حجکا ہو چکا اسلیئے کہ اِذن صیغہ ماضی ہے جیسے فرمایا ہے آنحضرت صلعم نے شفاعتی لاهل الکبائر من امتی اور ایسے ہی دلالت کرتی ہیں بہت سی حدیثیں اوپر ماذون ہو چکنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہ شفاعت جیساکہ صحیح مسلم میں ہے انا اول من یقرع باب الجنۃ و اول شافع و اول مشفع اور صحیح بخاری اور مسلم دونوں میں ہے اعطیت الشفاعۃ اور مسند دارمی میں ہے انا اول الناس خروجاً اذا بعثوا و مستشفعھم اذا حبسوا اور ترمذی میں ہے اذا کان یوم القیمۃ کنت امام النبیین و صاحب شفاعتھم ولا فخر اور صحیح مسلم میں بروایت ہے ابوہریرہ رضہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلعم نے لا یصبر علی لاواء المدینۃ و شدتھا احد من امتی الا کنت لہ شفیعا یوم القیامۃ اور اسطرح کی بہت روایتیں ہیں صحیح کہ جنسے ماذون ہو چکنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ثابت ہوتا ہے اور طریقہ محمدیہ اور سیر احمدیہ میں ہے کہ من انکر شفاعۃ الشافعین یوم القیامۃ فھو کافر اور شفاعت قرآن شریف و صلحاے امت محمدیہ ثابت ہے واسطے مسلمانوں کے۔ اور نجدیہ کہتے کہ شفاعت بعد حکم بیانی اور پروانگی ہوگی آیۃ من ذا الذی یشفع عندہٗ الا باذنہٖ سے پس وقوع شفاعت اُن کے نزدیک یقینی نہیں ہے بطریق قضیہ شرطیہ ہے برخلاف عقیدہ اہل سنت جماعت ہے کہ ان کے نزدیک شفاعت حق ہے اور منشاء غلطی یہ ہے کہ اذن کے معنے حکم بیانی کہتے ہیں اور یہ معنی بہت جگہ قرآن میں درست نہیں ہیں جیسے آیہ یفرقون بہ بین المرء و زوجہ و ما ھم بضارین بہ من احد الا باذن اللہ ط میں اگر پروانگی یا حکم بیانی مراد لیا جائے تو لازم آتا ہے کہ خدا کی طرف سے سحر اور اضرار کی اجازت اور حکم صادر ہوتے ہیں اُن کو اور ایسے ہی فھزموھم باذن اللہ۔ وکم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ باذن اللہ۔ میں اور اسی طرح لشکر غالب کو کافر ہو یا مومن حکم بیانی با الہام یا وحی آتا ہے جب غالب ہوتا ہے اور ایسے ہی وما کان لنفس ان تموت الا باذن اللہ

لہ میری شفاعت واسطے اہل کبائر کے ہے میری امت سے ۱۲ لہ میں سب سے پہلے کھٹکھٹاؤنگا دروازہ جنت کا اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول ہوگی ۱۲ لہ عطا کی گئی مجھکو شفاعت ۱۲ لہ میں سب آدمیوں سے پہلے اٹھونگا جبکہ اٹھینگے وہ اور شفاعت کرونگا اُن کی جبکہ روکے جاوینگے وہ ۱۲ لہ میں قیامت کے دن انبیا کا امام ہونگا اور صاحب شفاعت ہونگا اور فخر کی راہ سے نہیں کہتا ۱۲ لہ نہیں صبر کرتا ادپر محنت اور مشقت مدینہ کے کوئی مگر کہ میں اُسکا شفیع ہونگا قیامت کے دن ۱۲ لہ کون ایسا ہے کہ سفارش کرے نزدیک اُسکے بدون اذن سے ۱۲ لہ جسنے انکار کیا شفاعت کرنیوالوں کی شفاعت کا قیامت کے دن پس وہ کافر ہے لہ جدائی م

ہیں جب تک حکم مرنے کا بالہام یا وحی نہیں آتا کوئی نہیں مرتا اور اس آیت میں اذن کے جو معنے
تفسیر عزیزی میں لکھے ہیں درست ہیں کہ اگر حقیقت شفاعت کو غور کریں ہم تو مذہب اہل سنت
کا مثل آفتاب کے روشن ہوتا ہے اسلیئے کہ حقیقت شفاعت یہ ہے کہ کمال نفس کامل آدمی کا فراخی
پیدا کرنے اور نفوس ناقصہ اپنے تابعداروں کے اپنے کمال میں شامل کردے پس مدار اس شفاعت کا
دو چیز پر ہے - اول انبساط کمال نفس کاملہ کا دن قیامت کے محض بعنایت الٰہی موعود ہے
نہ بواسطہ کسی عمل اور کوشش اور تلاش کے اسلیئے کہ نہایت کوشش کی تحصیل کمال ذاتی ہے نہ گھیرنا
اُس کمال میں پیروؤں اپنے کو اس طرح پر کہ اُن کے نقصان برنگ کمال ظاہر کرے اور اس بسط
اور احاطہ ہی کو شریعت میں اذن اور حکم کے ساتھ تعبیر کیا ہے اور دوسرے یہ کہ وہ نفس ناقص اہل کمال ہو
کہ بدون ایمان و صحت عقیدہ کی محال ہے اور اس امر سے شریعت میں تعبیر فرمایا ہے کہ کافر اور
منافق کو شفاعت نہیں ہے - اور عقیدہ شفاعت بوجاہت اور بمحبت کو کفر کہتے ہیں اسلیئے کہ
یہ دونوں صورتیں مستلزم قہر اور غلبہ شفیع ہیں یہ غلط فہمی وہابیہ ہے درحقیقت یہ قسم شفاعت سے
نہیں ہے بلکہ قسم شفاعت ہے جیسا کہ کہا شاہ عبدالعزیز صاحب نے تفسیر آیہ وَاتَّقُوْا یَوْمًا
لَّا تَجْزِیْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَیْئًا وَّلَا یُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا یُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا
هُمْ یُنْصَرُوْنَ میں طریق دفع عذاب در دنیا منحصر در ہمیں چار چیز است یا بقہر و غلبہ است و
آنرا نصرت گویند یا بدون قہر و غلبہ و آن دو قسم است یا مفت بدون دادن چیزے خلاص
کنند و آن شفاعت است یا بدادن چیزے و آن نیز دو قسم است یا بدادن چیزے کہ بر ذمہ او واجب
بود مثل ادائے قرض و تاوان و مصادر یا بدادن عوض او ست پس نصرت کا نام شفاعت رکھنا
یہ نتیجہ مہر الٰہی ہے کہ قسم اور قسیم شئے میں فرق نہیں سمجھتے اور مراد اس سے ان لوگوں کی توہین شان
انبیا اور صلحا ہے ورنہ نصرت کی نفی خود آیت قرآن مجید میں ہے اُس کا نام شفاعت رکھنا
اور اُسکا انکار کرنا بجز خراب کرنے عقیدہ عوام اور تحقیر بزرگوں کے اور کیا بات ہے میاذ باللہ
من ذلک - اور اسی طرح سے انکار تبرک آثار انبیا اور صلحا سے اور تعظیم اور تکریم اُن کی سے شعار
وہابیہ ہے کہ جو قرآن اور حدیث اور اقوال سلف سے ثابت ہے اُسکا انکار کرتے ہیں اس لیئے کہ

لہ ایسا اس دن سے کہ نہ کام آوے کوئی شخص کسی شخص کے کچھ اور نہ قبول ہو اسکی طرف سے بدلا اور نہ کام آوے اُس کو سفارش نہ اُنکو مدد پہنچے

اصل اصول اس مذہب کا توہین انبیا اور صلحا ہے در پردہ اظہار شرک و بدعت کے اور جب اہانت ان کی بجائے محبت اور تعظیم کے دل میں متمکن ہوئی تو ایمان کہاں قائم رہا مَنْ اَهَانَنِیْ فَقَدْ اَهَانَ اللهَ وَمَنْ اَهَانَ اللهَ فَقَدْ کَفَرَ حدیث صحیح ہے اب ثبوت اس کا قرآن مجید سے آیت اِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَى وَآلُ هَارُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ

اور تفسیروں میں لکھا ہے کہ اس صندوق میں ٹکڑے الواح کے اور عصائے موسیٰ اور عمامہ ہارون وغیرہ تبرکات تھا وقت لڑائی کے فرشتے اس صندوق کو بنی اسرائیل کے سروں پر اٹھا لیتے تھے جب اس میں سے آواز آتی فتح ہو جاتی اور آیہ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللهِ اور وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى ..... یہ سب تعظیم بسبب ظہور برکت الٰہی کے تھی حضرت ابراہیم اور اسماعیل پر ان مقاموں میں جیسا کہ ان آیتوں کی تفسیر میں مفسرین نے لکھا ہے اور تفسیر عزیزی میں بہت سارا بیان کیا ہے اور آیہ وَادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطَايَاكُمْ کی تفسیر میں شاہ عبد العزیز صاحب نے لکھا ہے کہ جو مقام متبرک کہ جائے ورود نعمت اور رحمت الٰہی ہوتے ہیں یا بعضے خاندان قدیم کہ اہل صلاح و تقویٰ کی ایسی خاصیت ان میں پیدا ہوتی ہے کہ ان میں توبہ اور بندگی بجا لانے باعث جلدی قبول اور حاصل ہونے نیک ثمرہ کا ہے اسی جگہ سے ہے کہ ابن مردویہ نے ابو سعید خدری سے کہ ایک دن ہمراہ آنحضرت صلعم کے شب کو کسی غزوہ یا سفر میں جاتے تھے جب آخر شب ہوئی تو پشتہ کوہ پر گذرے ہم کہ اسکو ذات الحنظل کہتے تھے پیغمبر خدا صلعم نے فرمایا مَثَلُ هٰذِهِ الثَّنِيَّةِ اِلَّا مَثَلُ الْبَابِ الَّذِيْ قَالَ اللهُ لِبَنِيْ اِسْرَائِيْلَ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطَايَاكُمْ اور ابو بکر ابن ابی شیبہ نے بروایت صحیح حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کہا انما مثلنا فی هذه الامة

---

(۱) جس نے اہانت کی میری پس اہانت کی خدا کی اور جسنے اہانت کی خدا کی بیشک وہ کافر ہے ۱۲ (۲) اور وہ تم کو صندوق جس میں ہے دلجمعی تمہارے رب کی طرف سے اور کچھ بچی چیزیں جو چھوڑ گئے موسیٰ اور ہارون کی اولاد اٹھا لاویں اس کو فرشتے ۱۲ (۳) تحقیق صفا اور مروہ خدا کی نشانیوں میں سے ہیں ۱۲ (۴) اور رکھو جہاں کھڑا ہوا ابراہیم نماز کی جگہ ۱۲ (۵) اور داخل ہو دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے اور کہو گناہ اترے تو بخشیں ہم تم کو تقصیریں تمہاری ۱۲ (۶) نہیں مثال اس ٹیلے کی مگر مثل اس دروازے کے کہا اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے کہ داخل ہو دروازے میں سجدہ کر کر اور کہو گناہ اترے تو بخشیں ہم تم کو تقصیریں تمہاری ۱۲ (۷) ہماری مثال اس امت میں مثل کشتی نوح کی ہے اور مثل دروازے حطہ کے بنی اسرائیل میں ۱۲

کشتئ نوح وکباب حطۃ فی بنی اسرائیل نجات نفس وشیطان سے اور صحیح ہونا توبہ کا
اور معاف ہونا گناہوں کا بسبب داخل ہونے اس امت کے اولیاؤں کے سلسلہ میں تعلق
انہیں بزرگوں کے ساتھ رکھتا ہو جیسا کہ اس زمانہ میں ظاہر ہے کہ سلاسل سلوک راہ خدا او توبہ
اور انابت کے اسی خاندان علیہم الرحمۃ کے۔ سے منتہی ہوتے ہیں انتہی ترجمہ تفسیر عزیزی۔
پس اسجگہ سے ہے کہ لوگ اس سلسلہ میں بیعت کرتے ہیں کہ قبولیت توبہ اور معافی گناہوں کی باعث
وجہ ہوا اور انہیں بزرگوں کی عبادت گاہوں میں اور زیارت گاہوں میں عبادت اختیار کرتے
ہیں تاکہ جلد ثمرہ نیک حاصل ہو اور قبولیت جناب باری میں حاصل ہو جسکو یہ لوگ جاہل بدعت سیئہ
کہتے ہیں۔ اور باب حطہ نام ایک دروازہ بیت المقدس کا بھی اس کے دروازوں میں سے ہے کہ واسطے
استغفار گناہوں کے مسجد میں اسی دروازہ سے جاتے ہیں اور مشہور زبان مجاوروں پر ہے کہ داخل
ہونا اس دروازے کا موجب پاکی گناہوں کا ہے اور ابتک زیارت گاہ ہے شاید حضرت سلیمان یا
بعد ان کے کسی نبی نے بوحی یا کشف مشابہت بدروازہ قریہ دیگر باب حطہ نام رکھا ہوگا کہ خاصیت
میں مشابہ باب قریہ تھا انتہی مافی التفسیر العزیزی۔ اور تفسیر سر الذین انعمت علیہم میں لکھا ہے
کہ برکت در کلام ودر انفاس ودر افعال ودر مکانات ایشاں وہم در صحبتیان واولاد ونسل
ایشاں وزیارت کنندگان ایشاں پے در پے ظاہر میگردد اور تفسیر سورہ قدر میں ہے کہ از
مضمون این سورہ معلوم می شود کہ عبادات وطاعات را بسبب اوقات نیک ومکانات متبرک
وحضور اجتماع صالحان در ایجاب ثواب وابرات برکات وانوار مرتبہ عظیم حاصل می شود۔ اور
اور حدیث میں ہے عبد الرحمن ابی قراد سے کہ نبی صلعم نے وضو کیا فَجَعَلَ اَصْحَابُہٗ یَتَمَسَّحُوْنَ بِوَضُوْئِہٖ
فقال النبی صلعم ما یحملکم علی ھذا قالوا حب اللہ ورسولہ اور ایسے ہی حدیث میں وارد ہے
کہ تمام اہل مدینہ پانی میں آپکا ہاتھ ڈلوا کر لیجاتے تھے اپنے گھروں میں یہ حاصل کرنا برکت کا
ہے صلحا سے اور بڑہنا محبت اور عظمت انکا دل میں اسی جگہ سے ہے کہ لوگ نیک جمع ہو کر
ذکر اللہ کرتے ہیں اور قرآن شریف پڑھتے ہیں اور ختم کرتے ہیں تا موجب ترقی ثواب اور برکات

پس شروع کیا اصحاب آپ کے نے کہ ملتے تھے آپ کے وضو کا پانی پس فرمایا پ نے کہ کس چیز نے تمہے یہ کام کرایا تو کہا محبت
خدا اور رسول نے مسلم اور اسی طرح بخاری اور مسلم میں ہے کہ ام سلیم والدہ انس رضی اللہ عنہا آپ کا پسینہ آپ کے سونے میں جمع
کرتی تھیں اور جب دریافت فرمایا آپنے تو انہوں نے کہا نرجو برکتہ لصبیاننا ابت مامن عبد الرحیم غفرلہ

[illegible] عزیز صاحب نے لکھا ہے

[illegible] لے گئیں اور بعد وفات

[illegible] وہاں بھی نماز پڑھی اور بیت المقدس کے

[illegible] آدمی نجاست کو مستغرق ہوں گے کچھ بہشت میں ہے کچھ

دوزخ میں اور جس جگہ کہ حضرت عیسیٰ کو اسی جگہ سے آسمان پر لے گئے ایک نصرانیہ نے

وہاں کلیسا اور قبہ [illegible] عیسیٰ بنایا تھا وہ اب منہدم ہوگیا لیکن اب درخت خرنوب خطی ہے کہ

متصل اس کے مسجد اور نیچے اس کے غار ہے بہت لوگ زیارت کو جاتے ہیں یہاں ولی اس درخت

کو خرنوب العشرہ کہتے ہیں پس جانا صحابہ رضی اللہ کا مکرر بطور رتیا پر واسطے زیارت کے کہ مکان مولد

عیسیٰ تھا ثابت ہے اور قرطبی اور ابن ہمام وغیرہ نے اکابر متقدمین سے روایت کی کہ اطراف قبا میں

پیغمبر خدا صلعم ایک پتھر پر بیٹھے تھے کہ ایک عورت بانجھ نے دعا چاہی اور آنحضرت صلعم نے دعا فرمائی

عقم اسکا جاتا رہا اس کے بعد یہ فیض خاص جاری ہوا ہے کہ جو عورت بانجھ باطہارت باخلاص نیت اس

پتھر پر بیٹھکر درود پڑھے عقم جاتا رہتا ہے بعد یہ معاملہ تجربہ لکھا ہے اور روایت ہے صحیح مسلم میں اسماء بنت

ابی بکر رضی سے کہ جبہ طیالسیہ کسروانیہ حضرت عائشہ رض سے ان کے پاس آیا تھا اور کان النبی

صلعم یلبسہا ونحن نغسلہا للمرضی نستشفی بہا اس حدیث سے تبرک اخذ شفا ساتھ دھونے جبہ

رسول خدا صلعم کے بفعل صحابہ رض ثابت ہے غرض اس طرح پر بہت حدیثیں اور اقوال ہیں اب ایک

استفتا شاہ عبد العزیز صاحب مرحوم کہ مسلم الثبوت وہابیہ ہندی بھی ہیں لکھا جاتا ہے

چہ میفرمایند علماء دین در تعظیم تبرکات انبیاء و صلحا و تبرک باثار ایشان شرعاً جائز است یا نہ

مثلاً پیغمبرے یا پیرے در جائے نماز گذارد یا اعتکاف نمود آن مکان را متبرک دانستن و عبادت

را در آن بہتر دانستن و محل قبولیت دعا و عبادت فہمیدن چہ حکم دارد و پاپوش و کفش و عصا و

امثال آن اشیاء مستعملہ بزرگان تبرک دانستن و باحتیاط داشتن و ہمچنیں موئے و ناخن

وغیرہا چہ حکم و بقیہ آب وضو و پس خوردہ و دم کردہ بزرگان را متبرک دانستن و بہ نیت

شفا خوردن چہ حکم دارد بینوا و توجروا الجواب تبرک باثار صالحین مشروع است

ہوئی صلعم اس کو پہنتے تھے اور ہم اس کو دھو کر بیماروں کو پلاتے ہیں اور شفا چاہتے ہیں سبب اس کے

لکن ولا ان النصرانی اذا سمی اللہ تعالیٰ فانما یرید بہ المسیح وھو من مذہب عطاء ومکحول
والحسن والشعبی وسعید بن المسیب وقال مالک والشافعی وابوحنیفۃ واصحابہ
اذا ذبحوا علی اسم المسیح فقد اھلوا بہ لغیر اللہ فوجب ان یحرم واذا ذبحوا علی اسم اللہ
فظاھر اللفظ یقتضی الحل ولا عبرۃ بغیر اللفظ وعن علی علیہ السلام اذا سمعتم الیہود
والنصاریٰ یھلون لغیر اللہ فلا تاکلوا واذا لم تسمعوھم فکلوا فان اللہ تعالیٰ قد احل ذبائحھم
وھو یعلم ما یقولون انتھی اور تفسیر جلالین میں ہے وما اھل بہ لغیر اللہ ای ما ذبح علی اسم غیرہ والا
ھلال رفع الصوت وکانوا یرفعونہ عند الذبح لآلھتھم۔ اور درمنثور میں مذکور ہے کہ اخرج
ابن المنذر عن ابن عباس فی قولہ وما اھل ما ذبح واخرج ابن حاتم عن مجاھد وما
اھل بہ لغیر اللہ قال ما ذبح لغیر اللہ واخرج ابن ابی حاتم عن ابی العالیۃ وما اھل بہ
لغیر اللہ یقول ما ذکر علیہ اسم غیر اللہ اور تفسیر احمدی میں لکھا ہے اھل بہ لغیر اللہ معناہ
ذبح لاسم غیر اللہ تعالیٰ مثل اللات والعزیٰ واسماء الانبیاء وغیر ذلک بان انفرد باسم
غیر اللہ وذکر معہ اسم اللہ عطفا اور بعد اس کے عبارت ہدایہ ذکر کر کے لکھا ومن ھھنا علم ان البقرۃ
المنذورۃ للاولیاء کما ھو الرسم فی زماننا حلال طیب لانہ لم یذکر اسم غیر اللہ وقت الذبح
وان کانوا ینذرونھا لھم اور تفسیر بیضاوی میں ہے کہ ما اھل بہ لغیر اللہ ای ما رفع بہ الصوت
عند ذبحہ للصنم الخ اور تفسیر حقانی میں ہے فانہ ان ذکر معہ اسم اللہ فقد عارض فیہ
المطھر المنجس مع نجاستہ بالموت وان لم یذکر فقد زید فی تخبیثہ۔ اور شاہ ولی اللہ
صاحب نے ترجمہ فارسی میں لکھا ہے آنچہ آواز بلند کردہ شود در ذبح وے بغیر خدا پس ان سب تفسیروں
سے ظاہر ہے کہ مراد اہل سے رفع الصوت عند الذبح ہے اور نووی نے شرح مسلم میں
لکھا ہے اما الذبح لغیر اللہ فالمراد بہ ان یذبح باسم غیر اللہ تعالیٰ کمن ذبح للصنم او
للصلیب او لموسیٰ او لعیسیٰ او للکعبۃ او نحو ذلک فکل ذلک حرام ولا تحل ھذہ الذبیحۃ
سواء کان الذابح مسلما او نصرانیا او یھودیا نص علیہ الشافعی فان قصد مع ذلک
تعظیم المذبوح لہ غیر اللہ تعالیٰ والعبادۃ لہ کان ذلک کفرا فان کان الذابح قبل ذلک مسلما صار
مرتدا وذکر الشیخ ابراھیم المروزی من اصحابنا ان ما ذبح عند استقبال السلطان تقربا

الیه وفتی اهل بخارا بتحریمه لانه مما اهل به لغیر الله قال الرافعی هذا الذبح یجوز استبشارا لقدومه فهو کذبح العقیقة لولادة المولود ومثل هذا لا یوجب التحریم انتہی ابیہ قول ابراہیم مروزی کا بحوالہ اہل بخارا نووی نے ذکر کیا ہے اور پھر اسکو قول رافعی سے رد کیا کہ ذبح قدوم سلطان مثل ذبح عقیقہ ہے واسطے خوشی کے نہ تقربًا اور عبادتًا ہے کہ حرام ہو اُسکو وہابیہ قول نووی کر کے لکھتے ہیں اور آگے اسکے جو قول رافعی سے رد کیا ہے وہ نہیں لکھتے اور نہ جو کچھ پہلے امام نووی نے اپنی تحقیق لکھی ہے وہ لکھتے ہیں کہ ذبح باسم غیر خدا مراد ہے اور اسطرح کی فریب اور جعل کی باتیں مثل رفع وخفض الکثران وہابیوں کے کلام میں ہیں کہ عبارت بیچ میں سے مخالف ماقبل اور مابعد کے جیسی عالم نے بطور شبہ کے بیان کر کے رد کیا ہو اس کو سندًا بے ذکر عبارت ماقبل اور مابعد کے ذکر کرتے ہیں اور نہیں غور کرتے کہ جب کوئی اصل کتاب کو دیکھے گا تو کیا فضیحت ہوگی فقط بنظر سخن پروری کسیکا قول کسی کی نسبت کرتے ہیں اور قول مردود کو سندًا لکھتے ہیں چنانچہ مولوی فضل رسول نے مأتة المسائل کے جواب میں تمام کے دھوکے بہت پکڑے ہیں جسکو معلوم کرنا ہوں ہیں وہ دیکھے اور بعض لوگ سند پکڑتے ہیں حدیث نہی عن ذبائح الجن کو اور کہتے ہیں کہ غیر اللہ سب مثل جن کے ہیں اور حوالہ کرتے ہیں اشباہ ونظائر پر عبارت اسکی یہ ہے ومنها ان ذبیحة الجن قال فی الملتقط وعن رسول الله صلعم انه نهی عن ذبائح الجن پس تحریر اشباہ ونظائر سے صاف ظاہر ہے کہ مراد ذبائح جن سے وہ جانور ہے کہ جس کو جن نے ذبح کیا ہو۔ اور بعض لوگ سند پکڑتے ہیں حدیث لا تذکروا عند تسمیة الطعام وعند الذبح وعند العطاس سو یہ حدیث صحیح نہیں ہے حصن حصین میں لکھا ہے اما الحدیث الذی روی مرفوعًا لا تذکرونی عند تسمیة الطعام وعند الذبح وعند العطاس فلا تصح فانه من حدیث سلطان بن عیسی الجمزی وهو متهم بوضع الحدیث وفیه ایضا عبد الرحیم العمی وهو ایضا ضعیف اور قطع نظر اس کے حدیث ذبائح الجن اور حدیث لا تذکرونی اور قول نووی جو سند میں بیان کرتے ہیں کچھ مفید دعوی مدعیان نہیں اس لیے کہ دعوی یہ ہے کہ جانور کسی کے نام زد ہونے سے حرام ہو جاتا ہے ذبح سے کچھ بحث نہیں باسم اللہ ہو یا غیر اسم اللہ اور ان سندوں میں سب

ذبح کا ذکر ہے جو ذکر کے وقت بسم اللہ کہنے کے بدلے نام غیر کا لیتے ہیں ذبح کرتے وقت ۱۲

میں ذکر ذبح ہے اور جب اہلال کے معنی آیت میں معنی فقط تشہیر کہتا ہو نہ رفع الصلوٰۃ عند الذبح
پس اسکا ثبوت کہ اہلال سے تشہیر مراد ہے کسی حدیث اور تفسیر سے نہیں صحیح حدیث یا قول کسی مفسر
وغیرہ کا بیان کرتے ہیں جس میں ذکر ذبح ہوتا ہو اور بالعکس مخالف دعوی کے پتا ہی۔

اب تحقیق یہ ہے کہ مشہور کرنے سے کوئی جانور بنام غیر خدا اگرچہ بت ہو حرام نہیں ہوتا ہی جیسے بحیرہ
اور سائبہ اور وصیلہ کہ مشرکین عرب بتوں کے نام پر مقرر کرتے تھے شرع میں اس کی تحریم پر انکار واقع
ہوا ہے اور نووی نے بیچ شرح اس حدیث مسلم کے کل مال نحلتہ عبد لکھا ہی المراد انکار
ما حرموا علی انفسہم من السائبۃ والوصیلۃ والبحیرۃ والحامر وانہا لم تصر حراما
بتحریمہم وکل مال ملکہ العبد فہو حلال اور ایسے ہی بجار کہ ہند و بنام بتان مطلق العنان کرتے ہیں
اور اُسکو کسیکی ملک نہیں کہتے فقہانے لکھا ہے کہ اگر اسکو کوئی پوشیدہ پکڑ کے ذبح بنام خدا کرے تو
کھانا جائز ہے اکثروں نے اس دلیل سے کہ مالک نے اُسے اپنی ملک سے اور حرمت سے خارج
کردیا ہے۔ اب وہ حکم جانور صحرائی میں ہے اور نہ ذبح کرنے میں اس کے باقی چھوڑنا علامات
شرک کا ہے اور ذبح کرنے میں منانا ہے علاقہ شرک کا او خصوصاً مشرکین وقت اطلاع کے
نہ قسم دعوی سے ہے بلکہ قسم عداوت مذہبی سے ہے اور استعلاء دین جانبہ اور بعض کہتے ہیں کہ قیمت
مالک کو دینی چاہئے کہ مغضوب کے حکم میں ہے چنانچہ فوائد بہائی میں سب تفصیل مذکور ہی اور کتب
وقف اس سے بھری ہوئی ہیں کہ جو جانور واسطے بتوں کے مقرر کیا گیا ہے اگر مسلمان ذبح کرے کھانا
جائز ہے چنانچہ فتاوا عالمگیری میں ہے مسلم[1] ذبح شاۃ المجوسی لبیت نارہم او الکافر
للالہۃ ہم توکل لانہ سمی اللہ تعالی۔ اور بیچ فوائد بہائی کے ہے کہ اگر مجوسی گاو مسلمان کو دے
کہ بنام نار کہ معبود انکا ہی ذبح کرے اور مسلمانوں نے بنام خدا ذبح کی گوشت اس کا حلال ہے۔
کذا فی کتب الفقہ اور اجماع سلف ہی اس پر کہ فقط اہلال لغیر اللہ وقت ذبح موجب حرمت ہے
اور نہیں[2] اس لئے کہ زیلعی نے شرح کنز میں لکھا ہے لا یقال ان الآیۃ مجملۃ لا یدری اہل ادیل بہ

---

[1] مسلمان نے ذبح کی گو سفند مجوسی کی کہ اس نے اپنے آتش کدہ کے نام پر چھوڑی یا کسی کافر نے اپنے بتوں کے نام پر چھوڑا تھا کھالی جاوے کیونکہ مسلمان نے بنام خدا ذبح کیا ہے ۱۲

[2] یہ نہیں کہا جا سکتا کہ آیت مجمل ہے نہیں معلوم ہو سکتا کہ آیا حالت ذبح مراد لی ہے یا حالت پخت یا حالت اکل اس لیے کہ ہم کہتے ہیں کہ سلف کا اجماع ہے اس بات پر کہ مراد اُس سے حالت ذبح ہے پس ہوگا یہ اجماع مفسر اور پوری ہوگی دلیل ساتھ اس کے

لوگوں کو اور جو کچھ شاہ عبد العزیز صاحب نے تفسیر میں لکھا ہے کہ اہلال کے معنی تشہیر ہیں اور اس سے استدلال کیا کہ نذر اور بھینٹ کے طور پر جو جانور غیر خدا کے واسطے ذبح کیا جاوے وہ حرام ہے اُس میں باہم اُس زمانہ میں بھی بہت گفتگو رہی ہے مولوی عبد الحکیم پنجابی ثم الکھنوی نے اُس پر تردید کی اور مولوی رفیع الدین صاحب اور مولوی عبد الحی اور خود شاہ صاحب نے بھی اسکا جواب لکھا ہے اور کئی استفتاء و جدل ہوئے اول مدار حلت و حرمت تشہیر پر تھا پھر مدار حلت و حرمت مذبوح نیت پر ہوا پھر اس میں بھی قیل و قال رہا کہ ذبیحہ نصرانی باسم اللہ حلال ہے اور اُس کے نزدیک اللہ مسیح ہے بدلیل قولہ تعالیٰ ان اللہ ہو المسیح ابن مریم پس مدار نیت پر کیونکر رہا پھر تقرب الی اللہ غیر اللہ کے تئیں قرار دیکر حرام کیا غرض عہد شاہ صاحب میں ان کے ہمعصر علما نے اس میں گفتگو کی اور شاہ صاحب نے بھی اپنی تقریر کو تغیر اور تبدیل کیا اور بہت عرصہ تک تحریرات اور باہم گفتگو رہی اور یہ کمال انصاف شاہ صاحب سے تھا کہ اصرار نہ کیا اور اس سے کچھ اُن کی فضیلت اور بزرگی میں قدح نہیں ہو سکتا کہ خطا تمام علمائے سلف سے ہوتی آئی ہے چنانچہ کچھ حال اس گفتگو اور رد و جدل باہمی عبد الحکیم اور شاہ صاحب کا جو اتفاق ہیں مولوی فضل رسول صاحب نے بھی لکھا ہے اور بعض فتوی بھی شاہ صاحب کے نقل کئے ہیں جس کو منظور ہو اس میں دیکھے اور اسوقت میں جو رسائل مولوی رفیع الدین صاحب اور مولوی اسمعیل صاحب اور جو تحریرات مولوی مبین اور مولوی عبد الحکیم و دیگر علما کے اور فتوے شاہ صاحب کے لکھے گئے ہیں اُن کو مطالعہ کرے۔ جو ذکر نذر کا اس جگہ آگیا اور مسئلہ اسی ذیل کا ہی لہذا اسکا بھی حال لکھا جاتا ہے کہ نذر اللہ کی ماننی کچھ عبادت نہیں ہی اگر اصل نذر عبادت ہوتی تو جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم منع نہ فرماتے بلکہ ممنوع ہے جیسے حدیث صحیحین میں ہے لا تنذروا فان النذر لا [illegible] یعنے [illegible] القدر شیئا وانما یستخرج بہ من البخیل اور ادائے درجہ کو تنیری ہے اور قسم اور نذر کے ایک معنی اور ایک حکم ہے شرع میں چنانچہ شیخ ابن ہمام نے لکھا ہے کہ لا شک ان الیمین فی معنے النذر [illegible] روایت ابن عباس سے ہے من نذر نذرا لم یسمہ فکفارتہ کفارۃ یمین پس [illegible] ہے کہ جیسے قسم منعقد ہوتی ہے واللہ باللہ یا دیگر اسمائے صفت سے مثل

[illegible] منعقد ہوتی [illegible] تقدیر سے کچھ [illegible] نہیں کرتی [illegible] کے نذر کو بخیل [illegible] سبب [illegible] نکالا جاتا ہے [illegible] یمین [illegible] نہیں کہ [illegible]

رحمان اور رحیم کے یا تعلیق سے جیسے اِن خرجت الدار فانت طالق اسی طرح منعقد ہوتی ہے اس
کہنے سے کہ اوپر میرے نذر ہے یا نذر کی میں نے اور اگر نذر معلق کی ساتھ کسی شرط کے مثلاً کہا کہ
اگر مرید آوے تو مجھ پر روزہ ہے اور وہ کام ہو گیا تو واجب ہے ایفا اسکا مثل قسم معلق کے بدلیل
ولیوفوا نذورہم پس اگر ہے وہ قسم اور نذر کسی معصیت پر جیسے ترک کلام ساتھ والدین کے
یا ترک نماز کے تو واجب ہے مخالفت اس نذر اور قسم کی اور دینا کفارہ قسم کا اور اسی طرح اگر وہ قسم
یا نذر غیر مقدور پر ہے جیسے چڑھنا آسمان پر تو بسبب عدم قدرت کے ایفا پر کفارہ قسم دے اور
کفارہ نذر اور قسم ایک ہے اس لیے کہ نذر بھی ایک قسم ہے شرع میں جیسا کتب فقہ میں لکھا ہے
اب اگر نذر جس کام پر کی ہے وہ قسم عبادات یا مباحات شرعیہ سے ہے جیسے روزہ یا عمرہ یا ہدی
یا قربانی یا نماز نفل یا مسکینوں کو کھلانا یا دیگر امور مباحہ سے تو واجب ہے ایفا اس نذر کا
جس طرح سے نذر مانی ہے معین بخصوصیات مکانی و زمانی وغیرہ مثلاً نذر کیا روزہ کسی خاص
دن میں یا اعتکاف کسی خاص مسجد مکہ یا مدینہ وغیرہ میں یا طعام کسی خاص قسم کا روٹی یا حلوا
سے واسطے مساکین کے کسی خاص دن میں پس اس نذر معین کو اسی طرح ادا کرے جیسا کہ ہدایہ
و قدوریہ وغیرہ کتب فقہ میں در باب نذر معین لکھا ہے اور صحیح ابو داود میں ہے کہ نذر کی
ایک شخص نے قربانی اونٹ کی بوانہ میں اور پوچھا آنحضرت صلعم سے پس بعد دریافت اس امر
کے کہ وہاں نہ کوئی بت تھا جاہلیت میں نہ کوئی عید کفار کی حکم فرمایا اوف بنذرک۔ اور ایک روایت
ایک عورت نے کہا کہ یا رسول اللہ نذرت ان اضرب علی راسک الدف قال اوفی بنذرک
اور نذر کی ایک عورت نے اسی طرح اور پوچھا پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ نذر کی ہے میں نے
کہ ذبح کروں میں فلاں جگہ جہاں جاہلیت میں ذبح کرتے تھے تو پوچھا کہ کوئی بت یا عید مشرکین
کی اس جگہ ہے کہا کہ نہیں فرمایا اوفی بنذرک رواہ ابو داود پس نذر جس طرح مانے اسی خصوصیات
سے ادا کرنی واجب ہے جیسا کتب فقہ میں لکھا ہے اور احادیث صحیح سے ثابت ہے پس
خصوصیات زمانی اور مکانی بدعت کیونکر ہے محض غلط ہے وہابیہ کا اور اگر وہ نذر غیر معین
ہے مثلاً نذر کیا روزہ اور کوئی دن مقرر نہ کیا یا نذر کیا کھلانا مساکین کا اور کوئی کھانا یا دن

لہ اور البتہ پوری کریں نذریں اپنی ۱۲ ؎ یا رسول اللہ میں نے نذر مانی کہ آپ پر دف بجاؤں فرمایا اپنی نذر پوری کر ۱۲

مقرر نہ کیا تو جب چاہے روزہ رکھے اور جو کھانا چاہے جس وقت چاہے کھلاوے نذر اور قسم ادا ہو جاوینگی
کفارہ دینا لازم نہ آویگا - اور نذر اصطلاح شرع میں واجب کر لینا ایک کام غیر واجب کا ہے عبادات
یا مباحات سے اپنے اوپر واسطے حاصل کرنے قرب خدا کے عبادت ہو اور جو تقرب اس طرح سے بغیر خدا حرام
ہے اسی سبب سے نذر غیر خدا حرام ہے اور جو نذر انبیا اور اولیا کو حرام کہتے ہیں انہیں معنوں کر کہتے ہیں
کہ جو واسطے تقرب اور عبادت اولیا کے کیجاوے اور یہ غلط فہمی لوگوں کی ہے اسلئے کہ صاحب
تفسیر احمدی نے حاشیہ لکھا ہے کہ آیہ وما اهل به لغیر الله اور اس میں لکھا ہے [illegible]
النذر لغیر الله حرام و نذر الاولیاء [illegible] یعنی نذر اولیا کے
[illegible] واسطے خدا کے ہے اور ثواب اس کا واسطے اولیا کے اور جب
[illegible] ثواب نذر کا واسطے ان کے [illegible] نسبت نذر کی ان کی طرف واقع ہے جیسے کہ روزہ
[illegible] ہوتا ہے اور روزہ خدا کا ہوتا ہے مگر بعلاقہ ظرفیت رمضان کا کہتے ہیں اور
[illegible] جیسے کہ کتب اس فن میں مذکور ہیں - اور رسالہ نذور [illegible] مولوی
رفیع الدین [illegible] میں [illegible] لفظ نذر مشترک است در نذر شرعی و نذر عرفی - نذر شرعی
ایجاب غیر واجب [illegible] است و نذر عرفی [illegible] ونیاز میگویند
[illegible] که نذر اولیا [illegible] مباح است [illegible] بگوید الهی اگر آن مراد من حاصل
شود [illegible] اینکه بگوید یا حضرت در جناب الهی برائے این
مشکل [illegible] در جناب الهی این قدر طعام یا نقد رسانم
تا ثواب [illegible] آنکه [illegible] را وسیله و شفیع در جناب الهی سازد و گویا می گوید
[illegible] عنایات و مهربانی خود برای اگر مشکل من آسان کنی
این قدر [illegible] روح آن بزرگ سازم [illegible] بر و احسان آن بزرگ
[illegible] تفسیر احمدی کے اول کہنے سے ہی مولوی رفیع الدین صاحب
کی تحریر [illegible] پائی جاتی ہے اور اسی مضمون نذر کو ہندی میں منت کہتے ہیں اس لیے کہ معنی
نذر لغت میں عہد و پیمان کے ہیں جیسے صراح وغیرہ میں لکھا ہے پس نذر اولیاء اللہ کے یہ معنی ہیں
کہ عہد کیا ساتھ اولیاء اللہ کے واسطے ایصال ثواب کا اور اس عہد کو ہندی میں منت کہتے ہیں کہ

فلاں بزرگ کی منت مانی یعنی عہد کیا کہ اس قدر طعام وغیرہ کا ثواب اُن کی روح کو پہنچا دینگے نہ کہ مراد نذر
اور منت اولیا سے عبادت اولیا ہے پس یہ کج فہمی اور رد ہو گئی۔ ہاں بہتیری ہی عوام الناس کو کہ
عظمت اور محبت خدا اور دوستان خدا کی دلوں میں سے کم کر کے جڑ ایمان کی منقطع کرتے ہیں عیاذاً
باللہ من ذلک۔ اور ایک استفتا کے جواب میں مولوی اسمٰعیل صاحب نے لکھا ہے کہ نذر اولیا بدو طریق است
حسن و صحیح اگر طریق حسن در دل باشد و از زبان لفظ نذر کند قبحے در آں نیست یا نذر بنا بر آنکہ ایں لفظ در
شرع مستعمل برائے معنی است که مختص بخدا است ما کرشایبہ از ممنوعات شرعیہ در آن باشد و
دو نامے او نیز کہ ولی است اما حرام نتوان گفت و عمدہ مسلمانان کہ بجائے ما ملنا صاحبان گفتند شاید
آنست چوں معذور شدند پس از الفاظ مشترکہ بسبب استعمال عرف این یا اشتراک پیدا شود باکے
نیست فقط پس اس تقریر اساتذہ سے صاف ظاہر ہے کہ نذر کے معنی عرف میں مطلق شرعی نہیں
بلکہ ہر شخص جو کسی بزرگ یا بالاتر کو اپنے سے دیتا ہے اور پیش کرتا ہے اس کو نذر کہتا ہے جیسے رعایا
جو کچھ حاکم کو یا ملازم کسی نواب یا راجہ کو جو کچھ دیتے ہیں اس کو نذر کہتے ہیں اور اکثر بیچ مسلمانات
نواب وغیرہ درویشوں اور علماؤں کو جو کچھ دیتے ہیں کہتے ہیں کہ فلاں مولوی صاحب کی
نذر کیا کوئی حرام نہیں کہتا اور اسی طرح راجاؤں اور انگریزوں کو نذر کرتا ہے [illegible] حرام نہیں
کہتا اسی لیے کہ پیش کرنے کے عرفی معنے ہیں نہ شرعی پس انبیا و اولیا کو جو ثواب پہنچایا جاتا ہے
اُس کو بھی نذر انبیا و اولیا کی اسی پیش کرنے کے معنوں میں کہتے ہیں یا عہد [illegible] کے معنے [illegible] ہیں
جس کو منت کہتے ہیں یعنی اگر حق تعالیٰ فلاں حاجت بر لاوے تو ہم عہد کرتے ہیں کہ فلاں ولی اللہ
یا نبی اللہ کی ارواح کو اس قدر ثواب پہنچا دینگے اور یہ اس لیے ہے کہ ہدیہ اور تحفہ اور خدمت
گذاری انبیا اور اولیا کی موجب محبت خدا اور رضائے خدا ہے اور اموات سے یہ امر بجز
ایصال ثواب عبادات کے اور طرح ممکن نہیں پس تعظیم اور محبت اُن کی عین محبت الٰہی ہے اور قطع
محبت ان سے انقطاع محبت خدا ہے کہ دلیل ضعف ایمان ہے عیاذاً باللہ من ذلک۔
پس نذر اولیاء اللہ کا بھی یہی حکم ہے جو نذر امرا کا پیش کرنے کے معنوں میں کچھ اس قول
اور فعل میں حرمت نہیں ہے بلکہ جب ایصال نفع ہر شخص کو واسطے خدا کے موجب ثواب ہے
پس ایصال ثواب بہ ارواح انبیا و صلحا موجب زیادتی ثواب کا ہے اور اگر براہ محبت ایصال

ثواب بروح صلحائے مومنین کرتا ہی تو امید ہے کہ حشر اسکا انہیں صلحا کے ساتھ ہو اس لئے کہ
مع من احب حدیث صحیح شاہد ہے مگر جو کہ شیطان دشمن انسان کا ہے اس مغالطہ اور اشتباہ
میں ڈالکر بعض لوگوں کو اس دولت سے محروم رکھا یہاں سمجھنا چاہئے تھا کہ نذر تقرباً سوائے
خدا کے کسی بزرگ کی جو کرے کہ حرام ہے بلکہ نذر صلحا سے ایصال ثواب عمل صالح منذور کا مراد
رکھنا اور سمجھنا چاہیئے نہ یہ کہ اس عمل خیر سے بمغالطہ لوگوں کو باز رکھنا و محبت انبیا و صلحا کا اُن کے
دل سے کھونا اور جو تدبیر حشر مع الصالحین تھی اُس سے روکنا اور خیرات او صدقات طعام
سے منع کرنا یہ کام علما کا نہیں مثلاً ایک شخص روزہ میں غیبت کرتا ہی یہ اشعار شیطنت کا
ہے تو ایسی جگہ یہ سمجھانا چاہیئے کہ فحش اور غیبت بد ہے اور روزہ میں زیادہ بدتر کہ روزہ بھی خراب
ہوتا ہی غیبت اور فحش سے باز رہنا چاہیئے نہ یہ کہ بسبب اس کے روزہ کو بھی منع کرے اور
کہے کہ جب تو غیبت کرتا ہے تو روزہ رکھنا موقوف کر یہ کام اہل علم اور اہل عقل کا نہیں ہی
اب رہا یہ مسئلہ کہ گائے سید احمد کبیر رضی اللہ عنہ کی اور بکرا شیخ سدو کا جو نذر کرتے ہیں شرع
کا اس میں کیا حکم ہے آیا حرام ہے یا حلال۔ وہابی اس کو مطلق حرام کہتے ہیں اس وجہ سے کہ ما اہل
بہ لغیر اللہ میں داخل ہے اور یہ بات بالکل غلط ہی اس لیئے کہ جو جانور کہ بنام بتوں کے اور
آتشکدوں کے مشہور ہوتے ہیں مانند نجار ہندوں کے یا مثل اس کے جب بنام خدا ذبح
کیئے جاویں حلال ہے کھانا اُن کا جیسا کتب فقہ میں لکھا ہی پس مشہور ہونا غیر خدا کے نام
سے وجہ حرمت نہیں ہوتی ہے یہ غلط فہمی اُن کی ہے مگر ذبح بنام خدا دو طرح پر ہی ایک مثل
اضحیہ قربانی اور ہدی کعبہ ہے کہ اراقہ دم خاص واسطے عظمت اور تقرب خدا کے عبادتاً ہوتا ہی
گوشت وغیرہ اس ذبح سے مقصود نہیں ہوتا بجز رضائے الٰہی کے یہ ذبح عبادت ہے اور
ثواب اسپر موعود ہے اور اسطرح واسطے عظمت اور تقرب کے غیر خدا کے واسطے ذبح کرنا شرک ہی اور
ذابح مرتد ہوتا ہے اگر مسلمان ہو اور دوسرا ذبح مباح ہے وہ ذبح کرنا بنام خدا ہے واسطے
حصول نفع کے ساتھ گوشت وغیرہ اس کے اور یہ ذبح واسطے غیر خدا کے بھی مباح اور درست ہی
جب بنام خدا ذبح کیا جاوے جیسے قصاب براہ بیچنے کے واسطے لوگوں کے ذبح کرتے ہیں اور لوگ
اپنے کھانے کے واسطے ذبح جانور کرتے ہیں یا اور شادی وغیرہ میں واسطے کھلانے مساکین۔

یا مہمانوں کے واسطے ذبح کرتے ہیں وہ مشرک نہیں اس لئے کہ مقصود اس ذبح سے گوشت وغیرہ ہے واسطے
اپنے یا مہمانوں یا مساکین وغیرہ کے اور اراقۂ دم واسطے عبادت اور تقرب غیر خدا کے مقصود
نہیں ہے ہاں اگر کسی غیر کے واسطے اراقۂ دم بطور عبادت و تقرب مقصود ہو تو وہ ذبح حرام ہے اور
ذابح مشرک و مرتد جیسا کتب فقہ اور تفسیر نیشاپوری میں مرقوم ہے لو ان مسلما ذبح ذبیحۃ و
قصد بذبحہا التقرب الی غیر اللہ صار مرتدا و ذبیحتہ میتۃ اسلئے کہ اراقۂ دم
یعنی ذبح عبادت و تقرباً خاص ہے واسطے خدا کے پس جب اس طرح سے واسطے غیر خدا کے ذبح کیا تو گویا
عبادت غیر خدا بجا لایا پس لا محالہ مشرک اور مرتد ہوا اگر مسلم تھا اور اسی جگہ سے گائے سید احمد کبیر
قدس سرہ اور بکرا شیخ سدو وغیرہ کو حرام کہتے ہیں جب ذبح کیا جاوے واسطے حاصل کرنے قرب اور سید احمد
کبیر اور شیخ سدو یعنی اراقۂ دم واسطے تعظیم اور تقرب ان کی مد نظر ہو گوشت وغیرہ مقصود نہو اور
ایسے ہی بکرا توپ کا ہے جسوقت اس کے ذبح سے تعظیم اس کی منظور ہو جو مانع روانی توپ ہے غرض
جو جانور کہ واسطے تعظیم اور تقرب ساتھ غیر خدا کے ذبح کیا جاوے حرام ہے اور ذابح مشرک اور مرتد
اور اگر نذر کی خدا کی اور ذبح کیا گائے یا بکرے کو خالص واسطے خدا کے بنام خدا اور اسکا ثواب پہنچایا سید
صاحب کبیر کو یا شیخ سدو کو تو یہ حلال اور درست ہے باتفاق سب علما کے اسلئے کہ ثواب اس عمل قربانی کا
خدا کی طرف سے اس کو ملا ہے اس کو اختیار ہے جس کو چاہے اس کو دے جیسے کہ حدیث صحیح میں قربانی
واضحیہ مردہ کیطرف سے کرنا آیا ہے تو معنے اسکے یہی ہیں کہ جو ثواب اس ذبح کا کہ واسطے خدا کے کیا ہے
مردے کو بخشا وے نہ یہ کہ ذبح واسطے تعظیم مردے کے کیا جاوے اسلئے کہ جب مردہ قابل انتفاع
بعین مال و متاع دنیاوی نہیں ہے تو شرع میں طریقہ پہنچانے کا اس کو یہ مقرر ہوا کہ ثواب اعمال
جو مستحقوں کو پہنچتا ہے اسکی طرف عائد کیا جاوے اب اگر جانور زندہ نذر کیا اور وہ زندہ گوشت
پر ہے یعنی یہ کہا کہ اگر فلانی حاجت میری بر آئے تو اسقدر طعام پلاو وغیرہ نیاز سید احمد کبیر لوگوں کو
کھلاونگا یا اسقدر نیاز کرونگا تو یہ طعام حلال ہے اگرچہ نذر میں لغو ہو کیونکہ نذر شرعی ہو جو واسطے سید احمد کبیر
صاحب کے تو حرام اور اگر نذر عرفی مراد ہے تو مباح ہے اور اسی طرح اگر کوئی کہے کہ دو تین یا تین من گوشت نذر
حضرت سید احمد کبیر بعد بر آمد حاجت کھلاونگا گوشت حلال ہے اگرچہ گوشت کھانے کا کے تو بھی ا[illegible]
[illegible]

اسی طرح اگر گائے زندہ بنام سید احمد کبیر کسی کو دیوے بطور نقد کے تو بھی درست ہوا اور گوشت اسکا
حلال غرض گائے سے مالیت ہے پس جب مقصود جانور سے گوشت ہو یا مالیت ہو اور نذر کرے
کسی اموات کے تو وہ جانور حلال ہے کہ اس میں گفتگو ہو اور اگر مقصود ذبح واسطے میت کے ہے
پس اگر ایصال ثواب ذبح واسطے میت کے مراد ہو تو حلال ہے اور اگر تقرب بذبح طرف میت کے مقصود
ہے تو حرام اور ذابح مرتد اور اگر کوئی شخص بکرا یا دنبہ یا گائے وغیرہ خانہ پرورش کرے تا گوشت اسکا خوب
چربی ہوا اسپھر ذبح کرکے پکا کے فاتحہ کسی بزرگ کی دیکر کھلائے کچھ خلل نہیں ہے ایسا ہی کہ واسطے اس
بزرگ کے حالت زندگی میں یہ کام کرنا اور اگر نذر کرے کہ پیش بار آمد فلاں حاجت کے گائے
دوسالہ یا فربہ یا بکرہ کیسا ان بنام [illegible] غوث الاعظم قدس سرہ کی ذبح کرونگا پس حکم اسکا مثل
حکم طعام ہے اگر نذر بطریق نیک ہے تو کچھ خلل نہیں اور اگر نذر بطریق قبیح ہے تو نقل اسکا
حرام ہے اور بنا پر [illegible] در مولوی [illegible] نے لکھا ہے کہ جانور منذور کہ واسطے بزرگ کے مقرر ہوا ہے
مگر مقصود یہ کہ مسلمان کی [illegible] حلال ہے جیسے کہ اختر [illegible] فی جدید آیت و حدیث برخلاف
اہل حق کے اور تحریف معانی [illegible] کا ہے اسی طرح تحریف کلام علمائے سلف بھی کرتے
ہیں اور اکثر جگہ جو سند کلام علمائے معتمدین سے لاتے ہیں تحریف کرکے اپنے مطلب کے موافق
بنا لیتے ہیں کہیں ایک فقرہ عبارت منقولہ سے حذف کر دیتے ہیں جیسے کہ حدیث لعن[1] الله الیہود
والنصاری الذین اتخذوا قبور انبیاءھم مساجد میں مرقاۃ شرح ملا علی قاری
کی عبارت نقل کرتے ہیں انما حرم اتخاذ المساجد علیها لان فی الصلوة فیها استنانا بسنة
الیهود ویدل علیه قوله صلعم لعن الله الیهود والنصاری الخ اور عبارت شرح ملا علی یہ ہے
قال[2] ابن الملك انما حرم اتخاذ المساجد علیها لان فی الصلوة فیها استنانا بسنة الیهود
انتهی وقید علیها یفید ان اتخاذ المساجد بجنبها لا باس به ویدل علیها قوله صلى الله
علیه وسلم لعن الله الیهود والنصاری آخر الحدیث پس فائدہ قید علیها کو ترک کیا کہ مسجد
پہلوئے قبر میں بنانی درست ہے اور یہ حدیث اسکی سند میں تھی اس کو سند حرمت اتخاذ مسجد کردیا

---

[1] لعنت کرے اللہ یہود اور نصاری پر کہ انہوں نے اپنے نبیوں اور نیکوں کی قبروں کو بنایا مسجد [2] کہا ابن الملک نے کہ حرام ہوا
بنانا مسجد کا قبر پر واسطے کہ اس پر نماز پڑھنا طریقہ یہود ہے … کہ پہلوئے قبر میں مسجد بنانے کچھ خوف نہیں

ایشان و رسانیدن نفع بایشان بدعا و استغفار و تلاوت قرآن ثابت کرده اند و از مشائخ صوفیه
قدس اسرارهم و بعض فقهاء رحمهم الله تعالی و این امر محقق و معتبر است نزد اهل کشف و کمال از
ایشان تا بسیارے را فیض و فتوح از ارواح رسیده و این طائفه را در اصطلاح ایشان اویسی
خوانند۔ امام شافعی رحمه الله گفته قبر موسی کاظم تریاق مجرب است مر اجابت دعا را و حجة الاسلام
امام غزالی گفته هر که استمداد کرده می شود بوے در حیات استمداد کرده می شود بوے بعد از وفات و یکے
از مشائخ عظام گفته دیدم چهار کس را از مشائخ تصرف میکنند در قبور خود مانند تصرفهاے ایشان
در حیات خود یا بیشتر از آن شیخ معروف و عبد القادر جیلانی و دو کس دیگر را از اولیا شمرده و مقصود
حصر نیست انچه خود دیده و یافته گفته است۔ سیدے احمد بن مرزوق که از اعاظم فقها و علما و مشائخ
دیار مغرب است گفت که روزے شیخ ابو العباس حضرمی از من پرسید که امداد حی قوی است یا امداد
میت من گفتم که قومے می گویند که امداد حی قوی تر است و من می گویم امداد میت قوی تر است شیخ گفت
نعم زیرا که وے در بساط حق است و در حضرت اوست و نقل درین معنی ازین طائفه بیشتر از آنست
که حصر و احصا کرده شود و یافته نمی شود در کتاب و سنت و اقوال سلف صالح چیزے که منافی و مخالف
این باشد و رد کند این را و بتحقیق ثابت شده بآیات و احادیث که روح باقی است و او را علم و
شعور بزائران و احوال ایشان ثابت و ارواح کامله را قرب و مکانتے در جناب حق ثابت چنانچه در
حیات بود یا بیشتر از آن و اولیا را کرامات و تصرف در اکوان حاصل است و این نیست مگر ارواح ایشانرا
و آن باقیست و متصرف حقیقی نیست مگر خداے عزوجل و همه بقدرت اوست و ایشان فانی
اند در جلال حق در حیات و بعد از ممات پس اگر داده شود مر احدے را چیزے بوساطت یکے از
دوستان حق و مکانتے که نزد خدا دارد دور نباشد چنانکه در حالت حیات بود و نیست فعل و تصرف
در هر دو حالت مگر حق را جل جلاله و عم نواله و نیست چیزے که فرق کند میان هر دو حالت و یافته نشده است
دلیلے بر آن و در شرح مشکوٰة شیخ ابن حجر در بیان حدیث لعن الله الیهود و النصاری اتخذوا
قبور انبیائهم مساجد گفته است و این به تقدیریست که نماز گذارد و به نیت تعظیم بجهت تعظیم وے
حرام است بالاتفاق و اما اتخاذ مسجد در جوار پیغمبرے علیه السلام یا صالحے و نماز گذاردن در قبر
وے نه بقصد تعظیم قبر و نه جهت سجده بجانب قبر بلکه بنیت حصول مدد از وے تا کامل شود ثواب

آیت ولا تقربوا الصلوٰة وانتم سکاریٰ نہ پڑھے اور ایسی ہی سند بیان کرتے ہیں عبارت
فتح القدیر کی کتاب جنائز میں عدم سماعت موتی پر ہذا عند اکثر مشائخنا وہو ان المیت لا یسمع عندہم
اور حالانکہ عبارت فتح القدیر یہ ہے اما التلقین بعد الموت وھو فی القبر فقیل لا یومر ولا ینھی و
قیل یفعل وحقیقتہ ما رویناہ ونسب الی اھل السنة والجماعة وخلافہ الی المعتزلة والقول
یا فلان بن فلان اذکر دینک الذی کنت علیہ فی الدنیا بشہادة ان لا الٰہ الا اللہ وان
محمد رسول اللہ پس شیخ ابن ہمام ثابت کرتا ہے تلقین کو اور کہتا ہے کہ یہ مذہب اہل سنت
جماعت ہے اور مانعین تلقین معتزلہ ہیں جو منکر سماعت ہوتے ہیں اور دلیل مانعین تلقین کو رد
کیا ہے یہاں منکر اُسی قول مردود کو شیخ ابن ہمام کو قول شیخ قرار دیکر سند بیان کرتا ہے کہ شیخ ابن ہمام
کا یہ قول ہے اور اس قسم کے افترا اور تحریف اور جعل ان لوگوں کے کلام میں بہت ہیں اس لیے لازم
ہے کہ جس مسئلہ میں سند علماے سلف کی بیان کریں بغیر مطالعہ اس کتاب کے باور نہ کرے اور
اسی طرح بہت آیتیں اور حدیثیں ہیں کہ علمائے سلف اور مفسرین نے اُن کے معنی کچھ اور تحقیق کیے
ہیں اور یہ بخلاف اُس کے بیان کرتے ہیں سنا چاہیے کہ پہلے علمائے مفسرین اور ائمہ دین نے
جو کچھ تحقیق کیا ہے اُس کو بھی معلوم کرے جب حقیقت اُن کے جھوٹ سچ کی معلوم ہو اور اسی طرح حدیث
ضعیف جب اپنی راے کے موافق ہو کر سند پکڑتے ہیں جیسے حدیث ابن عمر کی ترمذی سے دربارہ
منع کراہت نماز کے قبرستان میں سند لاتے ہیں اور وہ حدیث ضعیف ہے خود ترمذی نے لکھا ہے
کہ حدیث ابن عمر لیس بذلک القوی وقد تکلم فی زید بن جبیرة من قبل حفظہ اور
ایسی ہی حدیث ابو سعید کی اسی باب میں ترمذی سے سند لاتے ہیں خود ترمذی نے لکھا ہے ہذا حدیث
فیہ اضطراب اور ایسے ہی کبھی سند پکڑتے ہیں ایسی حدیث سے کہ اُسکے معنے کو کچھ مناسبت اُس
مطلب سے نہیں ہوتی جیسے اسی باب میں حدیث ابو مرثد غنوی کی لاتے ہیں لا تجلسوا علی القبور
ولا تصلوا الیہا یعنی نہ بیٹھو قبر پر اور نہ نماز پڑھو طرف قبر کے یہ ممانعت اُس وقت ہے جب قبر روبرو
بجانب سجدہ کے ہو نہ کہ قبرستان میں ۔ الغرض ہر مسلمان کو لازم ہے کہ قرآن و حدیث سے
موافق تحقیق علمائے حق اور ائمہ دین متین کے اپنے اعتقاد اور اعمال درست کرے ورنہ تمام فرق
باطلہ مثل روافض اور مرجیہ اور قدریہ و معتزلہ وغیرہ سب قرآن و حدیث سے سند پکڑتے ہیں مگر

جب خلاف تحقیق علمائے اہل سنت وجماعت ہے لہذا باطل اور مردود ہے۔ یہ چند مسائل اور کتنی سنتیں بطور نمونہ واسطے آگاہ کرنے لوگوں کے ذکر کی گئی ہیں آیندہ ہادی حقیقی خدا تعالیٰ ہے یہدی من یشاء الی صراط مستقیم۔ اور جبکہ اس رسالہ میں بلا تعصب سخن حق لکھا گیا ہے لہذا اسکا نام

جواہر الایقان فی حفظ الایمان رکھا ہے۔ واللہ اعلم۔

تمام شد

تقریظ ریختہ کلک جواہر سلک عالم کامل و علامۂ فاضل جناب ابو محمد عبد الحق صاحب مصنف تفسیر حقانی دام فیضہ

نحمدہ ونستعینہ ونصلی علی رسولہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم اما بعد اگرچہ فاحر کو اس رسالہ کے مطالعہ کی پوری مہلت نہ ملی مگر تاہم اکثر مباحث کو دیکھا اس کتاب کے مصنف علیہ الرحمۃ نے مسائل مختلف فیہا میں مخالفوں کے ساکت کرنے کی بہت کچھ کوشش کی ہے اور بہت کچھ لکھا ہے۔ گرچہ اس فن میں اور علمانے بھی اس سے پیشتر بہت کچھ لکھا ہے مگر مصنف مرحوم نے بہت ہی اچھا لکھا ہے اور حق ظاہر کرنے میں بڑی کوشش کی ہے۔ یہ لکھنا کہ یہ رسالہ بے نظیر ہے یا اس کے مانند اور کسی نے آجتک نہیں لکھا مبالغہ ہے جیسا کہ اکثر لوگ مصنفوں کی تصانیف پر ریویو ظاہر کرتے وقت مبالغہ کر جاتے ہیں میں اس کو پسند نہیں کرتا۔ یہ صرف اتنی بات اسی قدر کافی ہے کہ بہت خوب لکھا ہے۔ ہاں یہ بات ضرور رہ گئی کہ اول مخالفین کے عقیدہ کو بلا تعصب اُن کی دلائل بھی بیان کر دیتے پھر اُسکا جواب یا اُسکے خلاف میں دلائل پیش کرتے آجتک مسائل متنازعہ میں میری نظر سے ایسی کتاب نہیں گذری ورنہ آجکل ہمارے معاصرین کا اس طرف کو جو قدیم سے باہم اسی قسم کے قیل وقال کرتے آئے ہیں الا قلیلاً۔

اس میں تو کوئی شبہ نہیں کہ اسلام نے دنیا کو توحید خالص سے بہرہ مند فرما دیا اور مسلمانوں کے دلوں میں مسائل توحید ایسے پر تو افگن ہو گئے جسکا نظیر کسی مذہب و ملت میں نہیں پایا جاتا ہے۔ اس مذہب کا یہ ایک سچا اصول ایسا ہے کہ جس سے اُسے تمام مذاہب پر فوقیت حاصل ہے۔